بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلاصۃ التفاسیر

قرآنِ مبین مترجم

۱۹ (19)

مختلف مکاتبِ فکر قدیم و جدید اہم تفاسیر کا خلاصہ
اور آسان اُردو ترجمہ

از ڈاکٹر محمد حسن رضوی

ناشر: پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ
(۲۷۹۔ بریٹو روڈ۔ کراچی۔ فون: ۷۲۳۲۵۴)

www.drhasanrizvi.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خلاصۃ التفاسیر

قرآن مبین مترجم

پارہ ۱۹

مختلف مکاتبِ فکر قدیم و جدید اہم تفاسیر کا خلاصہ

اور آسان اُردو ترجمہ

از ڈاکٹر محمد حسن رضوی

ناشر: پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

(۲۷۹ - برنٹو روڈ - کراچی - فون: ۷۲۳۲۳۵۴)

www.drhasanrizvi.com

السید محمد عظمت علی

سید محمد عظمت علی نوری
ریسرچ و رجسٹریشن آفیسر
(محکمہ اوقاف سندھ) کراچی

تصدیق نامہ

میں نے "پاک محرم ایجوکیشن" کا شائع کردہ انیسواں پارہ "وقال الذین" حرفاً حرفاً بغور پڑھا ہے۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ یہ اغلاط سے مبرا ہے۔

فیض احمد شاہ سعیدی
16-8-2000

۵۸۶/۹۲
حافظ
فیض احمد شاہ سعیدی
منظور شدہ پروف ریڈر

www.drhasanrizvi.com

فہرست

عناوین	صفحہ
حِجۡرًا مَّحۡجُورًا	۳۱۸۹
نیک اعمال کو تباہ کرنے والی چیزیں	۳۱۹۰
مومن کی قبر میں جنّت کا سماں ہوگا	۳۱۹۱
اس آیت ۲۲ کا مفہوم	״
شانِ نزولِ آیت ۲۷	۳۱۹۴
آیت ۲۸ کے آخری لفظ فُلَانًا خَلِیۡلًا سے کون مراد ہیں	۳۱۹۵
جناب امیر المومنین ؑ نے فرمایا (میں ہی وہ قرآن ہوں)	۳۱۹۸
کفّار کا اعتراض اور اُس کا جواب	۳۲۰۰
جواب میں ارشاد فرمایا	۳۲۰۱
قرآن کو ترتیل سے پڑھو	״
اصحابِ رس کے بارے میں	۳۲۰۶
خواہشاتِ نفس کے پجاری	۳۲۱۰
نفس پرستی کا انجام	״
جانوروں سے بدترین کون ہیں	۳۲۱۲
عمومی نعمتوں کی یاد دہانی	۳۲۱۳
ظاہری معنی اور باطنی معنی	۳۲۱۴
اس آیت ۵۳ کے تین رُخ ہیں	۳۲۱۵
مَرَجَ الْبَحْرَیْن	۳۲۱۹
نسب اور صہر سے مراد آیت ۵۴	۳۲۲۰
غلط فہمی	۳۲۲۲
حاصلِ مطلب آیت ۷۵ ۔ سوال	۳۲۲۳
سراج اور بُروج سے مراد	۳۲۲۷
عباد الرَّحمٰن (خدا کے خالص بندے)	۳۲۳۰
سبق	۳۲۳۱
فضول خرچی (اسراف) کے معنی	۳۲۳۴
توبہ کی اہمیت اور فوائد	۳۲۳۷
آیت ۷۲ لغو اور زُور کی تشریح	۳۲۴۱
اِن تمام آیتوں کے حقیقی مصداق محمدؐ و آلِ محمدؐ ہیں	۳۲۴۴
صبر کی منزلت اللہ کے نزدیک	۳۲۴۵
شرائطِ دعاء	۳۲۴۸
سورۃ الشعراء ۲۶ کی خصوصیات	۳۲۴۹
حروفِ مقطعات کے بارے میں	۳۲۵۱
آنحضرتؐ کو تسلّی دی جارہی ہے	۳۲۵۳
تکذیب کے درجات ۔ حاصلِ مطلب	۳۲۵۵
صاحبانِ فکر کے لیے خدا کی نشانیاں	۳۲۵۹
جادوگر دوزخی ہے	۳۲۷۸
دینِ اسلام کے بعض خدام ایسے ہی ہوتے ہیں	۳۲۸۰
دنیا پرست علماء کا سب سے بڑا انعام	۳۲۸۱
حضرت موسیٰؑ اور جادوگروں کا قصّہ	۳۲۸۲
فرعون کی ہٹ دھرمی	۳۲۸۵
اعترافِ گناہ اور امیدِ واثق	۳۲۸۸

www.drhasanrizvi.com

عناوین	صفحہ
بنی اسرائیل کا مصر سے نکلنا	۳۲۹۰
فرعون اور اس کے لشکر کی غرقابی	۳۲۹۱
سمندر کا پانی پہاڑ بن گیا	۳۲۹۳
حضرت ابراہیم کی تبلیغات	۳۲۹۸
" " دعائیں	۳۳۰۳
سوال و جواب۔ علم و حکمت مومن کی گمشدہ چیز ہے	۳۳۰۴
حضرت ابراہیم کی دعا کے حقیقی مصداق حضرت محمدؐ اور حضرت علیؑ ہیں	۳۳۰۵
جنت اور دوزخ کے گھروں کی وراثت	۳۳۰۶
اہل سنت کے بعض مفسرین نے لکھا	۳۳۰۷
قلب سلیم کی تشریح	۳۳۰۹
لوگوں کے دل صحرائی جانوروں کی طرح ہوتے ہیں	۳۳۱۱
ایک نبیؐ کو جھٹلانا، تمام انبیاءؑ کو جھٹلانا ہے	۳۳۱۹
ذہنیت کی پستی	۳۳۲۲
اللہ کے ہاں ایمان کی قدر ہے، پیشوں یا دولت کی نہیں	۳۳۲۳
حضرت نوحؑ کے واقعے میں نشانیاں ہیں	۳۳۲۷
قوم عاد کی خصوصیات	۳۳۲۹
اونچی اونچی اور غیر ضروری عمارات بنانے کی مذمت	۳۳۳۰
غصہ دیوانگی ہے	۳۳۳۲
حضرت ہودؑ کی قوم کو بھیانک انجام سے ڈرایا جا رہا ہے	۳۳۳۴
خدا کی نشانیاں	۳۳۳۶
قوم ثمود کے حالات	۳۳۳۸
کل کا تقابل آج سے	۳۳۳۹
فساد فی الارض کی تشریح	۳۳۴۲

عناوین	صفحہ
حضرت صالحؑ کی اونٹنی	۳۳۴۴
شقی ترین دو آدمی تھے	۳۳۴۵
روئے زمین پر پانی کا پہلا چشمہ	۳۳۴۷
قوم لوطؑ کا قصہ	۳۳۴۹
" " پر عذاب کا ذکر	۳۳۵۵
اصحاب ایکہ کا ذکر	۳۳۵۷
ناپ تول اور لین دین میں بے ایمانی کی سزا	۳۳۵۹
آج کے دور میں بھی یہی ہو رہا ہے	۳۳۶۰
اسباق، نتائج اور تعلیمات	۳۳۶۳
خدا کی زبردست طاقت اور رحمت کا ذکر	۳۳۶۴
خدا نے کسی کو رسولؐ یا نبیؐ نہیں بنا کر بھیجا مگر رسالت حضرت محمدؐ اور ولایت حضرت علیؑ کے ساتھ	۳۳۶۵
ہٹ دھرمی کی انتہاء	۳۳۷۰
غیر عربیوں کی فضیلت	"
تعصب کی مذمت	۳۳۷۱
حدیث قدسی	۳۳۷۲
مشرکوں کا قرآن کے بارے میں نظریہ	۳۳۷۷
قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے۔	۳۳۷۸
دعوت ذوالعشیرہ	۳۳۷۹
تواضع اور انکساری کا حکم اور مثال	۳۳۸۱
سجدہ کرنے والوں میں آپؐ کی نقل و حرکت کی تشریح اور باطنی تفسیر	۳۳۸۳
شیاطین کس پر نازل ہوتے ہیں	۳۳۸۵
رسول خداؐ پر الزامات	۳۳۸۶

www.drhasanrizvi.com

عناوین	صفحہ
بُرے شعراء کی تین علامتیں	۳۳۸۸
اچھے شعراء کی تعریف بزبانِ رسالتؐ	۳۳۸۹
ذکرِ کثیر سے مراد تسبیحِ فاطمہؑ زہرا ہے	۳۳۹۱
ظالموں کو عنقریب ہو جائے گا	۳۳۹۲
سورۃ النمل ۲۷ کی خصوصیات	۳۳۹۳
سورۃ النمل ۲۷	۳۳۹۴
کتابِ مبین کی وضاحت	۳۳۹۵
اعتدال کا فلسفہ بزبانِ امیر المومنینؑ	۳۳۹۷
قرآن کس کی ہدایت کرتا ہے ؟	۳۳۹۸
یہ آیتیں دو غلط تصورات کو رد کرتی ہے	۳۴۰۰
حضرت موسیٰؑ کی شادی کے بعد مدین سے روانگی	۳۴۰۱
حضرت سلیمانؑ کا ذکر	۳۴۰۷
وراثۃ الانبیاءؑ کا مسئلہ	۳۴۰۸
نیاز فتحپوری کی غلط فہمی اور اُس کا ازالہ	۳۴۱۰
اعلیٰ درجے کے نیک بندے	۳۴۱۲
ہُد ہُد کا قصّہ	۳۴۱۳
ہُد ہُد کے قول کی تصدیق ۔ مکتوبِ حضرت سلیمانؑ	۳۴۱۹

عناوین	صفحہ
ہُد ہُد نے خط لیکر ملکہ بلقیس تک کس طرح پہنچایا	۳۴۱۹
ملکہ سبا بلقیس کا اپنے مشیروں سے مشورہ	۳۴۲۰
حکومتوں کے لیے صائب مشورہ	۳۴۲۲
ملکہ بلقیس کے تحفے اور حضرت سلیمانؑ کے فیصلے	۳۴۲۳
حضرت سلیمانؑ نے تختِ بلقیس لانے کا حکم دیا	۳۴۲۹
حضرت آصفؑ بن برخیا کی کرامت	۳۴۳۰
یہ علمِ اسمِ اعظم کا اعجاز تھا	"
ملکہ بلقیس کی آزمائش ۔ تختِ بلقیس کی آمد ۳۴۳۲	۳۴۳۲
اللہ کے بندوں کا معجزہ بھی دیکھیے	۳۴۳۳
ملکہ بلقیس کی شیشے کے محل میں آمد	۳۴۳۵
حق بات کڑوی لگتی ہے	۳۴۳۶
حضرت صالحؑ اور اُن کی قوم کا قصّہ	۳۴۳۹
ظلم سے بستیاں تباہ ہو جاتی ہیں	۳۴۴۱
سب سے بڑی بے حیاء قوم	۳۴۴۲
خداوندِ عالم کے منتخب بندے ؟	۳۴۴۴
تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا	۳۴۴۵
حمد و درود	۳۴۴۵

۲ جولائی سنہ ۲۰۰۰ء / ۲۸ ربیع الاول سنہ ۱۴۲۱ھ یکشنبہ ، ۱۲ بجے شام

کاتب .... جعفر زیدی

www.drhasanrizvi.com

وَقَالَ الَّذِيْنَ پارہ ۱۹

وَقَالَ الَّذِيْنَ (۲۱) اور جو لوگ ہم سے ملنے کی
لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ کوئی اُمید یا خوف نہیں رکھتے، وہ
اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ کہتے ہیں: "کیوں نہ ہم پر فرشتے اُتارے
اَوْ نَرٰى رَبَّنَا لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا گئے؟ یا پھر ہم اپنے پالنے والے
فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا مالک ہی کو (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیتے"
كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾ حقیقتاً اُنھوں نے اپنے دل میں خود کو
بہت بڑی چیز سمجھ رکھا ہے (اسی لیے) وہ اپنی سرکشی میں حد سے گذر گئے۔

★ کافروں کا یہ کہنا کہ: "کیوں نہ ہم پر فرشتے اُتارے گئے؟"

یہ جملہ بتا رہا ہے کہ کافر اس قدر متکبر تھے کہ اپنے جیسے انسان کے سامنے سر جھکانا گوارا نہ کرتے تھے۔ اسی لیے اس آیت میں یہ بات بتلائی گئی ہے کہ "انھوں نے اپنے دل میں خود کو بہت بڑی چیز سمجھ رکھا تھا۔ اِس طرح اُن کی اصل خرابی تکبّر کو قرار دیا ہے۔ یہی تکبّر شیطان اور ان کافروں کی سرکشی کا اصل سبب تھا۔"

★ ..... (تھانوی)

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ: "تمام نیکیوں کا سرچشمہ آخرت کو دل سے ماننا ہے، اور ساری

www.drhasanrizvi.com

بُرائیوں کا سرچشمہ آخرت میں خدا سے ملاقات، حساب کتاب کا انکار ہے۔ یہی انکار ساری ذمّے داریوں سے فرار ثابت ہوتا ہے۔

آج کے دور میں بھی بہت سے ایسے دہریے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ جب تک ہم خدا کو اپنی چربی کی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں، اور روح کو آپریشن کر کے نہ اپنے چمٹے سے پکڑ لیں، اُس وقت تک ہم ماننے والے نہیں۔

اصل میں جو لوگ شناخت کا معیار صرف اور صرف تجربے کو مانتے ہیں حقیقتاً مادّہ پرست ہیں۔ جبکہ یہ پوری کائنات میں مادّے کا حصّہ بہت کم ہے۔ اسی اگلی آیت میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ "یہ جو لوگ فرشتوں کو دیکھنے کا مطالبہ کر رہے ہیں، وہ ضرور فرشتوں کو دیکھ لیں گے، مگر اُس دن عقل کا امتحان ختم ہو چکا ہوگا، پھر اُنھیں کوئی خوشی نہ ہوگی۔ کیوں کہ وہ عمل کا نہیں جزاء و سزا کا دن ہوگا۔ اور اُن کو اُن کی بے ایمانیوں کی سزا ملنی شروع ہو جائے گی۔"

یہاں پر "لا" کا لفظ نفرین کے لیے استعمال ہوا ہے۔ یعنی: "اُس دن مجرموں کے لیے کوئی خوشی نہ ہوگی۔"

★ - - - - (تفسیر نمونہ)

★ "وَقَالَ الَّذِيْنَ۔" یعنی کافر و مشرک لوگ جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ ہم پر فرشتوں کو کیوں نہیں نازل کیا گیا یا ہم خود اپنے پالنے والے کو اپنی آنکھوں سے کیوں نہیں دیکھتے؟ تاکہ وہ فرشتے ہمیں بتائیں کہ آپؐ سچے رسولؐ ہیں۔" اگلی آیت میں بتایا گیا ہے کہ:

حالانکہ روزِ محشر وہ فرشتوں کو دیکھیں گے لیکن اُس وقت فرشتے اُن کو خوشخبری نہیں سنائیں گے، بلکہ کہیں گے "جاؤ تم پر جنّت حرام ہے۔"

★ - - - - (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

یَوۡمَ یَرَوۡنَ الۡمَلٰٓئِکَۃَ (۲۲) اب جس دن وہ فرشتوں کو اپنی
لَا بُشۡرٰی یَوۡمَئِذٍ لِّلۡمُجۡرِمِیۡنَ آنکھوں سے دیکھ لیں گے، تو اُس
وَ یَقُوۡلُوۡنَ حِجۡرًا مَّحۡجُوۡرًا ﴿۲۲﴾ دن اُن مجرموں کے لیے کوئی خوشی
کی خبر نہ ہوگی، وہ چیخ اُٹھیں گے: "خدا کی پناہ! یہ تو مکمل محرومی ہی محرومی اور ناکامی ہی ناکامی رہی" (یا) وہ کہیں گے۔ "(کاش ہمارے اور اِن عذاب کے فرشتوں کے درمیان) کوئی رکاوٹ ہی ہو جاتی۔"

"حِجۡرًا مَّحۡجُوۡرًا"

یعنی: "کوئی رکاوٹ ہو جاتی"

اصل میں یہ عربی محاورہ ہے۔ عرب میں کوئی اگر کسی جگہ اپنے دشمن کو دیکھ لیتا اور اُسے ڈر ہوتا کہ یہ مجھے قتل کر دے گا تو وہ کہتا تھا "حِجۡرًا مَّحۡجُوۡرًا" یعنی: ہم پر ایک دوسرے کے قتل میں رکاوٹ ہے۔ یعنی ہم دونوں کو ایک دوسرے کا قتل کرنا ممنوع ہے۔ عام طور سے اُن مہینوں میں یہ الفاظ عرب استعمال کرتے تھے جن میں قتال وجدال ممنوع ہے۔ اِسی طرح وہاں فرشتے اُن لوگوں سے کہیں گے جو دنیا میں تکبّر کرتے تھے کہ تم پر جنّت کا داخلہ قطعاً ممنوع ہے۔ یا۔ یہی نعرہ کافر لوگ فرشتوں کے سامنے کہیں گے کہ ہمیں دوزخ سے دور رکھا جائے۔ لیکن وہاں اِس جملے کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ کیوں کہ ایمان نہ ہونے کی وجہ سے اور تکبّر ہونے کی وجہ سے اُن کی تمام نیکیاں وہاں برباد ہو چکی ہوں گی۔ (تفسیر انوار النجف)

★ یہ بات قیامت کے دن ہوگی جہاں فرشتے نظر آئیں گے۔ خدا کے دیکھنے کا ذکر نہیں۔

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ: قیامت کے دن خدا کو دیکھنے کا تصور غلط ہے کیونکہ یہاں خدا کے دیکھنے کی بات نہیں کی گئی۔ ---- (فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾

(۲۳) اور جب ہم اُن کے اعمال کی طرف توجّہ کریں گے، تو جو کچھ بھی اُن کا کیا دھرا ہوگا، ہم اُس کو بالکل بے حقیقت گرد و غبار بنا کر اُڑا دیں گے۔

★ خداوندِ عالم کا ارشاد فرمانا: "ہم اُن کے اعمال کو "هَبَآءً" یعنی غبار کے ذرّوں کی طرح بکھیر دیں گے"۔ هَبَاء غبار کے اُن ذرّوں کو کہتے ہیں جو صرف اُس وقت دکھائی دیتے ہیں جب سورج کی کرن بند کمرے کے اندر کسی سوراخ سے آرہی ہو، اُس وقت غبار کے بہت چھوٹے چھوٹے ذرّات اُس کرن کی روشنی میں تیرتے دکھائی دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کفّار و مشرکین کے بظاہر اچھے اعمال خدا کے نزدیک انتہائی بے قیمت ہوں گے، گویا اُن کا کوئی وجود ہی نہیں ہوگا۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کے عمل کی قیمت اُس کی نیّت (اور عقیدے) پر ہوتی ہے۔ کیوں کہ کفّار و مشرکین (بدعقیدہ تھے، اور) نیکیاں صرف نمائشی یا دنیوی فائدے سمیٹنے کے لیے کرتے ہیں، اِس لیے خدا کے نزدیک اُن کی کوئی قیمت نہیں ہوا کرتی۔ عمل جس قدر خدا کی خوشی یا خدا سے اجر لینے کے لیے ہوگا اُسی قدر خدا کے نزدیک قیمتی ہوگا۔ ★ ... (تفسیر نمونہ)

نیک اعمال کو تباہ کرنے والی چیزیں (۱) تکبّر (۲) خود پسندی (۳) دکھاوا (۴) احسان جتانا۔ (تفسیر نمونہ) (۵) گناہ بھی نیکیوں کو برباد کر دیتے ہیں جیسا کہ جنابِ رسولِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: "شراب خور کے نیک اعمال چالیس دن تک خدا کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوں گے"۔ (الحدیث)

★ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ: "روزِ قیامت ایک ایسے گروہ کو لایا جائے گا جن کے سامنے روشنی چمک رہی ہوگی (وہ روشنی اُن کے نیک اعمال کی ہوگی) خداوندِ عالم اُس روشنی کو ذرّات میں بدل جانے کا حکم دے گا"۔ اور اس کی وجہ یہ ہوگی کہ: "وہ لوگ نماز روزہ ادا کرتے تھے لیکن فضلِ حرام بھی انجام دیتے، اور حضرت امام علیؑ کی فضیلت کے صاف منکر تھے"۔ (تفسیر علی ابن ابراہیم، نور الثقلین)

www.drhasanrizvi.com

اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ یَوۡمَئِذٍ (۲۴) اُس دن جنّت والے تو بہت ہی
خَیۡرٌ مُّسۡتَقَرًّا وَّ اَحۡسَنُ اچھی ٹھہرنے اور عیش و آرام کرنے کی جگہ
مَقِیۡلًا ﴿۲۴﴾ پائیں گے۔

"مُقِیل" عربی میں اُس مکان کو کہتے ہیں جس میں آرام کرنے یا قیلولہ کرنے کے لیے جایا جاتا ہے۔
(مفردات امام راغب)

مومن کی قبر میں جنّت کا سماں ہوگا

امیر المومنین حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "مرنے کے بعد مومن کی قبر میں نکیرین جنّت کی طرف ایک دروازہ کھول دیتے ہیں پھر اُس مومن سے کہتے ہیں کہ: "اب نوجوانی کی گہری میٹھی نیند سو جاؤ" آرام و راحت کے ساتھ۔"

پھر آپؑ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔
(الکافی)

اِس آیت کا مفہوم

قیامت کے دن یا مرنے کے بعد جنّت کے مستحق لوگوں کے ساتھ مجرموں کا سا سلوک نہیں کیا جائے گا، وہ عزّت کے ساتھ بٹھائے جائیں۔ محشر کے دن کی سخت گرمی کی دوپہر گذارنے کے لیے اُن کو آرام کی جگہ (Rest House) کا انتظام کیا جائے گا۔ سختیاں ساری مجرموں کے لیے ہوں گی۔ جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا: "قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت کا خوفناک ترین دن ایک مومن کے لیے بہت ہلکا ہوگا۔ اتنا ہلکا جتنا دنیا میں ایک فرض نماز پڑھنے کا عرصہ ہوتا ہے۔" (مسند احمد بروایت سعید خدریؓ)

"مُسۡتَقَر" کے معنی رہنے کا ٹھکانا۔ اور "مُقِیل" کے معنی قیلولہ کرنا۔ یعنی دوپہر کے وقت آرام کرنے کی جگہ۔ (مفردات امام راغب)

www.drhasanrizvi.com

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ (۲۵) اور جس دن بادل کے ساتھ آسمان

وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ۝۲۵ بھی پھٹ جائے گا اور فرشتوں کے پرے

پرے اُتار دیے جائیں گے۔

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ (۲۶) اُس دن حقیقی حکومت صرف خدائے رحمٰن

لِلرَّحْمٰنِ ۭ وَكَانَ يَوْمًا کی ہوگی اور وہ دن حق کے منکروں

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ۝۲۶ کے لیے بڑا ہی سخت ہوگا۔

★ اصل میں مشرکین یہ مطالبہ کر رہے تھے کہ خداوندِ عالم خود اور اُس کے فرشتے بادلوں میں بیٹھ کر آئیں اور اُنھیں اسلام لانے کی دعوت دیں۔ کیوں کہ یہودیوں کی کہانیوں میں ہے کہ کبھی کبھی خداوندِ عالم بادلوں کے درمیان دیکھا جاتا ہے۔ مشرکین کو اُسی مطالبہ کا جواب دیا جا رہا ہے کہ "تم یہ مطالبہ کرنے کی بجائے اُس دن کی فکر کرو جب آسمان بادلوں سمیت پھٹ جائے گا اور فرشتے اُترنے شروع ہو جائیں گے۔"

★ ------ (تفسیر نمونہ)

★ علامہ طباطبائیؒ نے لکھا کہ "آسمان کے پھٹ جانے" سے مُراد غائب چیزوں کا ظاہر ہو جانا ہے، نادانی اور جہالت کے پردوں کا ہٹ جانا ہے، چھپی ہوئی حقیقتوں کا ظاہر ہو جانا ہے۔ لوگ جنّت جہنّم سب کچھ دیکھ لیں گے اور فرشتے اترتے ہوئے بھی دکھائی دیں گے۔ ★.... (تفسیر المیزان)

★ ★ ★

(آیت ۲۶) یہ آیت اُس وقت کا حال بیان کر رہی ہے جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا، جس کے نتیجے میں زمین و آسمان پھر سے ٹھیک اور درست ہو جائیں گے۔ خدا کی ایک خاص تجلّی ظاہر ہوگی جو حساب کتاب لینے کے لیے ہوگی، ہر طرف ملائکہ ہی ملائکہ اتر رہے ہوں گے

www.drhasanrizvi.com

اور ظاہری طور پر حکومت اور اقتدار صرف خدا کا ہوگا۔
★ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (تفسیر ماجدی)

★ " اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ " یعنی: اُس دن ملک (حکومت و اقتدار) سچ مچ "اللہ رحمٰن" کا ہوگا۔ ویسے تو تمام آسمانوں اور زمین کا واحد مالک اللہ ہے لیکن دنیا میں شاہانِ وقت کو عارضی طور پر حکومت حاصل ہے۔ پس روزِ قیامت تو سوائے ذاتِ سبحانہٗ وتعالیٰ کے کسی کی ذرّہ برابر بھی حکومت نہ ہوگی اور سب اُس کے فضل کے محتاج ہوں گے۔"
★ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (تفسیر انوار النجف)

★ جنابِ رسولِ خدا ؐ نے ارشاد فرمایا: "قیامت کے دن خداوندِ عالم ایک ہاتھ میں آسمانوں اور دوسرے ہاتھ میں زمین کو لے کر کہے گا: "میں ہی بادشاہ ہوں، میں ہی فرماں روا ہوں، کہاں ہیں وہ زمین کے بادشاہ، کہاں ہیں جبار؟ کہاں ہیں متکبّرین؟"
★ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (بخاری، مسلم، مُسند احمد، ابوداؤد)

★ دنیا میں لوگوں کی مجازی حکومت انسان کو دھوکے میں ڈالتی ہے، مگر قیامت کے دن کوئی مجازی بادشاہی یا حکومت باقی نہ ہوگی۔ صرف اور صرف خدا کی حکمرانی ہوگی۔ پوچھا جائے گا کہ آج کس کی بادشاہی ہے؟" ہر طرف سے جواب آئے گا "اکیلے اللہ کی جو سب پر غالب ہے۔" (القرآن)

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ قیامت کے دن ایمان کے سوا کوئی چیز نجات نہ دلا سکے گی۔ کیوں کہ آیت میں کافرین کا حشر نشر سنایا جارہا ہے، اور کفر کی ضد ایمان ہے اس لیے قیامت کا دن کافروں پر بڑا سخت ہوگا، لیکن مومنین پر بہت آسان ہوگا۔ (تفسیر نمونہ)

★ جنابِ رسولِ خدا ؐ نے فرمایا: "قیامت کا دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔" راوی ابوسعید خدریؓ نے عرض کی: اس قدر طویل دن کتنا عجیب اور مشکل ہوگا؟ آنحضرت ؐ نے فرمایا: "اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، وہ دن مومنین کے لیے اتنا آسان ہوگا جتنی دیر وہ دنیا میں ایک فرض نماز پڑھنے میں گزارتا تھا بلکہ اُس سے بھی زیادہ آسان ہوگا۔"
★ ۔ ۔ ۔ ۔ (تفسیر قرطبی جلد ۷، ص ۲۹۰)

www.drhasanrizvi.com

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾

(۲۷) اور اُس دن (ہر) ظالم اپنے ہاتھوں کو اپنے دانتوں سے بُری طرح کاٹتا ہوگا' اور کہتا ہوگا "کاش میں نے رسولؐ کا ساتھ دیا ہوتا۔ (یا) کاش میں رسولؐ کا بتایا ہوا راستہ اختیار کرلیتا۔

★ قیامت کے دن کافروں کا اپنے ہاتھوں کو اپنے دانتوں سے بُری طرح کاٹنا انتہائی حسرت اور ناکامی کے احساس کی وجہ سے ہوگا۔ ★ (تفسیر کشاف، بیضاوی)

★ "یَعَضُّ" کا لفظ "عض" سے ہے جس کے معنی دانتوں سے کاٹنا۔ انسان جب سخت افسوس، حسرت اور پریشانی کے عالم میں ہوتا ہے تب ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹتا ہے۔ یہ لفظ یہاں کافروں اور ظالموں کی نہایت بُری حالت اور سخت ترین حسرت و افسوس کو بتا رہا ہے۔ ★ (مفرداتِ امام راغب)

شانِ نزولِ آیت ۲۷

تفسیر مجمع البیان میں ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ: عقبہ ابنِ ابی معیط اور ابی بن خلف دو بڑے گہرے دوست تھے۔ عقبہ جب اپنے سفر سے آتا تو اپنے دوستوں کو کھانے پر بلاتا۔ ایک بار اُس نے جنابِ رسولِ خداؐ کو بھی دعوت پر مدعو کیا۔ جب دسترخوان بچھایا گیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں اُس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تم مسلمان نہ ہو جاؤ گے۔ عقبہ نے کلمہ پڑھ لیا۔ جب اُس کے دوست ابی بن خلف کو یہ معلوم ہوا تو اُس نے عقبہ سے کہا کہ تم اپنے دین، شرک سے کیوں پھر گئے؟ اُس نے کہا کہ میرا مہمان کہہ رہا تھا کہ میں اُس وقت تک کھانا نہ کھاؤں گا جب تک تم کلمہ نہ پڑھ لو۔ اس لیے مہمان کی خاطر میں نے ایسا کیا۔ ابی نے کہا میں تجھ سے راضی نہ ہوں گا جب تک کہ تو محمدؐ کی توہین نہ کرے گا۔ عقبہ نے ایسا ہی کیا' اور مرتد ہوکر جنگِ احد میں قتل ہوا اور اُس کا دوست بھی کفر کی موت مارا گیا۔

★ ... (تفسیر انوار النجف) ملخص

www.drhasanrizvi.com

يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ (۲۸) ہائے میری بدبختی! کاش میں نے

فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ فُلاں شخص کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔

آیت کے آخری لفظ

فُلَانًا خَلِيْلًا سے کون مراد ہے؟

آیت کے آخری لفظ " فُلَانًا "۔" فُلاں شخص" سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص شیطان ہوگا۔

- ★ مگر سوال یہ ہے کہ خداوندِ عالم نے فُلاں شخص کی بجائے شیطان ہی کیوں نہ کہہ دیا؟
- ★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ: فُلاں شخص سے شیطان تو مراد ہے ہی، مگر ہر وہ شخص بھی مراد ہے جس نے کسی کو حق کے قبول کرنے سے روکا تھا۔

ظاہر ہے کہ اوّلین مصداق وہ ہوگا جس نے پہلے ہی دن جب لوگوں کو ہدایت سے روک دیا تھا۔ جب رسولِ خداؐ نے فرمایا تھا کہ "مجھے دوات قلم لادو تاکہ میں ایسی تحریر لکھ دوں کہ تم کبھی گمراہ نہ ہو۔"

(صحیح بخاری، صحیح مسلم)

- ★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

" وہ شخص جس نے جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس دن ہدایت کی ضمانتی تحریر کے لکھنے سے روک دیا تھا جس کے بارے میں خود حضورؐ نے فرمایا تھا کہ: "پھر تم کبھی گمراہ نہ ہوگے" وہی شخص قیامت تک تمام گمراہیوں کا ذمّے دار ہے۔"

★ - - - - (فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّكْرِ (۲۹) اُسی (بدبخت) نے مجھے (خدا اور
بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ ؕ وَ كَانَ رسولؐ کی) نصیحت کے ماننے سے بہکا دیا
الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾ حالاں کہ وہ تو خود میرے پاس آئی تھی۔
(واقعًا) شیطان بڑی بے وفائی کر کے انسان کو بالکل بے سہارا چھوڑ دینے والا ہے۔

★ آخر میں خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "شیطان تو ہمیشہ ہی سے انسان کو رسوائی میں چھوڑتا رہا ہے" یعنی: شیطان پہلے تو کھینچ تان کر بہلا پھسلا کر انسان کو غلط راستے پر ڈالتا ہے، پھر اُسے اسی حیرانی اور سرگردانی کی حالت میں چھوڑ کر ہنستا مسکراتا چلا جاتا ہے۔ اسی لیے خذلان کا لفظ استعمال ہوا ہے جو مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنی بار بار چھوڑ بھاگنے کے ہیں۔ یہ ظالموں، کافروں کو سخت تنبیہ کی گئی ہے کہ جس شیطان کو تم اپنا جگری دوست سمجھ کر اُس کی باتیں مانتے چلے جا رہے ہو، وہ وقت پڑنے پر بلا کا بیوفا ثابت ہوتا ہے۔

★ ۔ ۔ ۔ ۔ (تفسیر نمونہ)

★ اسی لیے اسلامی تعلیمات میں دوستی کی بڑی اہمیت بتائی گئی ہے۔

★ حضرت سلیمان علیہ السلام پیغمبرِ خدا نے فرمایا:

"جب تک کسی انسان کے دوستوں کو اچھی طرح سے نہ دیکھ (پرکھ) لو اُس وقت تک اُس کے بارے میں کوئی رائے قائم نہ کرو۔ کیوں کہ ہر انسان اپنے دوستوں ہی سے پہچانا جاتا ہے"۔

★ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (سفینۃ البحار جلد ۲ صـ ۲۷)

؎ کُند ہم جنس با ہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر، باز با باز

www.drhasanrizvi.com

★ جناب امیرالمومنین حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:

" اگر تم کسی آدمی کی حقیقت اور دین و ایمان کو نہ پہچان سکو تو اُس کے دوستوں کو دیکھ لو (وہ کیسے ہیں) اگر اُس کے دوست دیندار یا ایماندار نہیں ہیں تو اُس کا بھی دین و ایمان میں کوئی حصّہ نہ ہوگا۔"

★ ..... (بحار الانوار جلد ۷۴)

★ " اور مومن کو پہچانو وعدہ لے کر اور امانتیں دے کر " ★ (نہج البلاغۃ)

(یعنی: اگر وہ ایماندار ہے تو وعدہ وفا کرے گا' اور امانت واپس کرے گا۔)

★ اللہ تعالیٰ نے حدیثِ قدسی میں فرمایا:

" مال میرا عطا کردہ ہے اور مالدار لوگ میرے وکیل اور امین ہیں۔ اور فقراء و نادار لوگ میرے عیال ہیں پس جس نے میرے عیال (کی مدد مال سے نہ کی اور اُن) سے لاپرواہی کی (اور میری امانت اُن تک نہ پہنچائی) تو میں بھی اُن مالداروں کو جہنّم میں ڈال کر بے پرواہ ہو جاؤں گا۔" ★ (حدیثِ قدسی)

★ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت ہے کہ: " بُرے آدمی کے ساتھ نہ بیٹھو، اِس لیے کہ وہ ننگی تلوار کی طرح ہوتا ہے جس کا ظاہر بہت خوبصورت، لیکن اثر بہت خطرناک ہوتا ہے۔" (بحار الانوار جلد ۷۴)

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

" بار بار گناہ کرنا، اور، مُردوں کے ساتھ بیٹھنے سے انسان کا دل مُردہ ہو جاتا ہے۔" عرض کیا: "مُردے کون ہیں"؟ فرمایا: " وہ امیر و مالدار لوگ جو اپنی دولت کے نشے میں مست ہوں۔" ★ .. (خصال۔ شیخ صدوق، بحار الانوار جلد ۷۴)

www.drhasanrizvi.com

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾

(۳۰) اور (اُس وقت) رسول فرمائیں گے "اے میرے پالنے والے مالک! میری اُمّت نے تو اِس قرآن کو بالکل ہی چھوڑ کر ایک طرف رکھ دیا تھا۔"

میں ہی وہ قرآن ہوں

★ امیر المومنین، امام الائمہ حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: "★ میں ہی وہ "ذکر" ہوں جس سے لوگوں نے منھ پھیر لیا، ★ میں ہی وہ "سبیل" (راستہ) ہوں جس سے اُن لوگوں نے گردن موڑ لی۔ ★ میں ہی وہ "ایمان" ہوں جس کا اُنھوں نے انکار (کفر) کیا۔ ★ اور میں ہی وہ "قرآن" ہوں جس کو اُنھوں نے چھوڑ دیا۔ ★ اور میں ہی وہ "صراط" ہوں جس سے اُنھوں نے خود کو ہٹا لیا۔"
★ ..... (نہج البلاغۃ۔ تفسیر انوار النجف)

★ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے، کہ: "یہ آیتیں قریش کے دو آدمیوں کے بارے میں اُتری ہیں جو ظاہر میں ایمان لا چکے تھے اور حقیقت میں منافق تھے۔ اُن دونوں نے ایک دوسرے کو صراطِ مستقیم سے روکا، اُنہی کی روزِ محشر حسرت اور افسوس کا حال خدا یہاں بیان فرما رہا ہے۔ (تفسیر برہان)

★ روایاتِ آلِ محمدؐ کے اعتبار سے اِن آیتوں کے اوّلین مصداق وہ لوگ ہیں جنھوں نے حضرت امام علیؑ کی ولایت کو رد کر دیا اور غدیر کے روز کا عہد توڑا اپنی ذاتی خواہشات کی پیروی کی، آلِ محمدؐ پر ظلم کیا، وہی لوگ روزِ قیامت اپنے کرتوت پر سخت پریشاں ہوں گے اور ایک دوسرے پر لعن طعن کریں گے، مگر یہ باتیں اُن پر عذاب میں کمی کا سبب نہیں ہوں گی۔ اُس دن جناب رسولِ خدا بھی فریاد کریں گے اے میرے ربّ! میری اُمّت کے اِن بدمعاشوں نے قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔ اُس دن ایسا ہر دوست اپنے دوست سے بیزاری کا اعلان کرے گا۔ یہ ہے اِس آیت کی تاویل (یعنی اوّلین یا اصلی مصداق) ★ .. (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۗ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿۳۱﴾

(۳۱) غرض اِس طرح سے ہم نے ہر نبیؑ کے لیے (اُس زمانے کے) کچھ مجرموں کو دشمن قرار دے دیا، اور آپؐ کے لیے آپؐ کا پالنے والا مالک ہی آپؐ کی رہنمائی اور مدد کے لیے بہت کافی ہے۔

★ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ حق کے دشمن ہمیشہ ہر زمانے میں اپنے اپنے زمانے کے پیغمبروںؑ کے دشمن رہے ہیں۔ اِس لیے اے رسولؐ! آپؐ اپنے دشمنوں کی دشمنی پر غم نہ کھائیں۔

اِس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ خدا نے جبراً کچھ لوگوں کو نبیؐ کا دشمن بنا دیا تھا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہر معاشرے میں ہمیشہ سے ایسے لوگ ضرور رہے ہیں جو خدا، رسولؐ اور حق سے دشمنی رکھتے رہے ہیں۔

★ ----- (تفسیر تبیان)

★ علامہ طبرسیؒ نے اِس کی تشریح یوں کی ہے کہ خدا نے رسولوںؑ کو بھیجا۔ اُنھوں نے ہدایت کا کام کیا اور قوم کو برائیوں سے روکنا شروع کیا۔ کیوں کہ قوم بدکاریوں کی عادی تھی اور بت پرستی کی وجہ سے غیرِ خدا سے محبت کرتی تھی اِس لیے انبیاءِ کرامؑ سے دشمنی پر اُتر آئی۔ خاص طور پر دولتمند بڑے لوگ انبیاءِ کرامؑ کے سخت دشمن ہوگئے۔ اس لیے کہ اُن کی چودھراہٹ خطرے میں پڑ گئی۔ اب کیوں کہ اُن کی دشمنی کا اصل سبب خدا پرستی اور خدائی احکامات کا نفاذ تھا اِس لیے خدا نے فرمایا کہ: "ہم نے ہر رسولؑ کا بہت سے لوگوں کو دشمن قرار دے دیا۔"

★ ----- (تفسیر مجمع البیان)

گفتارِ صدق مایۂ آزار می شود ⁂ چوں حرفِ حق بلند شود دار می شود

یعنی: سچی بات تکلیف کا باعث ہوتی ہے، جب حرفِ حق بلند ہوتا ہے تو وہ پھانسی کا پھندہ بن جایا کرتا ہے۔"

★ --- (عرفی)

www.drhasanrizvi.com

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (۳۲) اور حق کے منکرین کہتے ہیں کہ: "آخر لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ پورے کا پورا قرآن ایک ساتھ کیوں نہ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ اُتار دیا گیا؟" ہاں، ایسا اِس لیے (ہی) کیا گیا لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ تاکہ ہم اِس کے ذریعہ آپؐ کے دل کو مضبوط رَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾ کریں دیا)، اُس کو اچھی طرح آپؐ کے ذہن نشین کرتے رہیں، اور (اسی لیے) ہم نے اِسے پوری طرح ٹھہر ٹھہر کر سنایا۔

مع عند المتقدمین

کفّار کا اعتراض، اور اُس کا جواب

کفارِ مکہ کا قرآن پر ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ قرآن اکٹھا ایک ساتھ کیوں نہیں اترا؟

خداوندِ عالم نے جواباً فرمایا: "تمہارے دل کی تقویت کے لیے، تاکہ جبرئیل بار بار آئیں۔ اور موقع بہ موقع آیتیں تمہارے پاس لاتے رہیں، تاکہ اسلام کو تقویت ہو اور مسلمانوں کو تسکین حاصل ہو اور (اے رسولؐ!) کافر جو بھی مثال بیان کریں، ہم اُس کے جواب میں حق کی بہترین مثال اور تفسیر نازل کر دیں۔"

(تفسیر انوار النجف) .....*

★ کفار کا مطلب یہ تھا کہ رسولؐ سوچ سوچ کر، کسی سے پوچھ پوچھ کر، پرانی کتابوں سے نقلیں کر کر کے قرآن کے مضامین لا رہا ہے۔ اگر واقعی قرآن خدا کے پاس سے اُترا ہوتا تو پورے کا پورا ایک ساتھ اُترا ہوتا۔ کیوں کہ خدا کو سوچ سوچ کر بولنے کی کیا ضرورت تھی؟ اِس پر خداوندِ عالم نے جواب دیا کہ

www.drhasanrizvi.com

جواب میں ارشاد فرمایا:

★ ہم نے قرآن کو آہستہ آہستہ اِس لیے اُتارا تاکہ

(۱) (اے رسولؐ!) تمہارا دل مضبوط رہے کہ خدا مجھ سے کلام کر رہا ہے۔
(۲) " " ہر ہر لفظ تمہارے حافظے میں محفوظ رہ سکے۔
(۳) " " اَن پڑھ قوم کے سامنے تحریری طور پر نہیں تقریر کے طور پر تم ہدایات دے سکو۔
(۴) " " قرآن کی تعلیمات اچھی طرح لوگوں کے دل و دماغ میں بیٹھ سکیں۔
(۵) " " سارے احکامات ایک ساتھ دیدیے جاتے تو اُن پر عمل کرنا مشکل ہو جاتا۔
(۶) " " ہر حکم موقع اور محل کے اعتبار سے دیا جائے، تاکہ حکم کی روح اور حقیقت سمجھ میں آسکے۔ (ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامے دارد)
(۷) " " مسلمانوں کو یہ معلوم ہوتا رہے کہ خدائے تعالیٰ اُن کی طرف مسلسل متوجہ ہے، تاکہ اُن کی ہمت بندھی رہے۔"

★ ..... (تفہیم القرآن)

قرآن کو ترتیل سے پڑھو!

جناب رسولِ خداؐ نے حضرت ابنِ عباسؓ سے ارشاد فرمایا:

"جب قرآن پڑھو، تو ترتیل کے ساتھ پڑھا کرو۔" ابنِ عباسؓ نے عرض کی: "ترتیل کیا ہے"؟

ارشاد فرمایا: "حروف اور کلمات کو صحیح طریقے سے ظاہر کرو۔ خشک کھجوروں (یا ریت کے ذرّوں) کی مانند اسے الگ الگ نہ کرو، اور نہ اشعار کی طرح اُسے فرفر، جلدی جلدی پڑھو۔ جب قرآن میں عجائبات کا ذکر آئے تو ٹھہر جاؤ اور غور و فکر کرو، دلوں کو اُن کے ذریعہ متحرک رکھو، تمہاری یہ نیت ہرگز نہیں ہونی چاہیئے کہ جلدی سے سورۃ ختم ہو جائے۔" ★ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ: "ترتیل یہ ہے کہ ٹھہر ٹھہر، آہستہ آہستہ، اچھی آواز کے ساتھ قرآن پڑھو۔ جب کسی ایسی آیت کو پڑھو جس میں جہنّم کا ذکر ہو تو خدا کی پناہ مانگو۔ جب جنّت کا ذکر آئے تو خدا سے جنّت ملنے کی دعا مانگو۔" ★ ..... (تفسیر مجمع البیان، اصولِ کافی بروایت حضرت علیؑ)
★ .... (اصولِ کافی جلد ۲ باب ترتیل القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَلَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا (۳۳) اور (یہ اِس لیے بھی کیا تاکہ) جب
جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ کبھی بھی وہ آپؐ کے سامنے کوئی
تَفْسِيْرًا ﴿۳۳﴾ نرالی سی بات (یا عجیب و غریب سوال)
لے کر آئیں، تو اُس کا بالکل ٹھیک اور بروقت جواب ہم تمھیں دیتے رہیں۔ اور بہترین طریقے سے زیادہ تشریح کر کر کے اُس حقیقت کو بالکل کھول کھول (کر واضح) کر دیں۔

★ آہستہ آہستہ، رُک رُک کر وحی کے آنے کی دوسری مصلحت یہ بتائی کہ حسبِ موقع اعتراضات کا جواب دیا جا سکے اور حالات اور ماحول کے تحت تعلیم دی جا سکے، اور بتدریج ذہنی ارتقاء کے ساتھ ساتھ بلند و بالا مطالب سمجھائے اور سکھائے جا سکیں۔ *... (تبیان)

★ " قیامت کے دن منھ کے بل وہ لوگ محشور ہوں گے، جو رسولِ خداؐ کے بعد مرتد ہو گئے تھے اور رسولِ خداؐ کی بیعت توڑ کر ناکثین، یعنی بیعت توڑنے والے بن گئے تھے، اور رسول خداؐ کے اصل جانشین، امیر المومنین حضرت امام علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام سے برسرِ پیکار ہوئے۔ (الحدیث از تفسیر برہان)

★ اصل بات یہ ہے کہ قرآن صرف ایک فلسفۂ اخلاق ہے، آئین کی کتاب ہی نہیں ہے، بلکہ یہ قرآن ایک تحریک کا نام ہے جس کے آگے بڑھنے کا فطری طریقہ یہی ہے کہ جیسے جیسے تحریک آگے بڑھتی رہے، حسبِ ضرورت اور حسبِ حال ہدایات اور تعلیمات دی جاتی رہیں۔ *..... (تفہیم القرآن)

★ جس طرح آج کا اُستاد لیبارٹری میں طلبہ کو تجربہ کرنے کے ساتھ ساتھ ہدایات اور تعلیمات دیتا جاتا ہے، اسی طرح قرآن ایک عملی دستورِ حیات بھی ہے، اِس لیے اس کو عملی طریقے سے حسبِ ضرورت اور موقع کے مطابق ہدایات دینے کے ذریعہ اُتارا گیا۔ یہی فطری اور جدید طریقۂ تعلیم ہے۔ *... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى (۳۴) غرض جو لوگ جہنّم کی طرف منھ کے بل
وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ دھکیلے جانے کے لیے جمع کیے جائیں گے
اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وہ وہی لوگ ہوں گے جن کا موقف
وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ۟ بھی بہت ہی بُرا ہے، اور جن کا راستہ

بھی حد درجہ غلط ہے۔ (یعنی) بہت زیادہ بھٹکے ہوئے گمراہ ترین ہیں۔

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ "جہنّمی لوگ جہنّم کی طرف منھ کے بل کیسے ہنکائے جائیں گے؟ (یعنی منھ کے بل کس طرح چلیں گے؟)

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: "جو خدا اس بات پر قادر ہے کہ اُنھیں پاؤں کے بل چلائے، وہی خدا اس بات پر بھی قادر ہے کہ اُنھیں اُن کے چہروں کے بل چلائے۔"

★ ------ (تفسیر صافی ص ۳۸۵ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

★ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ "کافر نرالے، عجیب و غریب سوالات اور اعتراضات انبیاءِ کرامؑ پر کیا کرتے تھے۔ کیوں کہ وہ انبیاءِ کرامؑ کی اپنے منھ سے توہین کرتے تھے، اِس لیے جہنّم کی طرف منھ کے بل چلا کر بھیجا جائے گا۔ جیسی کرنی، ویسی بھرنی۔

★ ...... (مؤلف)

★ اِس لیے بھی اُن کافروں کو منھ کے بل محشور کیا جائے گا کہ یہ لوگ سیدھی اور فطری بات کو اُلٹی طرح سوچتے ہیں، اور اچھی باتوں کے اُلٹے سلٹے نتائج نکالتے ہیں، اُلٹے سلٹے اعتراضات اُٹھاتے ہیں، اُن کی عقل گم ہو گئی ہے۔ اس لیے وہ اوندھے منھ جہنّم کی طرف گھسیٹے جائیں گے

★ ..... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ (۳۵) اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے موسیٰؑ کو
وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ کتاب عطا کی۔ اور اُن کے ساتھ
هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ۝۳۵ اُن کے بھائی ہارونؑ کو اُن کا وزیر
(یعنی) مددگار اور شریکِ کار بنایا۔

فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ (۳۶) پھر اُن سے کہا: "تم دونوں اُس
الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا قوم کی طرف جاؤ جس نے ہماری
فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ۝۳۶ آیتوں، باتوں، دلیلوں اور نشانیوں
کو جھٹلا دیا ہے۔ اِس کے بعد ہم نے اُن لوگوں کو تہس نہس کر ڈالا۔

آیت ۳۵: محققین نے نتیجہ نکالا کہ نبیؑ کا وزیر یا خلیفہ صرف خدا مقرر کرتا ہے۔

★ دوسرا نتیجہ یہ نکالا کہ "نبیؑ کا وزیر نبیؑ کی زندگی میں بھی کارِ رسالت میں نبیؑ کی مدد کر سکتا ہے۔ جس طرح جناب رسولِ خداؐ نے دعوتِ ذوالعشیرہ کے موقع پر ہی اعلان فرما دیا تھا کہ: "اے علیؑ! تم میرے وزیر ہو، خلیفہ ہو اور میرے کام میں میرے شریک ہو۔" (تاریخِ طبری، تاریخِ کامل)

★ نیز جناب رسولِ خداؐ نے یہ بھی فرمایا تھا: "اے علیؑ! تمہاری منزلت میرے نزدیک بالکل وہی ہے جو ہارونؑ کی منزلت موسیٰؑ کے نزدیک تھی۔" ★ ... (بخاری شریف)

آیت ۳۶: آیتوں کو جھٹلانے کا مطلب دلائلِ عقلیہ اور دلائلِ توحید کو جھوٹا سمجھنا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں آیتوں سے مراد احکامِ شریعت بھی ہوں اور معجزات بھی ہوں۔

★ ..... (تفسیر ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾

(۳۷) (یہی حال) نوحؑ کی قوم والوں کا بھی ہوا، کہ جب اُنھوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا، تو ہم نے اُنھیں ڈبو مارا۔ اور اِس طرح ہم نے اُنھیں دنیا بھر کے لوگوں کے لیے نشانِ (عبرت) بنادیا اور ہم نے ایسے ظالموں کے لیے ایک بہت سخت تکالیف دینے والی سزا بالکل تیار کر رکھی ہے۔

وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾

(۳۸) اور (اسی طرح) عاد و ثمود (کی قومیں) اور رَسّ والے (یعنی) کنویں والے، اور اُن کے درمیان کی بہت سی نسلیں بھی تباہ و برباد ہوئیں۔

آیت ۳۷: حضرت نوحؑ کی قوم نے براہِ راست تو صرف حضرت نوحؑ کو جھوٹا قرار دیا تھا، مگر چوں کہ تمام پیغمبروں کا پیغام بنیادی اعتبار سے ایک ہی ہوتا ہے اِس لیے ایک نبیؑ کو جھوٹا قرار دینا، تمام انبیاءِ کرام کو جھوٹا قرار دینا کہا گیا ہے۔ * (تبیان)

آیت ۳۸: "رَس" کے معنی کنویں کے ہیں۔ * (شاہ رفیع الدین)

* یہاں کے رہنے والوں نے اپنے نبیؑ کو کنویں میں ڈال کر اوپر سے کنویں کا منہ بند کر دیا تھا جو عذاب کا باعث ہوا۔ (موضح القرآن)

www.drhasanrizvi.com

اصحابِ رَسّ کے بارے میں

★ حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "امیر المومنین حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام سے آپؑ کی شہادت سے تین دن پہلے اصحابِ رَسّ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: "وہ ایک ایسی قوم تھی جو صنوبر کے درخت کو پوجتی تھی، اُس درخت کو حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے یافث نے ایک چشمے کے کنارے لگایا تھا۔ اُس قوم نے اپنے نبیؑ کو کنوئیں میں دفن کر دیا تھا۔ یہ واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد کا ہے۔ اُن لوگوں کی بارہ بستیاں تھیں جو دریا کے کنارے آباد تھیں، اُن بستیوں کا نام "رَسّ" تھا۔ خداوندِ عالم نے اُن لوگوں پر عذاب نازل کیا۔ چناں چہ اوپر سے تیز سرخ آندھی چلی، اور نیچے سے زمین گندھک بن کر آتش فشاں بن گئی اور سیاہ بادل چھا گئے جن سے آگ برسنے لگی، پس وہ سب کے سب جُھلس کر فی النار ہوئے۔

★ ..... ملخصاً (تفسیر صافی ص۳۵۸ بحوالہ عیون الاخبار الرضاؑ، تفسیر انوار النجف)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک عورت نے دریافت کیا کہ "جو عورت دوسری عورت سے فعلِ بد (سُحق) کرے تو اُس کی کیا سزا ہے"؟ آپؑ نے فرمایا: "اُس کو روزِ قیامت آگ کا لباس پہنایا جائے گا، اور اُس کے اندر آگ کے عمود (ستون) داخل ہوں گے، اور اُس کو جہنّم میں پھینکا جائے گا۔" اُس عورت نے کہا: "قرآن میں تو ایسا کہیں نہیں ہے۔" آپؑ نے یہی آیت پڑھی اور فرمایا: اصحابِ رَسّ پر عذاب اس فعلِ بد کی وجہ سے نازل ہوا تھا۔ ★ (تفسیر قمی، تفسیر انوار النجف)

★ امام رازی نے لکھا کہ: "رَسّ" نامی شہر یمامہ کے علاقہ میں تھا یہاں قومِ ثمود کا کوئی قبیلہ آباد تھا

★ ..... (تفسیر کبیر۔ ابنِ کثیر از ابنِ عباسؓ)

★ اصحابِ رَسّ کے متعلق سنّی مفسّرین زیادہ معلومات نہیں رکھتے۔ اُن کے نزدیک جو روایات اسرائیلیات کے سلسلے سے ملی ہیں وہ معتبر نہیں۔ زیادہ سے زیادہ بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایسی قوم تھی جس نے اپنے پیغمبرؑ کو کنوئیں میں پھینک کر یا کنوئیں میں لٹکا کر مارا تھا۔ رس "عربی زبان میں پرانے کنوئیں یا اندھے کنوئیں کو کہتے ہیں۔

★ ..... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ ۖ (۳۹) اور اُن میں سے ہر ایک کو (پہلے) ہم نے
وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا ﴿۳۹﴾ مثالیں دے دے کر خوب سمجھایا، مگر آخرِکار
(جب وہ نہ سمجھے تو) ہم نے ہر ایک کو پوری
طرح غارت کر کے تہس نہس کر ڈالا۔

وَلَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ (۴۰) اور اُس بستی پر سے تو یہ لوگ (خود)
الَّتِي أُمْطِرَتْ مَطَرَ گذر چکے ہیں جس پر بُری طرح کا مینہ
السَّوْءِ ۚ أَفَلَمْ يَكُونُوا برسایا گیا تھا۔ تو کیا وہ اُسے اپنی
يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوا آنکھوں سے نہیں دیکھ رہے تھے؟ بلکہ
لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ﴿۴۰﴾ (بات دراصل یہ تھی کہ) وہ موت کے
بعد آخرت کی دوسری زندگی کی کوئی توقع ہی نہیں رکھتے تھے۔

---

* وہ قوم جس پر بدترین بارش برسائی گئی، لوط کی قوم تھی، حجاز والوں کے قافلے شام جاتے ہوئے لوط کی قوم کے علاقے سے گذرتے تھے اور اُن کی تباہی کے نشانات خود دیکھتے تھے اور آس پاس کے لوگوں سے قومِ لوط کی عبرتناک کہانیاں بھی سنتے تھے۔

کیوں کہ تمام کفّار آخرت کے قائل نہ تھے، اِس لیے اُن آثارِ قدیمہ کا دیکھنا بس ایک تماشائی کا سا دیکھنا تھا۔ وہ اُن سے کوئی سبق نہ سیکھتے تھے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ آخرت کے ماننے والے کی نگاہ اور ہوتی ہے، اور آخرت کے منکر کی نگاہ کچھ اور ہوتی ہے، وہ تو بس تماشے دیکھتا ہے۔ (سبق نہیں لیتا) (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ (۴۱) اور جب کبھی وہ آپؐ کو دیکھتے ہیں
يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ تو آپؐ کا مذاق اُڑانے لگتے ہیں۔
اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ (کہتے ہیں) "کیا یہی وہ حضرت ہیں
رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ جنھیں اللہ نے اپنا رسولؐ بنا کر بھیجا ہے؟"
اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ (۴۲) وہ تو قریب تھا کہ یہ ہمیں ہمارے
اٰلِهَتِنَا لَوْلَاۤ اَنْ صَبَرْنَا معبودوں سے بالکل ہی بھٹکا دیتا۔
عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ اگر ہم اُن کی عقیدت پر بُری طرح
حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ جم نہ گئے ہوتے۔" اور عنقریب اُنھیں
مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ اُس وقت یہ حقیقت معلوم ہو جائے گی

جب وہ (ہمارا) عذاب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ کون (سیدھے) راستے سے زیادہ بھٹک کر گمراہی میں بہت دور نکل گیا ہے۔؟

آیت ۴۱: یہ طنزیہ فقرہ ہے، مقصد کافروں کا یہ تھا کہ اگر رسالت کوئی چیز ہے تو خدا کسی دولتمند آدمی کو اپنا رسولؐ بنا کر بھیجتا، نہ یہ کہ ایک معمولی سے تاجر کو رسولؐ بنا دیا جو یتیم بھی ہے۔ (تفسیر ماجدی)

آیت ۴۲: کافروں کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ "وہ تو کہو کہ خیر ہو گئی کہ ہم مضبوطی کے ساتھ اپنی بت پرستی پر جمے رہے ورنہ اس شخص کی بیانی تو اس غضب کی تھی کہ اُس نے تو ہمیں گمراہ ہی کر دیا ہوتا۔" خدا نے فرمایا: "ہمارا عذاب اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اُنھیں حقیقت معلوم ہو جائے گی۔" (مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ (۴۳) کیا آپؐ نے اُس شخص کے حال
اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ کو دیکھا ہے جس نے اپنی نفسانی
تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾ خواہشوں یا دلی خواہشوں کو اپنا
معبود بنائے رکھا ؟ تو کیا آپؐ ایسے شخص (کی ہدایت) کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں ؟

★ مطلب یہ ہے کہ: اے رسولؐ! آپؐ کو ہم نے اُن پر مسلط کر کے اُن کا ٹھیکہ دے کر نہیں بھیجا ہے، اور نہ آپؐ اُن کو راہِ ہدایت پر لانے کے ذمہ دار ہیں۔ پھر آپؐ اُن کی گمراہی پر غم کیوں کرتے ہیں؟

دوسری بات یہ بتائی جا رہی ہے کہ ان حق کے دشمن کافروں کی گمراہی کا سبب عقلی یا اجتہادی غلطی نہیں ہے، بلکہ اُن کی گمراہی کا اصل سبب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کرنا چاہتے ہیں۔ اصل میں جاہلیتِ عرب کے لوگ آج کی مغربی تہذیب و معاشرے کی طرح نیم دہری، الحاد پسند لوگ تھے، جن کی طبیعت ذکر و فکرِ آخرت سے بہت دور بھاگتی تھی۔ دنیا کی لذت پرستی ہی اُن کا مقصد اور مشغلہ تھا۔

★ ..... (تفسیر ماجدی)

★ مشرکینِ مکہ کا دستور تھا کہ جب کوئی اچھا درخت یا خوبصورت پتھر دیکھتے تو اُس کو اپنا خدا بنا لیتے اور پہلے خدا کو چھوڑ دیتے۔ اور اُس کی منتیں، مرادیں دینے لگتے۔ ایک دفعہ ایک عرب اپنے مصنوعی خدا (بُت) کی عبادت کرنے آیا تو دیکھا کہ ایک لومڑی اُس پر پیشاب کر رہی ہے۔ فوراً اُس نے یہ شعر کہا: ؎ وَرَبِّ يَبُوْلُ الثَّعْلَبَانُ بِرَأْسِهٖ ۔: لَقَدْ ذَلَّ مَنْ بَالَتْ عَلَيْهِ الثَّعَالِبُ

یعنی: بعض ایسے رب بھی ہیں جن کے سر پر لومڑیاں پیشاب کرتی پھرتی ہیں، بیشک وہ بڑا ذلیل ہے جس پر لومڑی پیشاب کرے۔

★ ..... (تفسیر انوار النجف، تفسیر نمونہ، تفسیر علی ابن ابراہیم)

www.drhasanrizvi.com

خواہشاتِ نفس کے پجاری

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"روئے آسمان کے نیچے اللہ کے سوا جتنے معبود پوجے جا رہے ہیں، اُن میں اللہ کے نزدیک بدترین معبود خواہشاتِ نفسانی ہے جس کی اطاعت کی جا رہی ہے۔"
(طبرانی)

★ جو شخص اپنی خواہشات کا غلام بن جاتا ہے، وہ اصل میں ایک شترِ بے مہار کی طرح جس طرف خواہشات بلاتی چلی جاتی ہیں، بھاگا چلا جاتا ہے۔ اُنہی کے ساتھ ساتھ بھٹکتے بھٹکتے اُس کی زندگی تمام ہو جاتی ہے۔ وہ کبھی حق و باطل، اچھے بُرے میں فرق نہیں کر سکتا۔ وہ کبھی کسی ضابطہ و اخلاق کا پابند نہیں ہوتا۔
..... (تفہیم القرآن)

؎ رَو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھیے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے، نہ پا ہے رکاب میں

نفس پرستی کا انجام

خواہشات بُری چیز نہیں، لیکن جب یہ حد سے آگے بڑھ جائیں، خدمتگار رہنے کی بجائے حاکم بن کر سرکشی پر اُتر آئیں تو پھر انسان کا سارا وجود خواہشات کے قبضے میں آجاتا ہے۔ یہ کیفیت بُت پرستی کی تمام قسموں سے زیادہ خطرناک ہے، بلکہ بت پرستی بھی اپنی خواہشات سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہوا و ہوس کو سب سے بڑا بُت قرار دیا ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: "آسمان کے نیچے کوئی بُت ہوا و ہوس کے بُت سے بڑا نہیں جس کی عبادت کی جاتی ہو۔"

★ قرآن مجید میں ارشاد ہوا: " وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝ " (سورۃ الکہف آیت ۲۸۔ پ ۱۵)

یعنی: " اور اُس شخص کی اطاعت نہ کرو جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہشِ نفس کی پیروی کرتا ہے، اور جس کا معاملہ حد سے بڑھا ہوا ہے۔" (القرآن)

www.drhasanrizvi.com

★ دوسری جگہ ارشادِ خداوندی ہوا:۔

" فَاِنۡ لَّمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَكَ فَاعۡلَمۡ اَنَّمَا يَتَّبِعُوۡنَ اَهۡوَآءَهُمۡ‌ ؕ وَمَنۡ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰٮهُ بِغَيۡرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ۞ " (سورۃ ۲۸ آیت ۵۰ پ ۲۰)

ترجمہ: " پس اگر وہ آپؐ کو جواب نہ دے سکیں تو جان لینا کہ وہ تو بس اپنی ہوائے نفس ہی کی پیروی کرنے والے ہیں، اور اُس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو اللہ کی طرف سے ہدایت کے برعکس اپنی ہوائے نفس کی پیروی کرتا ہے۔ بیشک اللہ ظالم لوگوں کی ہدایت نہیں کرتا۔"

★ فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ:

جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی لشکر کو جہاد پر بھیجا، جب وہ لشکر جہاد سے واپس آیا تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: " مرحبا! تم لوگ جہادِ اصغر بجا لائے، اب جہادِ اکبر باقی رہ گیا ہے پس اُس کی تیاری کرو۔"

★ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ جہادِ اکبر کونسا ہے؟ (اُس کے لیے کتنے بڑے لشکر کی ضرورت ہوگی؟)

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: (اس جہاد کے لیے لشکرِ جرار کی ضرورت نہیں) بلکہ ہر آدمی کو اپنے نفس سے جہاد کرنا ہے۔" (یعنی جہاد بالنفس)

(روح الحیات صفحہ ۲۵۳ ترجمہ عین الحیوٰۃ علامہ مجلسیؒ)

★ - - - - -

★ جنابِ امیرالمومنین حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:

" خواہشاتِ نفسانی عقل کی دشمن ہوتی ہے۔" " ہوا و ہوس تمام رنج و غم کی بنیاد ہے۔" (غرر الحکم)

" سب سے بہادر آدمی وہ ہے جو اپنی خواہشات پر غالب آجائے۔" (سفینۃ البحار جلد ۱)

★ آنحضرتؐ نے فرمایا: " اے علیؑ! تمہاری سعادت اور کامیابی کی راہ میں سب سے خطرناک غلطی ہوائے نفس کی پیروی اور لمبی لمبی آرزوئیں باندھنا ہے کیونکہ ہوائے نفس کی پیروی تمہیں حق سے روک دے گی اور طولِ آرزوئیں تمہیں آخرت سے بے خبر کردیں گی۔" (سفینۃ البحار جلد ۲)

اَمۡ تَحۡسَبُ اَنَّ اَكۡثَرَهُمۡ (۴۴)	کیا آپؐ یہ سمجھتے ہیں کہ ایسے لوگوں
يَسۡمَعُوۡنَ اَوۡ يَعۡقِلُوۡنَ ؕ	کی اکثریت (حق بات کو) سنے گی؟ اور
اِنۡ هُمۡ اِلَّا كَالۡاَنۡعَامِ	عقل سے کام لے گی؟ نہیں۔ یہ تو بالکل
بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ سَبِيۡلًا ؑ (۴۴)	جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ یہ لوگ تو

اُن جانوروں سے بھی کہیں زیادہ گمراہ، اور گئے گذرے ہیں۔

جانوروں سے بدترین کون ہیں

جس طرح بھیڑ بکریوں کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ اُن کو ہانکنے والا انھیں کس طرف یا کہاں لے جارہا ہے، وہ بس آنکھیں بند کیے ہانکنے والوں کے اشاروں پر چلتی چلی جاتی ہیں، اسی طرح عوام الناس اپنے شیطانِ نفس اور اپنے گمراہ لیڈروں کے اشاروں پر چلتے رہتے ہیں، کچھ نہیں جانتے، سوچتے، سمجھتے کہ فلاح کی طرف ہانکے جارہے ہیں یا بربادی کی طرف؟

مگر بھیڑ بکریوں کو تو خدا نے عقل نہیں دی ہوتی، اِس لیے وہ چرواہے اور قصائی میں فرق نہیں کرسکتیں، مگر وہ انسان کو جسے خدا نے عقل دی ہو اپنے کو بھیڑ بکریوں کی طرح غفلت میں پڑے رہنا، ہر کسی کی آواز پر چل دوڑنا، اچھے بُرے میں فرق نہ کرنا، زیب نہیں دیتا۔ (تفہیم القرآن)

★ غرض اُن لوگوں اور چوپایوں میں کوئی فرق نہیں، اُن سے چیخنے، چلّانے، لاتیں مارنے اور غیر معقول کاموں کے سوا کسی بات کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ یہ جانوروں سے بدتر ہیں کہ عقل ہوتے ہوئے عقل سے کام نہیں لیتے۔ قرآن نے اُن لوگوں کی اکثریت میں ہونے کا بھی اعلان فرمایا ہے۔ (تفسیر نمونہ)

اس لئے یہ اعلان فرمایا ہے کہ (۱) چوپائے انسان کی خدمت کرتے ہیں اور باغی انسان سوائے بربادی کے اور کچھ نہیں کرتے (۲) چوپایوں سے کہیں زیادہ ہوس پرست انسان خطرناک ہوتے ہیں۔ (۳) چوپائے تکوینی قانون کے پابند ہیں لیکن سرکش انسان کسی قانون کے پابند نہیں ہوتے۔ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾

(۴۵) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمھارے پالنے والے مالک نے کس طرح سائے کو پھیلایا؟ اگر وہ چاہتا تو اُسے ٹھہرا ہوا رکھتا۔ پھر ہم نے سورج کو اُس کا راہ نما بنا دیا۔

ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾

(۴۶) پھر ہم نے (سورج کے ساتھ ساتھ) سائے کو تھوڑا تھوڑا کر کے اپنی طرف سمیٹ لیا۔

عمومی نعمتوں کی یاد دہانی

اللہ تعالیٰ (آیت ۴۵ میں) اپنی عمومی نعمتوں کی یاد دہانی کرا رہا ہے۔ کہ دیکھو میں نے کس طرح سائے کو پھیلا دیا' اور اگر چاہتا تو یہ سایہ ہر وقت ٹھہرا رہتا' لیکن میں نے دھوپ کے ذریعے سے اس کو آنے جانے والا کر دیا۔ اور دھوپ اس کی دلیل ہے۔ کیوں کہ سائے کی پہچان ہی دھوپ سے ہوتی ہے۔ جس طرح کہ ہر شئے اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے شمس کے معنی سورج بھی ہوتے ہیں اور دھوپ بھی ہوتے ہیں۔ پس سایہ دھوپ نکلنے کے بعد تھوڑا تھوڑا کم ہوتا جاتا ہے' اور زوال کے بعد بڑھنا شروع ہو جاتا ہے' اور غروب کے وقت بالکل چھپ جاتا ہے۔ اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ رات تمھارے لیے لباس بن گئی کہ اس میں خفیہ کام انجام دے سکتے ہو' اور دن میں کاروبار کے سبب تھک جانے کے بعد نیند کو آرام کا باعث قرار دیا گیا ہے۔

* - - - - - (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

★ خداوندِ عالم کا یہ ارشاد فرمانا کہ: "اگر خدا چاہتا تو سائے کو تھما ہوا کر دیتا۔"
یعنی: سایہ ایک ہی جگہ ٹھہرا رہتا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر خدا چاہتا تو سورج اور زمین کو حرکت کرنے ہی سے روک دیتا۔ پھر سایہ بھی ایک ہی جگہ ٹھہرا رہتا۔"
(تفسیر مجمع البیان)

★ غرض نور کی یکساں تابندگی اور روشنی بھی زندگی کو درہم برہم کر سکتی ہے، جس طرح سائے کی ہمیشگی موت کا پیغام بن جاتی ہے پہلی صورت میں کائنات جل کر راکھ بن جائے گی اور دوسری صورت میں پوری کائنات منجمد ہو جائے گی۔ اِس لیے ضروری تھا کہ نور اور سایہ باری باری آتے جاتے رہیں، تاکہ زندگی خوشگوار بن جائے۔
(تفسیر نمونہ)

ظاہری معنی اِس کے دو رُخ ہیں۔ ایک ظاہری، ایک باطنی۔

ظاہری معنی میں یہ آیت مشرکین اور حق کے منکرین کو بتا رہی ہے کہ اگر تم جانوروں کی طرح زندگی نہ گذارتے اور کچھ عقل سے کام لے لیتے تو یہی سایہ جس کو تم روز دیکھتے ہو تمھیں توحید کا سبق سکھا سکتا تھا۔ کیوں کہ تم سائے کی وجہ سے زندہ ہو، اگر سایہ نہ ہوتا تو سورج کی گرمی سے سب مر جاتے اور اگر سایہ مستقل رہے تو کوئی جاندار باقی نہ رہے۔ اِس لیے سورج کی حرارت ہی سے زندگی اور نباتات قائم ہیں۔ اِس لیے معلوم ہوا کہ حکیم ہے جس نے زمین اور سورج کے درمیان ایک ایسا لگا بندھا نظام قائم کر دیا ہے کہ دھوپ بتدریج نکلتی اور چڑھتی اور پھر اُترتی رہتی ہے۔

باطنی معنی پھر ان ظاہری الفاظ میں ایک لطیف اشارہ یہ بھی ہے کہ کفر و جہالت، ظلم و جور کا یہ سایہ جو آج چھایا ہوا ہے کوئی مستقل چیز نہیں ہے، ہدایت کا سورج قرآن اور رسولؐ کی شکل میں طلوع ہو چکا ہے۔ جیسے جیسے یہ سورج چڑھتا جائے گا، جہالت کفر و شرک اور ظلم و ستم کا یہ سایہ سمٹتا چلا جائے گا اور فکر و اخلاق کے آفتابِ ہدایت کی روشنی آہستہ آہستہ پھیلتی جاتی ہے، گمراہی اسی طرح روانہ ہوتی جاتی ہے
(تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِبَاسًا وَّ النَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾

(۴۷) اور وہ (اللہ) ہی ہے جس نے تمھارے لیے رات کو ڈھانکنے والی چیز اور نیند کو آرام وسکون (کا سامان) بنایا، اور دن کو جی اُٹھنے اور چلنے پھرنے کا وقت بنایا۔

اِس آیت کے تین رُخ ہیں

(۱) ایک رُخ سے یہ آیت توحید کا استدلال پیش کر رہی ہے۔ (۲) دوسرے رُخ سے زندگی کے بعد موت کو ثابت کر رہی ہے۔ (۳) تیسرے رُخ سے یہ آیت یہ بشارت دے رہی ہے کہ جاہلیت کی رات ختم ہو چکی ہے، علم وشعور، عقل ومعرفت کا روشن دن نمودار ہو چکا۔ اب خوابِ غفلت سے اُٹھو۔

رات کی نیند سے مراد موت کی نیند ہے جو ختم ہونے والی ہے (اگلی آیت میں اسی بات کو بیان کیا گیا ہے) (تفہیم القرآن)

★ رات کو لباس اِس لیے فرمایا کہ رات تمام موجودات کو اپنے اندر چھپا لیتی ہے۔

★ "نُشُور" "نَشْر" کے مادّے سے ہے۔

اِس کے معنی کھولنے کے ہیں۔ یعنی بیداری کے وقت روح تمام بدن میں کھل کر پھیل جائے گی، اور انسان بھی ہر طرف پھیل جائیں گے۔

★ غرض جسمِ انسانی کے لیے دن کی روشنی تحریک بخشتی ہے۔ جبکہ تاریکی نیند لاتی ہے۔

★ ..... (تفسیرِ نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ (۴۸) اور وہی (خدا) ہے جس نے اپنی
بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ۚ رحمت کے آگے آگے خوش خبری
وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً دیتی ہوئی ہواؤں کو بھیجا۔ اور وہ پانی
طَهُوْرًا ۙ (۴۸) جو خود بھی پاک ہے اور پاک کرنے والا بھی
ہے، اُسے بلندیوں سے اُتارا۔

لِّنُحْیِیَ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا (۴۹) تاکہ اُس سے مُردہ زمین کو زندہ کردے،
وَّنُسْقِیَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اور اپنی مخلوقات میں سے بہت سے
اَنْعَامًا وَّاَنَاسِیَّ كَثِیْرًا (۴۹) جانوروں اور انسانوں کو سیراب کرے۔

★ آیت ۴۸ : جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "دنیا والوں پر کوئی ایک دن بھی ایسا نہیں آتا جس میں بارش نہ برستی ہو لیکن خدا کسی دن کسی علاقے میں اور کسی دن کسی علاقے میں بارش بھیجتا ہے، اگر بارش ایک جگہ ٹھہر جاتی تو آبادی کے بجائے تباہی کا سبب بنتی۔ ★ (تفسیر صافی، تفسیر انوار النجف)

★ خداوندِ کریم نے قرآن مجید میں بارش کے پانی کو بالعموم مبارک پانی اور طہور (پاک کرنے والا پانی) اور رحمت فرمایا کیوں کہ بارش کے پانی سے دریا، جھیلیں، نہریں جاری ہوتی ہیں جس سے باغات اور کھیت سیراب ہوتے ہیں موسم خوشگوار ہوجاتا ہے جانوروں، اور انسانوں وغیرہ پر خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں، اس لیے بارش رحمتِ خداوندی ہے۔ (تفسیر انوار النجف)

★ آنحضرت ص نے فرمایا: "خدا نے میرے لیے زمین کو سجدہ کرنے کی جگہ بنایا اور زمین کو "طہور" بنایا۔" طہور کا لفظ طہارت کا مبالغہ ہے۔ یعنی: بہت زیادہ پاک۔ فقہاء نے لکھا کہ "طہور" کے معنی اتنا زیادہ پاک ہونا کہ دوسری چیزوں کو پاک کردے۔ بارش کا پانی "طہور" ہے۔ (تبیان۔ جلالین۔ شاہ رفیع الدین)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۚ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝۵۰

(۵۰) اور اس کرشمے کو ہم بار بار اُن کے سامنے لاتے رہتے ہیں، تاکہ وہ اس سے سبق لے کر نصیحت قبول کریں، مگر اکثر لوگوں نے ناشکری کرتے ہوئے انکار کر دیا ہے۔

★ اس آیت کے ایک معنی پچھلی آیت کے حوالے سے یہ بھی کیے گئے ہیں کہ: ہم نے اس پانی کو اُن کے درمیان مختلف طریقوں سے گردش دی، مگر اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں۔ ناشکری اس طرح کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بارش صرف ستاروں یا طبعی قوانین کی وجہ سے ہوتی ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ طبعی قوانین کس نے بنائے اور نافذ کیے؟ اس طرح ہماری قدرت اور رحمت کا انکار کرتے ہیں۔

(جلالین۔ تبیان۔ مجمع البیان)

★ اگر انسان آنکھیں کھول کر دیکھے تو بارش کا نظام خدا کی ربوبیت کو ثابت کرنے کے لیے بہت کافی ہے۔ یہ نظام اللہ کے وجود، وحدانیت، رحمت اور دیگر صفات کی واضح نشانیاں دکھاتا ہے۔ اس نظام کے تحت اللہ نے دنیا میں پانی کو کس طرح پھیلا دیا ہے، اور کس طرح زندگی کی بقا کا انتظام فرمایا ہے؟ توحید اور نبوت دونوں کی صداقت کو ثابت کرتا ہے۔

ساتھ ساتھ آخرت کی دلیل بھی اسی نظام کے اندر موجود ہے۔ ہر سال گرمی سردی کی وجہ سے مخلوقات پر موت طاری ہو جاتی ہے۔ پھر برسات کی برکت سے مردہ زمین، مردہ نباتات، مردہ حشرات جی اُٹھتے ہیں

★ باطنی معنی کے اعتبار سے بارش کو خدا کی وحی کی جگہ سمجھا جائے تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جب کبھی دنیا نبی یا خدا کی کتاب سے دور ہوتی ہے، انسانیت بنجر ہو کر رہ گئی اور فکر و اخلاق کی زمین سوکھ کر مردہ ہو گئی، پھر جب دنیا پر وحی اور نبوت ہدایت کی بارش ہوئی تو گلشنِ انسانیت لہلہا اٹھا، جہالت کی جگہ علم، ظلم کی جگہ عدل قائم ہو گیا... الخ (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ (۵۱) اور اگر ہم چاہتے تو ہر ہر گاؤں
كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ۝ۖ ۵۱ میں بُرے کاموں کے بُرے نتائج سے ڈرانے
والا بھیج دیتے۔

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ (۵۲) تو آپؐ منکرینِ حق (کافروں) کا کہنا
وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا ہرگز نہ مانیئے اور اس قرآن کے ذریعہ
كَبِيْرًا ۝ ۵۲ اُن کے مقابلے پر ڈٹ کر بڑا جہاد کیجیے

★ (آیت ۵۱) اگر خدا چاہتا تو کئی کئی نبی بھیجتا۔ مگر اُس کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ خاتم النبیینؐ کی اکیلی ذات، قیامت تک کے لیے سرچشمۂ ہدایت قرار پائے۔ اِس میں تعجب کی کونسی بات ہے؟ (موضح القرآن)

★ اصل میں اِس آیت میں خدا کے خصوصی فضل و کرم کو بیان کیا گیا ہے کہ خدا نے بجائے بہت سے انبیاءِ کرامؑ سے کام لینے کے صرف ایک نبیِ خاتمؐ سے وہ کام لیا جو کام ہزاروں رسولوں کا تھا، تاکہ ہمارے رسولؐ کا درجہ عظیم سے عظیم تر ہو جائے۔ (تفسیر مجمع البیان)

★ (تشریحِ آیت ۵۲): فقہاء نے اِس آیت سے یہ نتیجہ نکالا کہ (۱) دینِ حق کی ترویج کے سلسلے میں کافروں کی اطاعت حرام ہے۔ (۲) دوسرے یہ کہ قرآنی تعلیمات کو پھیلانے کے لیے سخت محنت اور جہاد کرنا واجب ہے۔ (ابنِ جریر از ابنِ عباسؓ)

★ یہ آیت گمراہ لوگوں کے وسوسوں اور حق کے دشمنوں کے مقابلے میں فکری اور تبلیغی جہاد کی عظمت کو بتا رہی ہے۔ اسی لیے جنابِ رسولِ خداؐ نے جنگ سے واپسی پر ارشاد فرمایا:

"ہم چھوٹے جہاد (جہادِ اصغر) سے بڑے جہاد (جہادِ اکبر) کی طرف لوٹ کر آئے ہیں" ...... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ (۵۳) اور وہ وہی خدا ہے جس نے دو
هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا سمندروں کو ملا رکھا ہے۔ ایک لذیذ میٹھا
مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَیْنَهُمَا اور خوشگوار ہے، اور دوسرا نمکین کڑوا
بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝۵۳ یا کھارا ہے۔ اور اُن دونوں کے درمیان
ایک پردہ اور ایک مستقل رکاوٹ قائم کردی ہے، جو اُنھیں ایک دوسرے سے
ملا دینے سے روکے ہوتے ہے۔

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ : یعنی دو دریا جب آپس میں ملتے ہیں تو دور دور تک چلے جاتے ہیں لیکن میٹھا، میٹھا رہتا ہے اور تلخ، تلخ۔ باوجود ظاہری رکاوٹ نہ ہونے کے ایک دوسرے پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ پس اُن کے درمیان قدرتی حد موجود ہے جس کو اللہ خود ہی بہتر جانتا ہے۔ اور حسی طور پر انڈے میں سفیدی اور زردی (سفید اور زرد رنگ کے دو) پانی موجود ہوتے ہیں بغیر ظاہری حد کے جُدا جُدا ہوتے ہیں۔ ایک کا اثر دوسرے سے جداگانہ رہتا ہے۔ (سبحان اللہ) (تفسیر انوار النجف)

★ مثلاً جہاں دریائے دجلہ سمندر میں داخل ہوتا ہے، وہاں اس آیت کی حسی مثال نظر آتی ہے کہ میٹھا پانی کئی فرسخ تک کھاری پانی کو چیرتا پھاڑتا چلا جاتا ہے اور اُس کے مزے میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ (تفسیر صافی، مجمع البیان)

★ آیت کے ظاہری معنی تو یہ ہیں کہ خدا کی قدرت ملاحظہ فرمائیں کہ خود سمندروں میں میٹھے پانی کے چشمے بہتے ہیں سخت کڑوے پانی کے درمیان وہ اپنی مٹھاس باقی رکھتے ہیں۔ موجودہ زمانے میں جب امریکن کمپنی نے سعودی عرب میں تیل نکالنا شروع کیا تو خلیج فارس کے میٹھے پانی کے چشموں سے پانی حاصل کرتے رہے۔

★ اس آیت کا باطنی مطلب یہ ہے کہ انسانی معاشرے کا سمندر خواہ کتنا ہی تلخ کیوں نہ ہو جائے، اللہ جب چاہتا ہے ایک صالح جماعت کا چشمہ شیریں بہا دیا کرتا ہے پھر اُس سمندر کی تلخ موجیں، میٹھے چشمے کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ﴿۵۴﴾

اور وہ وہی (خدا) ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا پھر اُس کو خاندان والا اور سُسرال والا بنایا۔ اور تمہارا پالنے والا مالک بڑی قدرت والا ہے۔

★ "نَسَب" وہ رشتہ اور قرابت ہے کہ جس سے خونی اور خاندانی رشتے قائم ہوتے چلے جاتے ہیں اور "صِہر" سسرالی رشتوں کو کہتے ہیں۔ یہ رشتہ عورتوں کے ذریعے قائم ہوتا ہے۔ ★ ..... (کشاف جلد ۲ ص ۵۸۱)

★ "صِہر" کے معنی داماد، خسر، سالے، بہنوئی وغیرہ ★ ..... (لغات القرآن نعانی جلد ۴، قرطبی)

★ چونکہ مٹی کو خدا نے پانی سے پیدا کیا ہے۔ اِس لیے حضرت آدمؑ بھی پانی کی پیداوار ہیں۔

★ اور بعضوں نے کہا ہے، اولادِ آدمؑ مراد ہے جو نطفہ سے پیدا ہوئی پس اولادِ آدمؑ میں سے جو مرد ہیں وہ نسب ہیں اور عورتیں صہر ہیں۔ کیوں کہ بیٹوں سے نسب کا سلسلہ ہوتا ہے، اور بیٹیوں سے دامادی کا سلسلہ ہوتا ہے۔

★ تفسیر برہان میں ابنِ سیرین سے منقول ہے کہ اِس کی تاویل "بشر" سے مراد جناب رسولِ خداؐ ہیں اور "نسب" سے مراد جناب فاطمہؑ ہیں۔ اور "صِہر" سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔ حضرت امام محمد باقرؑ سے بھی یہی تاویل منقول ہے۔ اور تفسیر ثعلبی سے منقول ہے کہ ابنِ سیرین کہتا ہے کہ: یہ آیت حضرت رسولِ خداؐ اور حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کے حق میں اُتری ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: "اگر علیؑ پیدا نہ ہوتے تو فاطمہؑ کا کوئی کفو نہ ہوتا ★ اور دوسری روایت میں یہ عبارت ہے کہ: آنحضرتؐ نے فرمایا:

"لَوْلَاكَ لَمَا كَانَ لَهَا كُفُوٌ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ"۔ یعنی: (اے علیؑ!) اگر تم نہ ہوتے روئے زمین پر فاطمہؑ کا کوئی کفو (ہمسر) نہ ہوتا۔ ★ ... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَ يَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ (۵۵) اور ایسے خدا کو چھوڑ کر وہ لوگ اُن کو
اللّٰهِ مَا لَا يَنۡفَعُهُمۡ وَلَا پوج رہے ہیں جو نہ تو انھیں کوئی فائدہ
يَضُرُّهُمۡ‌ؕ وَكَانَ الۡكَافِرُ ہی پہنچا سکتے ہیں، اور نہ کوئی نقصان۔
عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيۡرًا ۝۵۵ اور مزید یہ کہ ہر منکرِ حق اپنے پالنے
والے مالک کا مخالف بنا ہوا ہے دیا) ہر کافر اپنے ربّ کے مقابلے پر (ہر خدا کے
باغی کا) مددگار بنا بیٹھا ہے۔

★ آیت کا مطلب یہ ہے کہ: "اے رسولؐ! آپؐ کا کام یہ نہیں ہے کہ آپؐ لوگوں کو زبردستی سیدھے راستے پر لے آئیں۔ (فصل الخطاب)

کیونکہ نبی کا بھی یہ کام نہیں ہوا کرتا۔ اگر زبردستی راستے پر لگانا ہی ہوتا تو خود خدا یہ کام بخوبی کرسکتا تھا، اور اس طرح عقل و اختیار کا امتحان کسی طرح ممکن نہ ہوتا۔ پھر جزا و سزا باطل ہوجاتیں۔
(مؤلف)

★ - - - - -

★ آخر میں خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "ہر کافر اپنے رب کے مقابلے پر (ہر خدا کے باغی کا) مددگار بنا بیٹھا ہے۔" اس کا مطلب یہ ہے ہمیشہ دیکھا گیا ہے کہ ایک منکرِ حق دوسرے کافر کی پشت پناہی کرتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے "ملة الکفر واحدة" (پوری کافر قوم ایک ہی ملّت ہے) اسی طرح ہر کافر شیطان کا پشت پناہ یا مددگار ہوتا ہے۔
(تفسیر تبیان)

★ - - - - -

★ یعنی دنیا میں جہاں کہیں بھی اسلام کا عادلانہ نظام نافذ کرنے کی کوشش کی جائے گی، دنیا بھر کے تمام کافر اُس کی مخالفت پر متحد ہوجائیں گے۔ (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا (۵۶) اور ہم نے آپؐ کو صرف اچھے کاموں
وَّنَذِيْرًا ۝۵۶ کے اچھے نتائج کی خوش خبری دینے والا،
اور بُرے کاموں کے بُرے نتائج سے ڈرانے اور تنبیہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے

★ مطلب یہ ہے کہ: "اے رسولؐ! اگر ان لوگوں نے تمہاری بات نہیں مانی، اور اسلام قبول نہیں کیا، اِس بات سے آپؐ کی ذات پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیوں کہ آپؐ کا کام صرف اور صرف نیک عمل لوگوں کو کامیابی کی بشارت سنانا، اور بدعمل لوگوں کو خدا کی سزاؤں سے ڈرانا ہے۔ آپؐ نے یہ کام بخوبی انجام دے دیا۔ اب آپؐ کا فریضہ ختم ہو چکا۔ اگر وہ نہیں سنتے اور مانتے تو ہم اُن سے نمٹنے کے لیے بہت کافی ہیں"۔

اِس طرح اِس آیت نے (۱) جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی بھی دے دی، اور

(۲) فرائض اور طریقۂ کار کو بھی نمایاں کر دیا۔ _____ اور

(۳) نیکوکاروں کو اچھے انجام کی خوش خبری بھی سنا دی۔ _____ اور

(۴) بدکاروں، حق کے دشمنوں کو تنبیہ Warning کا حق بھی ادا کر دیا۔

★ ..... (سبحان اللہ) ★ (تفسیر نمونہ)

غلط فہمی مگر اِس آیت سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ رسولؐ کا کام صرف اور صرف خدا کا پیغام پہنچا دینا، انجام کی خبر دے دینا ہے، اور بس۔ مگر یاد رہے کہ یہ بات کافروں کو مخاطب کر کے فرمائی گئی ہے۔ رہے مسلمان، تو اُن کے لیے (۱) رسولؐ صرف انجام کی خبریں سنا دینے والے ہی نہیں ہیں، بلکہ (۲) رسولؐ معلمِ قرآن بھی ہیں۔ (۳) مثالی عملی نمونۂ زندگی بھی ہیں (۴) خدا کا قانون پہنچانے والے اور اور اُس کو نافذ کرنے والے بھی ہیں۔ اور یہ تمام باتیں قرآن سے ثابت ہیں اور تمام ماہرین نے اس کو قبول فرمایا ہے۔
(تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۵۷﴾

(۵۷) آپ تو یہ فرمادیں: "میں تم سے اس کام کا کوئی معاوضہ بھی تو نہیں مانگتا، مگر یہ کہ جس کا دل چاہے وہ اپنے پالنے والے مالک کی طرف راستہ بنالے۔"

★ مطلب یہ ہے کہ: "میں تم سے قرآن کی تعلیم اور تبلیغِ دین کی کوئی اُجرت یا فیس نہیں مانگتا۔ البتہ جو شخص خدائے تعالٰے کی خوشی حاصل کرنے کے لیے کچھ خرچ کرنا چاہے تو پراُس کے لیے فائدے کی بات ہوگی، میں اس کام سے کسی کو منع نہیں کرتا، بلکہ تاکید کرتا ہوں کہ اللہ کی رضا کے لیے صدقہ وخیرات کیا کرو۔" ...... (تفسیر انوار النجف)

حاصلِ مطلب یہ ہے کہ: اے رسول ! فرمادیں کہ میرے کام کی اصل اُجرت تو بس یہ ہے کہ تم لوگ خدا کا راستہ اختیار کرلو۔ وہ بھی سوچ سمجھ کر، اپنی مرضی سے، بلا جبر واکراہ۔"

اِس سے رسولِ اکرم کی کمالِ حق دوستی اور لوگوں سے محبت، شفقت اور ہمدردی ثابت ہوگئی کہ رسول اپنی اجرِت اپنی اُمت کی اصلاح کو سمجھتے ہیں۔ اِس طرح اِس آیت سے رسول کی صداقت اور کمالِ طہارت بھی ثابت ہوگئی۔

سوال اب رہا یہ سوال کہ خداوندِ عالم نے سورۃ الشوریٰ میں فرمایا کہ: "کہہ دیجیے: میں تم سے رسالت کا کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے قریبیوں (قرابتداروں) سے محبت کے۔" تو یہ محبت بھی صرف اور صرف اس لیے مانگی گئی ہے کہ آلِ محمدؐ کی محبت اُن لوگوں کی ہدایت اور نجات کی ضامن ہے۔ یہی محبت اللہ کے راستے پر عمل پیرا ہونے کا علمی اور منطقی ذریعہ ہے، اور آلِ محمدؐ کی پیروی کرنا اللہ کی مکمل اطاعت ہوگی، کیوں کہ خدا نے اُن کی طہارت اور کمالِ اطاعت کا اعلان فرمادیا ہے۔ اُن کی محبت نجات کا سبب بن گئی۔ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ ۚ وَكَفَىٰ بِهِ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا ﴿٥٨﴾

(۵۸) اِس لیے آپ اُس خدا پر بھروسہ رکھیئے جو زندہ ہے، جو کبھی مرنے والا نہیں. اُس کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کیجیے، اور اُسی خدا کا اپنے بندوں (سے نمٹنے کے لیے اُن) کے گناہوں اور بدمعاشیوں سے باخبر ہونا بہت کافی ہے۔

مع عند المتقدمین ۱۲

★ کسی ذات پر بھروسہ اُسی وقت کیا جاسکتا ہے :

(۱) جب کہ وہ زندہ حقیقت ہو۔ اسی لیے مردہ بت اِس قابل نہیں کہ اُن پر بھروسہ کیا جاسکے۔

(۲) بھروسہ کرنے کی دوسری شرط یہ ہے کہ بھروسہ اُس پر کیا جائے جو مرنے والا نہ ہو۔ مرنے والے پر بھروسہ کرنا حماقت ہے۔

(۳) بھروسے کے قابل وہ ذات ہوتی ہے جس کا علم تمام چیزوں پر حاوی ہو، تاکہ وہ دشمنوں کی چالبازیوں سے بھی بخوبی واقف ہو۔

(۴) توکل اُس پر کیا جائے جو ہر چیز پر قادر ہو، ورنہ وہ کمزور سہارا قرار پائے گا۔

(۵) بھروسہ اُس پر کرنا چاہیئے جس کی حکومت پوری کائینات پر جاری و ساری ہو، ہر چیز اُس کے قبضۂ قدرت کے اندر ہو۔

اور یہ صفات صرف اور صرف خدا کی ذات میں پائے جاتے ہیں اور اس آیت میں اِن ہی صفات کو بیان کیا گیا ہے :

★ ..... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ (۵۹) وہی خدا جس نے آسمانوں اور زمین
وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ کو اور اُن کے درمیان جو کچھ بھی ہے،
سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی سب کو چھ دنوں (مرحلوں) میں پیدا
عَلَی الْعَرْشِ ۚ الرَّحْمٰنُ کیا۔ پھر عرش (یعنی) کائنات کے
فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِیْرًا ﴿۵۹﴾ عظیم الشان تختِ سلطنت پر جلوہ گر ہوا۔

(یعنی پوری کائنات پر اُسی کی حکومت جاری وساری ہوئی) وہی خدائے رحمٰن ہے، کہ اُس کی شان بان تو کسی جاننے والے عالم ہی سے پوچھنی چاہیئے۔

★ مشرک جاہل قومیں اپنے دیوتاؤں، دیویوں کو ہوا سمجھتی ہیں، اُن سے ڈرتی سہمتی رہتی ہیں صفتِ رحمانیت کا تصور اُن کے پاس نہیں۔ حتّٰی کہ عیسائیوں نے بھی صفتِ رحمت کے سمجھنے میں ٹھوکر کھائی ہے۔ اِسی لیے اِن کو کفّارہ کا سہارا لینا پڑا۔ جب حضرت عیسٰیؑ سولی پر چڑھ جائیں تب کہیں گناہگاروں کے گناہ معاف ہوسکیں گے۔ ورنہ نہیں۔ گویا خدا کی رحمت الگ سے کوئی چیز نہیں۔ اصل چیز حضرت عیسٰیؑ کی جان کا کفّارہ ہے۔

★ اِسی لیے مشرکین ہمیشہ رسولِ خداؐ سے یہی سوال کرتے رہتے تھے کہ اللہ کو تو ہم خوب جانتے ہیں۔ وہ تو قہّار وجبّار ہے۔ وہ معبودِ اعظم ہے۔ مگر یہ رحمٰن کیا ہوتا ہے؟ کیا کوئی دوسرا خدا ہے؟ اُس کی ماہیت صفات کیا کیا ہیں۔؟ ★..... (تفسیر ماجدی)

★ "فَسْـَٔلْ بِهٖ" "مجمع البیان" میں ہے، کہ یہودیوں نے اشیاء کی ابتدائی تخلیق کے متعلق قرآن کے خلاف بیان کیا تھا۔ اللہ نے اُن کی تنبیہ کے لیے فرمایا ہے کہ یہ باتیں اللہ سے دریافت کرو جو اِس چیز کا خبیر ہے۔ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ۩ (۶۰)

اور جب اُن لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اس خدائے رحمٰن کو سجدہ کرو، تو وہ کہتے ہیں کہ: "یہ رحمٰن کیا چیز ہوتی ہے؟ کیا تم جس کے لیے بھی کہدو، ہم اُسی کو سجدہ کرنے لگیں"؟ غرض آپؐ کی اِس بات کے کہنے سے اُن کی (خدائے رحمٰن سے) نفرت اور وحشت میں اور زیادتی ہوجاتی ہے۔ (سجدہ کیجیے)

★ کافروں کا یہ کہنا کہ: "رحمٰن کیا ہے؟ رب العالمین کس چیز کا نام ہے" سراسر ہٹ دھرمی تھا۔

بعض مفسّرین نے لکھا کہ عرب رحمٰن کو نہیں جانتے تھے لیکن آیت کا اندازِ بیان اور تیور خود بتا رہے ہیں کہ اُن کا یہ کہنا، نہ جاننے کی وجہ سے نہ تھا، بلکہ یہ اُن کی ضد، ہٹ دھرمی، کم بختی اور بغاوت تھی (کیوں کہ تاریخ سے قطعاً ثابت ہے کہ عرب میں خداوندِ عالم کے لیے رحمٰن کا لفظ عام طور پر استعمال ہوتا تھا۔

★ اِس آیت پر سجدہ کرنا مشروط ہے۔ اِس پر تمام اہلِ علم کا اتفاق ہے۔ اور یہ کہ اِس آیت کو پڑھ کر یہ بھی کہنا چاہیئے کہ خداوندا! ہمارے خضوع و خشوع کو اتنا ہی بڑھاتا رہ جتنی حق کے دشمنوں کی حق سے دشمنی بڑھتی جائے۔" (آمین)

★...... (تفہیم القرآن)

؎ "رُکتی ہے مری طبع، تو ہوتی ہے رواں اور" (چشمہ رہِ دشوار میں ہوتا ہے رواں اور) (غالب)

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾

(۶۱) بڑا ہی مبارک، ہمیشہ قائم و دائم ہے وہ (خدا)، جس نے آسمان میں برج (یعنی) بڑے بڑے ستارے بنائے (یا) سورج کی مختلف منزلیں بنائیں، اور اس میں ایک روشن چراغ (سورج) اور چمکتا دمکتا چاند روشن کیا۔

★ "سراج" یعنی چراغ سے مراد آفتاب (سورج) ہے۔ (راغب)

★ "سراج" سے مراد سورج ہے۔ (ابنِ کثیر)

★ "بُروج" یا قلعوں سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں۔

(تفسیر کبیر بقول ابنِ عباسؓ، ابنِ کثیر بقول مجاہدؒ، سعید ابن جبیرؓ، ابی صالح، الحسنؒ، قتادہ)

★ سورج کی مختلف منزلوں (یا قلعوں) کو عربی میں بُروج، ہندی میں راس کہتے ہیں۔

عربی میں اُن منزلوں کے نام یہ ہیں۔ حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت۔

ہندی نام یہ ہیں: میکھ، برکھ، متھن، کرک، سنگھ، کنیا، تلا، برچھک، دھن، مکر، کنبھ، مین۔

سورج ان منزلوں میں اس طرح قیام کرتا ہے کہ حمل، ثور، سرطان، اسد، سنبلہ میں ۳۱-۳۱ دن۔

جوزا میں ۳۲ دن۔ میزان، عقرب، دلو، حوت میں ۳۰-۳۰ دن اور قوس و جدی میں ۲۹-۲۹ دن صرف کرتا ہے۔ (از تفسیر انوار النجف جلد، ص ۱۳۹) مزید تفصیلات اسی جلد میں ملاحظہ فرمائیں۔

★ سورج کو سراج اس لیے فرمایا کہ عربی میں ایسے چراغ کو سراج کہتے جس کی روشنی خود اس کے اندر سے پیدا ہوتی ہے۔ جدید سائنس نے بھی یہی بتایا ہے۔ اور چاند کو منیر اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی روشنی کسی اور چیز سے حاصل ہوتی ہے۔ ★ ... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾

(۶۲) اور وہی خدا ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے جانے والا بنایا، ہر اُس شخص کے لیے جو سبق سمجھنا، نصیحت قبول کرنا، یا شکر ادا کرنا چاہے۔

★ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ "یہ خدا کی عظیم نعمت ہے، کہ رات کے بعد دن آتا ہے اور دن کے بعد رات آتی ہے، اگر رات ہی رات رہتی تو سردی سے ہر چیز جم جاتی، اگر دن ہی دن رہتا تو گرمی سے ہر چیز بھڑک اُٹھتی، دماغ پھٹ جاتا، اِس لیے کہ خدا کی رحمت ہے کہ دن کو رات میں، اور رات کو دن میں تبدیل کرتا رہتا ہے۔" (ماجدی)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلعم نے فرمایا: "جو کچھ تمھاری رات کی (سنّت) عبادت میں سے باقی رہ جائے اُس کو دن کے وقت قضا کر کے بجالاؤ، کیوں کہ خدا فرماتا ہے" پھر امام نے اسی آیت کو تلاوت فرمایا۔ پھر فرمایا: "یہ بات آلِ محمدؐ کے چھپے ہوئے رازوں میں سے ہے۔"

★ (تفسیر صافی ص ۳۶۱ بحوالہ من لایحضرہ الفقیہ، تہذیب، تفسیر قمی، تفسیر نمونہ، تفسیر نور الثقلین)

★ اگر ہماری زمین اپنی حرکت سے آہستہ حرکت کرے گی تو رات اور دن لمبے ہو جائیں گے جس سے ہر شے سردی کے باعث جم جائے گی، اور دن میں ہر چیز جل جائے گی۔ اگر زمین کی حرکت تیز ہوتی تو دن رات بہت جلد آتے جاتے۔ نہ صحیح طور پر ہم کام کر سکتے اور نہ حسب ضرورت سو سکتے۔

نیز یہ کہ زمین مرکز سے اور دور ہوتی چلی جاتی، اور بالآخر تمام چیزوں کو زمین باہر پھینک دیتی۔

نتیجہ یہ نکلا کہ ہم نظامِ فطرت کا جس قدر گہرا مطالعہ کریں گے، اُسی قدر شکر گذاری کی روح ہم میں بیدار ہوتی چلی جائے گی۔ ★ .... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ (۶۳) اور خدائے رحمٰن کے (حقیقی) غلام
يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ یا بندے ہیں، جو زمین پر آہستہ آہستہ
هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ (قدم رکھ کر) عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں
الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ اور جب جاہل لوگ اُن سے مخاطب
ہوتے ہیں تو وہ اُن سے کہدیتے ہیں کہ تم کو سلام ہے۔

★ آیت کا مقصد یہ ہے کہ رحمٰن کے بندے ہمیشہ تواضع اور انکساری کے ساتھ چلتے ہیں
* ..... (روح المعانی)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "اِس سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے جسم کے مطابق زمین پر چلتا ہے۔ اُس کی چال میں نہ تو کوئی بناوٹ ہوتی ہے اور نہ کوئی اکڑ یا شیخی۔"
* ..... (تفسیر صافی ص ۳۶۲ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

★ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "اِس آیت کے حقیقی اوّلین مصداق حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آں حضرتؐ کے بعد ائمہ اہلِ بیت علیہم السلام ہیں، جو ہمیشہ آہستہ آہستہ اور انکساری کے ساتھ چلتے ہیں۔"
* ..... (تفسیر قمی۔ کافی)

★ سلام سے یہاں مراد "بات ختم کردینا" یا "بات کو پی جانا" ہے۔

★ یہ سلام تسلیم سے نہیں، بلکہ تسلّم سے ہے۔ جس کے معنی علیحدہ ہونا، اور برأت چاہنا ہوتا ہے۔
* ..... (تفسیر قرطبی)

★ یوں تو ہر شخص خدا کا بندہ ہے، مگر خدا کے اصلی بندے وہ ہیں جو (۱) عقل و شعور استعمال

www.drhasanrizvi.com

کر کے خدا کی غلامی کی زندگی از خود اختیار کرتے ہیں۔ اور اس طرح اپنے اندر خدا کی اطاعت کا جوہر پیدا کرتے ہیں۔ یہ اطاعت کا جوہر اُن کی زندگی میں اس طرح اُجاگر ہوتا ہے کہ (۱) اُن کی چال ڈھال ہی بدل جاتی ہے، اُن کی زندگی کے ہر شعبہ میں کبر و نخوت کا نام و نشان تک باقی نہیں رہتا۔ کیوں کہ وہ ہر وقت خدا کی عظمت کے تصور سے جھکے رہتے ہیں، اُن کی چال میں بڑی آہستگی، اور وقار ہوتا ہے بیماروں کی چال نہیں، نہ ریاکاروں کی مکارانہ چال مراد ہے۔ چال میں کبر و نخوت کا اثر نہیں ہوتا۔

جناب رسولِ اکرمؐ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپؐ مضبوط قدم رکھتے ہوئے چلتے تھے جیسے نشیب کی طرف اُتر رہے ہوں۔" * ..... (تفہیم القرآن)

عِبَادُ الرَّحْمٰنِ (خدا کے خالص بندے)

اللہ کے خالص بندوں کی علامتیں اگلی آیتوں میں بیان کی گئی ہیں۔ (۱) وہ زمین پر باوقار، سکون سے چلتے ہیں، تکبر اور بڑائی اُن کی چال سے ظاہر نہیں ہوتی۔ (۲) جب جاہل لوگ ان سے جاہلانہ خطاب کرتے ہیں تو وہ غصے سے جواب نہیں دیتے بلکہ وہ بات کہتے ہیں جس میں دنیا و دین کی سلامتی کا راز پوشیدہ ہوتا ہے۔ (۳) پس اُن کا دن سلامتی کا ضامن، اور اُن کی رات اُن کے اور اُن کے خالق کے درمیان قرب و وصال کا سامان پیدا کرتی ہے یعنی (۴) رات کو عبادت۔ سجود و قیام میں گذارتے ہیں (۵) اللہ سے عذاب کے دفع کرنے کی دعائیں مانگتے ہیں یعنی اللہ کے بندوں کی شان یہ ہے کہ کثرتِ عبادت اُن کو خوفِ خدا سے الگ نہیں کرتی، بلکہ جس قدر عبادت بڑھتی جاتی ہے اُسی قدر اُن کے دل میں پروردگارِ عالم کی عظمت و جلال زیادہ ہوتا جاتا ہے، اور دلوں پر رُعب طاری ہوتا ہے، اور اُس کی گرفت کا ڈر پیشِ نظر رہتا ہے، اسی لیے معصومؑ نے فرمایا ہے کہ:

"مومن کا ایمان خوف و رجاء کے دو پہلوؤں کے درمیان بند ہوتا ہے، وہ ایک طرف تو اللہ کی رحمت کی اُمید رکھتا ہے، اور دوسری طرف اُس کی گرفت کا ڈر رکھتا ہے۔ اور یہ دونوں وزن میں برابر ہوتے ہیں"۔

(۶) خرچ کرنے میں فضول خرچی اور کنجوسی سے بچ کر درمیانہ خرچ کرتے ہیں۔ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

(۷) ساتویں علامت اللہ کے خالص بندوں کی یہ ہے کہ: وہ اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرتے۔
(۸) وہ نفسِ محترمہ کو قتل نہیں کرتے۔ (البتہ قصاص اور واجب القتل حدِ شرعی کے تحت اس سے مستثنیٰ ہے)
(۹) وہ زنا نہیں کرتے۔ تفسیر قمی سے منقول ہے کہ اثام، جہنم میں ایک وادی ہے جس میں پگھلا ہوا تانبہ ہوگا، اُس میں وہ جلے گا جو غیر اللہ کی پرستش کرے یا نفسِ محترمہ کا قاتل ہو، اور زانی ہو۔
(تفسیر انوار النجف)

★ خدائے رحمٰن کے حقیقی سچے بندے گالی کا جواب گالی سے، اور الزام تراشیوں کا جواب الزام تراشیوں سے نہیں دیا کرتے۔ ایسا کرنے والوں سے سلام کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں۔ اسی بات کو دوسری جگہ قرآن میں اس طرح فرمایا: " اور جب وہ کوئی بیہودہ بات سنتے ہیں تو اُس سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں، اور کہہ دیتے ہیں کہ (بھائی صاحب) ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں، خدا حافظ۔ ہم جاہلوں کو منہ نہیں لگایا کرتے۔" (سورۃ ۲۸ قصص آیت ۵۵ پ ۲۰)

سبق. معلوم ہوا کہ خدا پر ایمان لانا، انسان کے اندر تواضع، انکساری اور فروتنی پیدا کرتا ہے ایسی انکساری کہ چال ڈھال تک شریفانہ بن جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر انسان ذرا غور کرے کہ اس قدر عظیم کائنات کے مقابلے پر اُس کی حقیقت کیا ہے؟ ایک ناچیز ذرّے سے بھی کم وقعت رکھتا ہے۔ اس پر تکبّر کرنا کتنی بڑی حماقت ہوگا۔
(تفسیر نمونہ)

★ جناب رسولِ خدا نے ایک دیوانے کو دیکھا، جس پر لوگ ہنس رہے تھے، تو فرمایا: "آؤ میں تم کو حقیقی دیوانے کو دکھا دوں۔ حقیقی دیوانہ یہ نہیں، بلکہ وہ ہے جو غرور کی وجہ سے مٹک مٹک کر چلتا ہے، بار بار دائیں بائیں غرور سے دیکھتا ہے، کولھوں کو مٹکا مٹکا کر اتراتا ہے۔ اُس سے لوگوں کو کسی خیر یا فائدے کی اُمید نہیں ہوتی، نہ کوئی اُس کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔"
(تفسیر نور الثقلین)

www.drhasanrizvi.com

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ (۶۴) اور وہ جو اپنے پالنے والے مالک کے
سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾ سجدے میں اور نماز میں کھڑے ہو کر راتیں گذارتے ہیں

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا (۶۵) اور وہ جو (یہ) دعائیں مانگتے ہیں کہ:
اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ "اے ہمارے پالنے والے مالک! دور رکھ
اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ ۖ ہم سے جہنّم کی سزا کو جس کا عذاب پوری
تباہی ہے۔

اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا (۶۶) بیشک وہ جہنّم بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے
وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾ اور بدترین جگہ ہے، ہمیشہ رہنے کے لیے"۔

(آیت ۶۴ کی تشریح:) یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو حقوق النّاس کے ساتھ ساتھ حقوق اللہ کو بھی پوری طرح ادا کرتے ہیں۔ (تفہیم ماجدی)

★ اِس سے پہلے تو خدائے رحمٰن کے بندوں کے دنوں کا حال بیان ہوا تھا۔ اب ان کی راتوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ اُن کی راتیں شراب، کباب، عیّاشی، بدمعاشی میں نہیں گزرا کرتیں، بلکہ اُن کی راتیں خدا کے سامنے کھڑے ہو کر راز و نیاز میں بسر ہوتی ہیں۔ وہ بیٹھے لیٹتے خدا کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

★ خداوندِ عالم دوسری آیت میں ارشاد فرماتا ہے: "تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۖ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ (سورۃ السجدہ آیت ۱۶ پ ۲۱)

www.drhasanrizvi.com

یعنی: "اُن کے پہلو اُن کے بستر سے ناآشنا یا الگ رہتے ہیں، وہ اپنے پالنے والے مالک کو خوف اور اُمید کے ساتھ پکارتے رہتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے اُنھیں رزق دیا ہے اُس میں سے (راہِ خدا میں) خرچ کرتے رہتے ہیں۔"

★ سورۃ الذٰریٰت میں ارشاد فرمایا: "کَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ۝ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ۝" (سورۃ الذٰریٰت ۵۱ آیت ۱۷-۱۸ پ ۲۶)

یعنی: "وہ رات کو بہت کم سوتے ہیں۔ اور صبح کے وقت خدا سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔"

★ سورۃ الزمر میں ارشاد فرمایا: "اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَیَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ۔۔۔الخ" (سورۃ الزمر ۳۹ آیت ۹ پ ۲۳)

یعنی: (بھلا اُس شخص کا انجام کسی مشرک جیسا ہو سکتا ہے) جو اللہ کا فرماں بردار ہو؟ جو رات کے وقت سجدہ کرنے والا ہو، اور اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے والا، آخرت سے ڈرنے والا اور اپنے رب کی رحمت کا اُمیدوار ہو۔"

★ (آیت ۶۵ کی تشریح:) مومنین و کاملین انتہائی عبادت کے بعد بھی خدا کی سزاؤں سے خدا کی پناہ مانگتے رہتے ہیں۔ یہ خوف خدا کی عظمت کے احساس اور اپنی عبادتوں کے نقص کے احساس سے پیدا ہوتا ہے۔ اور یہی وہ خوف ہے جو ایک سخت پولیس کی مانند انسان کو برائیوں سے روکے رکھتا ہے۔
۔۔۔۔۔ (تفسیر نمونہ)

★ (آیت ۶۶ کی تشریح) آیت کا مطلب یہ ہے کہ عبادت کرنا، اُن میں غرور پیدا نہیں کرتا۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ اب ہم اللہ کے چہیتے بن چکے ہیں، لہٰذا جہنّم کا ہم سے کیا تعلق؟ بلکہ اپنی ساری نیکیوں کے باوجود خدا کی سزا سے کانپتے لرزتے ہیں۔ (جہنم کیوں کہ برا ٹھکانہ ہے) (تفہیم القرآن)

"مُستَقَر" اور "مقام" دونوں کے معنی ایسا ٹھکانہ جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہو۔
(راغب)

www.drhasanrizvi.com

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ (۶۷) اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں
يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَ تو نہ وہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ
كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾ کمی یا کنجوسی سے کام لیتے ہیں۔ ان کا
خرچ کرنا اِن دونوں اِنتہاؤں کے درمیان اعتدال کے درجے پر قائم رہتا ہے۔

فضول خرچی (اسراف) کے معنی

جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص نے کسی ایسی بات میں کچھ خرچ کیا جو حق کے خلاف ہے تو اُس نے اسراف کیا۔ اور جس نے حق پر خرچ کرنے سے خود کو روکا اُس نے کنجوسی یا کمی کی۔"

..... (تفسیر مجمع البیان، تفسیر صافی ص ۳۶۱، تفسیر قمی)

★ فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

"اِسراف کے معنی مال کو ضائع کرنا، اور خود کو نقصان پہنچانا ہے۔"

★ حضرت امام علیہ السلام سے دریافت کیا گیا: "اقتار" یعنی کنجوسی کیا چیز ہے؟
آپؑ نے فرمایا: "روٹی سے نمک کھانا، جبکہ بہتر چیزوں کے کھانے پر قدرت رکھتا ہو۔"

★ امام علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ "قواماً" (میانہ روی، اعتدال) کیا ہے"؟
آپؑ نے فرمایا: "خداوندِ کریم کے دیے ہوئے (حلال) رزق سے نمک، دودھ، سرکہ، مکھن وغیرہ کھانا، کبھی ایک چیز کھانا، کبھی دوسری چیز کھانا۔" پھر امامؑ نے یہی آیت پڑھی۔
پھر آپؑ نے ایک مٹھی کنکریوں کی بھر کر اُس کو مضبوطی سے پکڑا، اور فرمایا: یہ "اقتار" (کنجوسی) ہے (کہ مال ہوتے ہوئے خرچ نہ کرنا۔) پھر آپؑ نے دوسری مٹھی کنکریوں سے بھری اور پورا ہاتھ کھول دیا

www.drhasanrizvi.com

پھر فرمایا: "یہ اسراف ہے۔" (یعنی سارے کا سارا مال خرچ کر دینا، اور احتیاط سے کام نہ لینا)۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے ایک مٹھی اور بھری، اور اُس میں سے کچھ کنکریاں گرا دیں (اور کچھ کنکریاں مٹھی میں رکھیں) فرمایا: "یہ "قوام" یعنی میانہ روی، اعتدال ہے۔ (کہ جائز ضرورتوں پر خرچ کرے اور کچھ مال آئندہ کے لیے بطورِ احتیاط بچا کر رکھے)

*..... (تفسیر نور الثقلین جلد ۴، اصول کافی)

★ اسلامی نقطۂ نظر سے اسراف تین چیزوں کا نام ہے:

(۱) ناجائز حرام کاموں پر دولت خرچ کرنا۔ (۲) جائز کاموں پر حد سے زیادہ روپیہ خرچ کرنا۔ (۳) نیکی کے کاموں پر شہرت حاصل کرنے اور نمود و نمائش کے لیے خرچ کرنا۔ اور جو اللہ کی خوشی یا آخرت کے اجر و ثواب کمانے کے لیے نہ ہو۔

★ اسلام میں بخل (کنجوسی) کے معنی ہیں: (۱) اپنے مال کو اپنے بیوی بچوں پر ضرورت سے کم خرچ کرنا۔ (۲) نیکی کے کاموں پر خرچ نہ کرنا یا بہت کم خرچ کرنا۔ (تفہیم القرآن)

★ اعتدال کی راہ یہ ہے کہ جناب رسولِ خدا ؐ نے فرمایا: "اپنی معیشت اور اخراجات میں توسّط، عدل، درمیانی راہ اختیار کرو۔ یہی بات آدمی کے فقیہ، عقلمند اور دین کی گہری سمجھ بوجھ رکھنے کی علامت ہے۔" * (احمد۔ قرطبی)

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ناجائز حرام چیزوں پر خرچ کرنا اسراف ہے۔ اور حق پر خرچ نہ کرنا کنجوسی ہے۔" (تفسیر مجمع البیان، تفسیر انوار النجف)

★ جناب امیر المومنین ؑ سے منقول ہے کہ "اپنے کھانے اور پینے میں کوئی اسراف نہیں ہوتا۔"

★ جناب امام جعفر صادق ؑ نے فرمایا: "اسراف اُس میں ہے جو جسم و مال کو نقصان پہنچائے، اور کنجوسی یہ ہے کہ طاقت کے باوجود نمک، روٹی پر گذارا کرے، اور میانہ روی گوشت روٹی وغیرہ ہے۔"

*..... (صافی جلد ۹ صد ۲۲۔ تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾

(۶۸) اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے، اور کسی جان (شخص) کو جسے اللہ نے قتل کرنا حرام قرار دیا ہو، ناحق قتل نہیں کرتے، سوا اس کے کہ اُس کا قتل کرنا برحق یا ٹھیک ہو۔ اور جو زنا نہیں کرتے۔ اور جو کوئی ایسا کام کرے گا، وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا۔

★ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ خدائے رحمٰن کے نیک بندے تین بڑے گناہوں سے خاص طور پر بچے رہتے ہیں۔ جن میں سارے عرب مبتلا تھے (۱) شرک (۲) قتلِ ناحق (۳) زناکاری۔ (تفہیم القرآن)

★ جناب رسولِ خداؐ سے دریافت کیا گیا کہ: "سب سے بڑا گناہ کیا ہے"؟ فرمایا: "یہ کہ تم کسی کو اللہ کے برابر قرار دو، حالانکہ تمھیں اللہ نے پیدا کیا ہے۔" پھر دریافت کیا گیا: اِس کے بعد سب سے بڑا گناہ کیا ہے"؟ فرمایا: "یہ کہ اپنی اولاد کو اِس خوف سے قتل کر ڈالو کہ وہ تمھارے ساتھ کھانے میں شریک ہو جائے گی"

(یاد رہے کہ فیملی پلاننگ بمنزلِ بچے کو قتل کرنا نہیں ہے۔ بقول حضرت علیؑ) (مؤلف)

جناب رسولِ خداؐ سے پھر دریافت کیا گیا کہ "اس کے بعد سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟"

فرمایا: "یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرو۔"

★..... (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، احمد)

★ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "اثام" جہنّم کی ایک وادی کا نام ہے جس میں ہر طرف پگھلا ہوا تانبہ ہوگا اُس میں غیر خدا کی عبادت کرنے والے، ناحق قتل کرنے والے، اور زناکار ڈالے جائیں گے (صافی)

www.drhasanrizvi.com

يُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ (۶۹) قیامت کے دن اُس کو دوگنی
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ چوگنی سزا دی جائے گی، اور اُس کو
فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ وہاں (جہنّم میں) ہمیشہ ہمیشہ ذلیل وخوار
بنا کر رکھا جائے گا۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ (۷۰) سوا اِس کے کہ وہ توبہ کر چکا ہو،
عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ اور اُس نے خدا اور رسولؐ کو) دل سے
يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ مان کر اچھّے اچھّے کام بھی کیے ہوں،
حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ تو اللہ ایسے ہی لوگوں کی بُرائیوں
غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾ کو اچھّائیوں سے بدل دے گا،
اور اللہ تو بہت ہی زیادہ معاف کرنے والا، بیحد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

★ **توبہ کی اہمیّت اور فوائد** "اِلَّا مَنْ تَابَ" یعنی توبہ کرنے کے بعد توبہ کرنے والے کے اعمالنامے میں بُرائی کی بجائے نیکی لکھی جائے گی، اور گناہ کی جگہ ثواب درج ہوگا۔ گویا سابق شرک کی بجائے توحید پرستی، اور سابق زنا کی جگہ عفّت و پاکدامنی اُس کے اعمالنامے میں لکھی جائے گی۔

★..... (تفسیر انوار النجف)

★ تفسیر صافی میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

www.drhasanrizvi.com

نے ارشاد فرمایا کہ " میرے اہلِ بیتؑ کی محبت گناہوں کا کفّارہ بنتی ہے ، اور نیکیوں میں اضافہ کرتی ہے ، اور ہم سے محبت کرنے والوں نے جو لوگوں کے حقوق کھائے ہیں (مظالمِ عباد) اُن کو خدا خود ادا کرنے کی ذمّہ داری لے لے گا۔ بشرطیکہ اُنھوں نے مومنوں کی حق تلفی اور ضرر رسانی نہ کی ہو"

* ۔۔۔۔۔ (تفسیرِ صافی ، تفسیر انوار النجف)

★ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا : " قیامت کے دن ایک مومن کو لایا جائے گا خدا کا حکم ہوگا : " اِس کو اِس کے چھوٹے چھوٹے گناہ دکھائے جائیں ، اور اِس کے بڑے بڑے گناہوں کو مٹا دیا جائے " جبکہ وہ مومن اپنے تمام گناہوں کا خود اعتراف کرتا ہوگا ۔ لہٰذا اُس کی برائیوں کی جگہ نیکیاں لکھی جائیں گی ، حتّٰی کہ وہ بندۂ مومن حیران و ششدر رہ جائے گا کہ میرے گناہ کہاں چلے گئے ؟ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ یہ فرما کر جنابِ رسولِ خداؐ اس قدر ہنسے کہ آپؐ کے دندانِ مبارک ظاہر ہو گئے ۔

* ۔۔۔۔ (تفسیر مجمع البیان بروایت صحیح مسلم حضرت ابوذر غفاری ، نور الثقلین جلد ۴ ، تفسیر نمونہ ، انوار النجف)

★ سورۃ الشوریٰ میں آیتِ مودّۃ اِس امر کی شاہد ہے ۔ ارشاد ہوا ۔ " اے رسولؐ ! ان سے کہدو کہ میں اجرِ رسالت تم سے نہیں مانگتا سوائے قریبیوں (آلِ محمدؐ) کی محبت کے ۔ اور جس کسی نے یہ نیکی کمائی ، ہم اُس کی اِس نیکی (محبتِ آلِ محمدؐ) میں اُس کے لیے اور زیادتی کر دیں گے ۔ بیشک اللہ بڑا ہی بخشنے والا ہے (گناہوں کو) اور اِس نیکی پر تمہارا شکر گزار بھی ہے

(سورۃ ۴۲ الشوریٰ آیت ۲۳ پ ۲۵)

★ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا : " جو بندہ مرنے سے ایک سال قبل توبہ کرے اُس کا گناہ معاف ہو جاتا ہے ۔ پھر فرمایا : " ایک ماہ قبل " پھر فرمایا : " ایک ہفتہ قبل ، بلکہ قبل از موت جبکہ آثارِ موت ظاہر نہ ہوئے ہوں ۔ لیکن آثارِ موت ظاہر ہونے کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی ۔ "

(روح الحیات صفحہ ۲۹۷ علامہ مجلسیؒ)

www.drhasanrizvi.com

★ یعنی جو شخص اپنے کفر کو اسلام سے بدل دے اور اپنے گناہوں کو خدا کی اطاعت سے بدل دے تو اُس کا گذشتہ کفر اور گناہ اسلام اور خدا کی اطاعت کرنے کی برکت سے محو ہو جائیں گے۔ پھر اطاعت کرنے کی وجہ سے صرف نیکیاں ہی نیکیاں لکھی جائیں گی۔"

★ ...... (تفسیر ماجدی)

نتیجہ : "جب خدا کافر کے مسلمان ہونے پر اُس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے، تو ایک گناہگار مومن کے سچے دل سے توبہ کرنے اور اپنی اصلاح کر لینے پر کیوں نہ معاف کرے گا۔؟"

★ ...... (قرطبی)

★ ایک بوڑھا حضورِ اکرمؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرے گناہ اتنے زیادہ ہیں کہ اگر ساری دنیا پر تقسیم کر دیے جائیں تو تمام انسانوں کو لے ڈوبیں۔ کیا میری معافی کی کوئی صورت ہے ؟

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: "کیا تم نے دل سے اسلام کو قبول کر لیا ہے"؟ اُس نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمدؐ اللہ کے سچے رسولؐ ہیں"۔ آپؐ نے فرمایا: "اللہ معاف کرنے والا ہے"۔ اُس نے عرض کی: "میرے سارے کے سارے قصور"؟ فرمایا: "ہاں"۔

★ ...... (ابنِ کثیر بحوالہ ابنِ ابی حاتم)

★ جناب امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا گیا: "خوبی کیا چیز ہے"؟ آپؑ نے فرمایا: "خوبی یہ نہیں ہے کہ تمہارے مال اور اولاد میں فراوانی ہو جائے، بلکہ خیر و خوبی یہ ہے کہ تمہارا علم زیادہ اور حلم بڑا ہو، اور تم اپنے پروردگار کی عبادت پر ناز کر سکو۔ اب اگر اچھا کام کرو تو اللہ کا شکر بجالاؤ، اور اگر کسی بُرائی کا ارتکاب کرو، تو پھر توبہ و استغفار کرو۔ اور دنیا میں صرف دو شخصوں کے لیے بھلائی ہے۔ ایک (۱) وہ جو گناہ کرے اور توبہ سے اُس کی تلافی کر لے۔ اور دوسرا (۲) وہ جو نیک کاموں میں تیز گام ہو۔ (یعنی نیک کاموں میں التواء سے کام نہ لے بلکہ پہلی فرصت میں انجام دے۔)

★ ...... (نہج البلاغہ قول ۹۳ ص ۸۲۱)

...... آنحضرتؐ نے فرمایا: "توبہ کرنے میں جلدی کرو کہیں اگلے لمحہ میں موت نہ آجائے"۔

(از حدیث قدسی)

www.drhasanrizvi.com

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا (۷۱) اور جو شخص (خدا سے) توبہ کرکے
فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ نیک کام کرے، تو حقیقتاً وہ خدا کی
مَتَابًا ﴿۷۱﴾ طرف پلٹ آتا ہے، جیسا کہ پلٹ آنے
کا حق ہے۔

وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ (۷۲) اور (خدائے رحمٰن کے اصلی بندے وہ ہیں)
الزُّورَ ۙ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ (یا) وہ گانے
مَرُّوا كِرَامًا ﴿۷۲﴾ (کے اجتماع) میں حاضر نہیں ہوتے۔
اور جب وہ کسی بیہودہ (گناہ کی) باتوں کی طرف سے گذرتے ہیں تو وہ
شریف آدمیوں کی طرح (اپنا دامن بچاکر) وہاں سے گذر جاتے ہیں۔

آیت ۷۱ کی تشریح: جناب رسولِ خدا ص نے فرمایا: "کوئی شخص خدا کے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں جو گناہگار ہو اور توبہ کرلے۔"

★ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: "مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو خدا کی رحمت سے ناامید ہے، حالانکہ گناہوں کو مٹانے والی چیز اُس کے پاس ہی ہے۔"

★ کسی نے دریافت کیا: "یا حضرت! وہ کیا چیز ہے؟"

★ آپ نے فرمایا: "استغفار"۔ خود کو توبہ و استغفار سے معطر کرو، تاکہ گناہوں کی بدبو تمھیں (بارگاہِ خداوندی میں) شرمندہ نہ کرے۔" ★ (روح الحیات علامہ مجلسی ص ۲۶۷)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بندہ گناہ کرلیتا ہے

www.drhasanrizvi.com

اور اُس کو بیس سال کے بعد جب یاد آتا ہے تب وہ توبہ کرتا ہے، اُس کی بھی توبہ قبول ہوتی ہے۔ اور کافر گناہ کر کے اُسی وقت بھول جاتا ہے۔"

پھر فرمایا: "جو کوئی ہر روز اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کہے، خداوند کریم اُس کے سات سو گناہ معاف فرماتا ہے، حالانکہ بندے میں اتنی طاقت نہیں کہ دن بھر میں سات سو گناہ کرے۔"

(روح الحیات ترجمہ عین الحیوٰۃ علامہ مجلسیؒ)

آیت ۷۲: لغو اور زُور کی تشریح

★ علامہ زمخشری نے لکھا کہ "زُور" کے اصل معنی انحراف کرنے یا غلط راستہ اختیار کرنے کے ہیں۔

(تفسیر کشاف جلد ۳ صـ ۵۲)

★ کیوں کہ جھوٹ بولنا یا جھوٹی گواہی دینا حق سے منحرف ہوجانا ہے اس لئے جھوٹ کو "زُور" کہا ہے۔

(لغات القرآن نعمانی جلد ۲ صـ ۱۴۷)

★ فرزندِ رسولِ خدا امام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ "زُور" سے مراد گانا بجانا، راگ رنگ، ناچ گانا، لہو و لعب کی محفلیں بھی ہیں۔"

(تفسیر صافی صـ ۳۶۳، الکافی، تفسیر مجمع البیان)

★ ایک شخص نے امام علیہ السلام سے سوال کیا کہ میرے پڑوس میں ایک گانے والی کنیز ہے جب وہ گاتی ہے اور میں بیت الخلاء میں جاتا ہوں تو اُس کی آواز سنتا ہوں تو بیت الخلاء سے نکلنے میں قصداً تاخیر کرتا ہوں۔" آپؑ نے فرمایا: "ایسا نہ کر۔" اُس نے عرض کی: "میں گانا سننے کے لیے تو بیت الخلاء نہیں جاتا، بلکہ کان میں آواز آتی ہے تو سن لیتا ہوں۔"

آپؑ نے ارشاد فرمایا: "کیا تم نے نہیں سنا کہ آنکھ، کان، ناک وغیرہ خدا کے سامنے گواہی دیں گے۔"

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سلمانؓ سے ارشاد فرمایا: "اے سلمان! زمانۂ آخر میں سب سے بُری چیز جو رونما ہوگی وہ قرآن مجید کو گا کر پڑھنا ہوگا۔"

★ نیز آنحضرت صؐ نے ارشاد فرمایا: "قرآن مجید کو عربی لحن میں پڑھا کرو، علاوہ ازیں اُس

www.drhasanrizvi.com

صوت ولحن میں مت پڑھو کہ جو لحن وصوت اہلِ فسق وفجور کی ہے، اِس لیے یہ گناہانِ کبیرہ میں سے ہے۔

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"گانا گانے والی کنیزوں کی خرید و فروخت حرام ہے، اِس پیشہ سے روزی حاصل کرنے والا ملعون ہے، اُن کنیزوں کو تعلیم دینا کفر ہے اور غنا کا سُننا نفاق ہے۔"

★ ---- (روح الحیات ص۳۱۵)

★ آپؑ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"جس گھر میں غنا ہو وہ مسکن ہے بلاؤں کا۔ اُس گھر میں دعا قبول نہیں ہوتی، اور نہ فرشتوں کا نزول ہوتا ہے، وہ گھر رحمتِ خداوندی سے محروم رہتا ہے۔"

★ ---- (روح الحیات ص۳۱۳)

★ اور "لغو" سے مراد "ہر لایعنی کام جو بچنے کے قابل ہو۔ جیسے گانا بجانا، تماشے میلے ٹھیلے وغیرہ۔" (روح، قرطبی)

★ "لغو" کا لفظ اصل میں ہر باطل اور ہر قسم کے شر کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ خاص طور پر جھوٹ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ انسان جو بُرائی بھی کرتا ہے کسی جھوٹی لذّت یا ظاہری جھوٹے فائدے کے لیے کرتا ہے۔ اگر وہ ملمّع جو شیطان بُرائی پر چڑھاتا ہے اُتر جائے تو انسان اُس کی اصل شکل دیکھ لے اور کبھی اُس کے قریب نہ پھٹکے۔ ہر بُرائی اپنی جھوٹی چمک دمک ہی کی وجہ سے ہمیں اپنی طرف کھینچتی ہے۔ مومن کیوں کہ حق کو پہچان چکا ہوتا ہے اِس لیے وہ بُرائی کے جھوٹے ملمّع سے دھوکا نہیں کھاتا۔ اِسی لیے وہ جھوٹ کے ہر روپ اور ہر بھیس کو پہچان لیتا ہے چاہے وہ کتنا ہی خوبصورت روپ اختیار کر کے ساتوں سنگھار کر کے بھی اُس کے سامنے آجائے، تب بھی مومن بُرائی کی شکل کو پہچان لیتا ہے۔ اِسی لیے مومن بُرائی کی طرف سے ایک نظر ڈالے بغیر اُسے گندگی کا ڈھیر سمجھ کر شریفانہ انداز میں گذر جاتا ہے۔

★ ---- (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا (۷۳) اور جب اُنھیں اُن کے پالنے
بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا والے مالک کی آیتوں، دلیلوں اور
عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿۷۳﴾ باتوں کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے،
تو وہ بہروں اور اندھوں (اور احمقوں) کی طرح (ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ
ہوکر) منھ کے بل اُلٹے گر نہیں پڑتے (یا) اندھے اور بہرے بن کر اُلٹے
لوٹ نہیں جاتے۔

★ خدائے رحمٰن کے بندوں کی گیارہویں صفت اور علامت یہ ہے کہ جب اُن کے سامنے وعظ و نصیحت کے لیے آیاتِ خداوندی کی تلاوت کی جائے تو وہ آیات کو عبرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور تفکر و تدبّر کرکے معرفت کی منازل پر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ بہروں کی طرح سنیں یا اندھوں کی طرح اُن کی طرف نہ دیکھیں اور اپنی ضد پر ڈٹے رہیں۔
★ ..... (تفسیر انوار النجف)

★ آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسے لوگ نہیں ہیں جو خدا کی آیتوں، دلیلوں اور نشانیوں کو سن کر ٹس سے مَس نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ آیت کے ہر ہر لفظ کا بڑا گہرا اثر لیتے ہیں۔ پھر اس کی اطاعت کرنے کی بھرپور کوششیں بھی کرتے ہیں۔ جس بات کی خدا مذمّت بیان فرماتا ہے اُس کے تصوّر سے بھی کانپ جاتے ہیں۔ ★ .... (تفہیم القرآن)

نتیجہ معلوم ہوا کہ خدائے رحمٰن کے خاص بندے ہر کام غور و فکر سے کرتے ہیں اور ہر قدم سوچ سمجھ کر اُٹھاتے ہیں۔ کوئی کام شک و شبہ کے عالم میں، یا بے سوچے سمجھے نہیں کرتے۔ ★.. (تفسیر نور الثقلین جلد ۴ بقول امام جعفر صادقؑ)

www.drhasanrizvi.com

وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا (۴۷) اور (خدائے رحمٰن کے بندے وہ ہیں) جو

هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا یہ دعائیں مانگا کرتے ہیں کہ: "اے

وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ ہمارے پالنے والے مالک! ہمیں ہماری

وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ بیویوں اور ہماری اولادوں سے آنکھوں

إِمَامًا (۷۴) کی ٹھنڈک (یا) دلی خوشی عطا فرما اور

ہمیں متقین (یعنی) خدا کی عظمت سے متاثر ہو کر برائیوں سے بچنے والوں کا رہنما بنادے

اِن تمام آیتوں کے حقیقی مصداق محمدؐ وآلِ محمدؐ ہیں

اس آخری صفت کے بلکہ بیان کردہ جمع اوصاف کے حقیقی مصداق حضرت محمدؐ وآلِ محمدؐ ہیں۔ البتہ بعض صفات آلِ محمدؐ کے چیدہ چیدہ شیعہ افراد میں پائی جاتی ہیں۔ خداوندِ کریم ہم سب کو محمدؐ وآلِ محمدؐ کی غلامی کی صحیح توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔

* ..... (تفسیر انوار النجف)

★ بہت سی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کے اولین اور حقیقی مصداق محمدؐ وآلِ محمدؐ ہیں۔

★ فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: "اس آیت کے (اولین) مراد ہم ہیں۔"

* ..... (تفسیر نور الثقلین)

★ دوسرے مومنین بھی جس قدر ان اچھی صفات کو اپنے اندر پیدا کریں گے اُسی قدر دوسروں کے پیشوا بنیں گے۔

* ..... (تفسیر نمونہ)

نتیجہ بعض مفسرین نے نتیجہ نکالا کہ معنوی، روحانی پیشوائی کا مقام حاصل کرنے کی درخواست کرنا بُری چیز نہیں۔ بلکہ پسندیدہ ہے اس لیے کہ یہ فطرتِ انسانی کا تقاضا ہے۔ (تفسیر قرطبی، تفسیر کبیر امام رازی)

؎ مقام ہمسفروں سے ہو اس قدر آگے ؛ کہ سمجھے منزلِ مقصود کارواں مجھ کو *.. (اقبالؔ)

www.drhasanrizvi.com

أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ﴿٧٥﴾

(۷۵) یہ ہیں وہ لوگ جو اپنے صبر و تحمل کے بدلے میں جنت میں اونچا درجہ پائیں گے، اور وہاں اُن کا استقبال اور احترام تسلیمات کے ساتھ ہوگا۔

خَالِدِينَ فِيهَا ۚ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿٧٦﴾

(۷۶) جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (سبحان اللہ) کیا ہی اچھا ہے وہ مقام اور ٹھکانا ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے لیے۔

صبر کی منزلت اللہ کی نظر میں

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صبر کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) صبر علی المصیبۃ (خدا کی اطاعت کے لیے تکلیف پر صبر)
(۲) صبر علی الطاعۃ (گناہوں سے بچنے، اپنی نفسانی خواہشات کو روکنے کی زحمت پر صبر)
(۳) صبر علی المعصیۃ (ترکِ معصیت (گناہ نہ کرنے) پر صبر)

(۱) جو شخص مصیبت پر صبر کرے خداوند عالم اُسے تین سو درجات (جنت میں) عطا فرمائے گا جس کے ایک درجے سے دوسرے درجے کا فاصلہ زمین و آسمان کے درمیانی فاصلے کے برابر ہوگا۔

(۲) جو شخص اطاعتِ الٰہی کی تکلیف پر صبر کرے، اُس کے لیے چھ سو درجات ہیں، جس کے ایک درجے سے دوسرے درجے کا فاصلہ منتہائے زمین و آسمان کے درمیانی فاصلے کے برابر ہوگا۔

(۳) جو شخص ترکِ گناہ پر صبر کرے، اُس کے لیے نو سو درجات ہیں، جس کے ایک درجے سے دوسرے

www.drhasanrizvi.com

درجے کا فاصلہ منتہائے زمین سے منتہائے عرش کے برابر ہوگا۔
(روح الحیات صفحہ ۶۳۹ ترجمہ عین الحیوۃ علامہ مجلسیؒ) ★۔۔۔۔۔۔

★ بسندِ معتبر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے منقول ہے کہ "قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو ایک جگہ جمع کرے گا، اُس وقت ایک منادی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا دے گا (جس کی آواز کو سب سُنیں گے)، کہاں ہیں وہ لوگ جو صبر کرتے تھے"؟

پس لوگوں کا ایک گروہ آئے گا، جس کے استقبال کے لیے فرشتے آئیں گے اور دریافت کریں گے "تم نے کس چیز پر صبر کیا"؟ وہ کہیں گے: "ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی زحمتوں پر صبر کیا، اور ترکِ گناہ کی زحمتوں پر صبر کیا، اور اُس کی مشقت برداشت کی"۔

تب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک فرشتہ ندا دے گا "یہ اللہ تعالیٰ کے بندے بالکل سچ کہتے ہیں۔ اِنھیں جنّت میں بے حساب کتاب جانے دو"۔
(روح الحیات صفحہ ۶۳۹-۶۴۰) ★۔۔۔۔۔۔

★ جناب امیر المومنین حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:
"صبر و استقامت کو ایمان کے ساتھ وہی مقام حاصل ہے جو مقام سر کا جسم سے ہوتا ہے"۔
(تفسیر نور الثقلین۔ تحف العقول) ★۔۔۔۔۔۔

★ "تحیۃ" ایسی گفتگو کو کہتے ہیں جو کسی کے دل میں خوشی پیدا کردے جس میں دوسرے کا احترام بھی ہو، اور اظہارِ محبت بھی ہو۔

★ 'سلام' کے معنی سلامتی یعنی زندگی کی دعاء دینا ہے، پھر اِس پر مزید تاکید یہ فرمائی کہ وہ لوگ جنّت کی اُن نعمتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (سبحان اللہ) ★۔۔۔(تفسیر نمونہ)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السلام نے فرمایا:
"اگر کوئی مومن بلا میں گرفتار ہو اور اُس پر صبر کرے خداوندِ عالم اُسے ہزار شہیدوں کا ثواب بخشے گا"۔
(روح الحیات صفحہ ۶۳۹) ★۔۔۔۔۔

www.drhasanrizvi.com

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا (۷۷)

(۷۷) اب آپ فرما دیجیے کہ "میرا پالنے والا مالک تمھاری کوئی پرواہ نہیں کرتا، اور نہ اُسے تمھاری کوئی حاجت ہے، اگر تم اُس کو نہ پکارو (کیوں کہ دعا، نہ مانگ کر) تم نے اُسے جھٹلا دیا ہے۔ پس عنقریب تم وہ سزا پاؤ گے جس سے پھر جان چھڑانا ناممکن ہوگا۔

★ فرزندِ رسول اللہؐ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ: "قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت کرنا افضل ہے یا کثرت سے دعا، مانگنا افضل ہے"؟

★ امام علیہ السلام نے فرمایا: "کثرت سے دعا، مانگنا قرآن مجید کی تلاوت سے افضل ہے"۔

★ پھر امام علیہ السلام نے دلیل کے طور پر اسی آیت کو تلاوت فرمایا۔

★ (تفسیر نمونہ، تفسیر عیاشی، تفسیر انوار النجف، تفسیر مجمع البیان، تفسیر صافی)

★ دعا، مانگنا، قرآن مجید پر عمل کرنا ہے۔ اور دعا، تضرع اور چپکے چپکے مانگی جائے۔ کیوں کہ چیخنے چلانے کو خدا پسند نہیں کرتا، یہ حد سے بڑھ جانا ہے۔ (مؤلف)

★ اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ: "اگر خدا پر ایمان لانے کے بعد بھی خدا سے دعا، نہ کرتے تو خدا کی خاص رحمتیں تمھاری طرف توجہ نہ کرتیں۔ اب جب کہ تم خدا کی رحمتوں ہی کا انکار کر رہے ہو تو پھر اب تمھیں خدا کے عذاب اور سزا ہی کی توقع رکھنی چاہیے"۔ آیت کا دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر تم خدا کو خدا نہ مانو گے تو پھر وہ بھی تمھاری کوئی پرواہ نہ کرے گا۔" ★ ....(تفسیر ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

★ حاصلِ مطلب یہ ہے کہ اگر تم لوگ اللہ سے دعاء نہ مانگو گے تو اللہ کا کچھ نہ بگڑے گا۔ پھر اللہ تمہاری کوئی پرواہ نہ کرے گا۔ اللہ کی تم سے کوئی حاجت اٹکی ہوئی نہیں ہے کہ اگر تم اُس کی عبادت نہ کرو گے تو اُس کا کوئی کام رُک جائے گا۔ خدا کی توجہات تمہاری طرف اُسی وقت زیادہ ہوتی ہیں جب تم اُس کی طرف اپنا ہاتھ پھیلاتے ہو۔ اگر تم اپنا ہاتھ اُس کی طرف پھیلا کر دعاء نہ کرو گے تو کوڑے کرکٹ کی طرح پھینک کر نظر انداز کر دیے جاؤ گے۔

★۔۔۔۔۔ (تفہیم القرآن)

نتیجہ : جو شخص خدا سے جس قدر زیادہ دعاء کرتا ہے اُسی قدر خدا کے نزدیک اُس کی قدر و منزلت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ یہ بھی خداوندِ کریم کی عجیب شانِ بے نیازی اور شانِ کبریائی ہے جبکہ ہم کسی انسان سے زیادہ سوال کریں تو اُس کے نزدیک ہماری قدر و منزلت گر جاتی ہے۔ ★ (مؤلف)

شرائطِ دعاء خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا: " اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝" (سورۃ الاعراف آیت ۵۵ پ ۸) یعنی: " اپنے پالنے والے مالک سے دعاء مانگو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے، بیشک وہ حد سے بڑھ جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

★ شرائطِ دعاء یہ بھی ہیں کہ (۱) خدا کی معرفت (۲) دل سے دعاء مانگے (۳) صرف خدا سے توقعات رکھے (۴) خدا کی اطاعت کرے (۵) اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے حتی الامکان کوشش کرے۔

★۔۔۔۔۔ (تفسیر نمونہ)

★ جنابِ رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا: " دعاء مومن کا ہتھیار ہے۔ دین کا ستون ہے، عبادت کی روح اور آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ (اصول کافی جلد ۲)

★ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: " دعاء کامیابیوں کی چابی، کامرانیوں کی طرف لے جانے والی ہے اور بہترین دعاء وہ ہے جو پاک دل، اور گناہوں سے بچنے والے دل سے بلند ہو۔" ★ (اصول کافی جلد ۲)

★ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: " دعاء تیز نوک نیزہ سے بھی زیادہ تیز اثر رکھتی ہے۔"

★ (اصول کافی جلد ۲ ابواب الدعاء)

★ ع (دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے)

www.drhasanrizvi.com

سُوْرَۃُ الشُّعَرَآء کی خصوصیات

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

"جو شخص طواسینِ ثلاثہ (یعنی سورۃ ۲۶ الشعراء، سورۃ ۲۷ النمل، سورۃ ۲۸ القصص)

★ ہر شبِ جمعہ پڑھے گا، تو وہ اولیاءِ خدا (خدا کے خاص دوستوں) میں سے ہوگا۔

★ پھر وہ خدا کی رحمتوں اور حفاظتوں میں رہے گا۔ وہ دنیا کی کوئی تنگی ترشی نہ دیکھے گا۔

★ آخرت میں اُس کو جنّت میں اس قدر حصّہ ملے گا کہ وہ راضی ہو جائے گا،

★ بلکہ اُس سے بھی زیادہ اُس کو ملے گا۔

★ اور ایک سو حُورِ عین اُس کو عطا کی جائیں گی۔

★..... (تفسیر بُرہان بروایت ابوبصیر)

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص سورۃ الشعراء کو پڑھے گا، تمام مومنین اور مومنات کی تعداد سے دس گنا زیادہ نیکیاں اُس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائیں گی۔ وہ قبر سے کلمۂ توحید پڑھتا ہوا اُٹھے گا۔

★ جو شخص صبح سویرے اِس سورۃ کو سمجھ کر پڑھے گا، گویا اُس نے تمام آسمانی کتابوں کی تلاوت کر لی۔

★ اور جو شخص اِس سورۃ کو لکھ کر پانی سے دھو کر پیئے گا وہ ہر بیماری سے شفا پائے گا

★..... (خواص القرآن)

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

★ "جو شخص اِس سورۃ کو پڑھتا رہے گا، اُس کے گھر میں چور داخل نہ ہوگا، اور نہ وہ غرق ہوگا

www.drhasanrizvi.com

* اور جو شخص اس سورۃ کو لکھ کر سفید مرغ کی گردن میں باندھ کر چھوڑ دے، وہ مرغ خزانے پر جا کر کھڑا ہو جائے گا۔ یا جادو کے مقام پر رکے گا، اور اپنی چونچ سے اسے کھود کر ظاہر کر دے گا۔"

* ..... (تفسیر انوار النجف)

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

* "جو شخص سورۃ الشعراء کو (سمجھ کر) پڑھے، اس نے حضرت نوحؑ کی تصدیق کی۔ اور اس کو حضرت نوحؑ کی تکذیب کرنے والوں کی تعداد سے دس گنا نیکیاں ملیں گی، اس نے حضرت ہودؑ حضرت شعیبؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ابراہیمؑ اور محمد محمدؐ (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تصدیق کی۔ اس کو، ان کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کی تعداد سے دس گنا زیادہ نیکیاں ملیں گے۔"

* ..... (تفسیر مجمع البیان)

(اہم نوٹ) مگر قرآن مجید کے کسی سورے کے پڑھنے یا تلاوت کرنے کا مطلب بغیر سوچے سمجھے پڑھنا ہرگز نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ:

"لَا تِلَاوَةَ بِلَا تَدَبُّر" وہ تلاوت ہی نہیں جس میں غور و فکر نہ ہو"

* ..... (نہج البلاغۃ)

* غور و فکر صرف اور صرف اسی وقت ممکن ہے جب آدمی کسی کتاب کے مضامین کو سمجھ کر پڑھے۔ یہی سوچنا سمجھنا انسان کے اندر انقلابِ عظیم برپا کر دیتا ہے۔ اسی لیے قرآن کے لیے خود خدا نے ارشاد فرمایا کہ:

"لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ" یعنی یہ قرآن ان لوگوں کے لیے ہے جو غور و فکر کرتے ہیں۔" (القرآن)

ے یہ بزمِ قرآں ہے، یہاں کوتاہ فہمی ہیں ہے محرومی ∴ جو پڑھتا ہے سمجھ کر، سوچ کر، قرآن اسی کا ہے۔ جعفر نقوی

* ایسی تلاوتِ قرآن جو غور و فکر پر مبنی ہوتی ہے، عمل کی طرف رغبت دلاتی ہے: "فَهُوَ الْمَطْلُوبُ" یعنی (پس یہی تو اصل مقصود ہے) * (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

رکوعاتھا ۱۱	سُورَةُ الشُّعَرَآءِ مَكِّيَّةٌ	اٰیاتھا ۲۲۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو فیض پہنچانے والا، بے حد مسلسل رحم کرنے والا (رحیم) ہے۔

طٰسٓمّٓ ① (۱) طا، سین، میم۔

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جمیع مقطعات اللہ تعالیٰ کے اسمِ اعظم پر مشتمل ہیں جس کو نبیؐ یا امامؑ ہی ترتیب دے سکتے ہیں۔ اور اسی کے ذریعے سے اُن کی دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔

★...... (تفسیر برہان، تفسیر انوار النجف)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ: "میرے پاس حروفِ مقطعاتِ قرآنیہ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ ★ (تفسیر صافی بحوالہ عیاشی، انوار النجف)

★ حروفِ مقطعات کی تفسیر اپنی رائے سے کرنا قطعی حرام ہے۔ اگرچہ فریقین کے علماء نے ان کی توجیہات کی ہیں۔ ★..... (حاشیہ قرآن الحکیم مولانا فرمان علی)

★ تفسیر کبیر میں ہے کہ عرفاءِ کرام نے لکھا کہ: "ط" سے مراد عرفاء کے دلوں کا "طرب" "سین" سے مراد "سرورِ محبتیں" یعنی خدا سے محبت کرنے والوں کے لطف و سرور کی کیفیت مراد ہے اور "میم" سے مومنین اور مریدین (جو خدا کی محبت کا ارادہ کرتے ہیں) اُن کی مناجاتیں۔

★.... (تفسیر کبیر امام رازی)

www.drhasanrizvi.com

تِلۡكَ اٰیٰتُ الۡكِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ② — یہ کتابِ مبین (یعنی) کھلی ہوئی صاف صاف کتابِ (خدا) کی واضح آیتیں ہیں۔

★ اِس آیت میں قرآن مجید کو "مبین" فرمایا گیا ہے۔ "مبین" کا لفظ بیان کے مادّے سے نکلا ہے۔ جس کے معنی روشن ہونے کے ہوتے ہیں۔ مطلب ہے کہ: قرآن کے مضامین بالکل واضح، روشن اور آسانی سے سمجھ میں آجانے والے ہیں۔ پھر جتنا انسان، قرآن پر غور و فکر کرتا چلا جاتا ہے اُتنے ہی قرآن کے مطالب کھلتے چلے جاتے ہیں۔

قرآن مجید کو اِس لیے بھی مبین فرمایا کہ قرآن مجید بالکل واضح طور پر حق و باطل، کامیابی اور ناکامیابی، سعادت اور شقاوت کو بیان کر دیتا ہے۔ نجات کے راستے کو گمراہی کے راستے سے واضح طور پر الگ کر کے روشن کر دیتا ہے۔ ★ ۔ ۔ ۔ ۔ (تفسیر نمونہ)

★ خداوندِ عالم نے قرآن مجید کو "کتابِ مبین" اِس لیے فرمایا ہے کہ اِس کی آیات اپنا مقصد بالکل صاف صاف بیان فرماتی ہیں۔ ہر شخص قرآن مجید کو پڑھ کر یہ سمجھ سکتا ہے کہ قرآن ہم کو کس طرح بلا رہا ہے؟ اور کس چیز سے روک رہا ہے۔ اِس لیے جو شخص سمجھ کر پڑھ رہا ہے، وہ ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا کہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ یہ کتاب کیا کہہ رہی ہے۔ غرض قرآن کی زبان، بیان، حقائق، دقائق، مضامین بالکل واضح ہیں۔ ★ (تفہیم القرآن)

★ البتہ قرآن مجید کی متشابہ آیات کے بارے میں خود قرآن نے یہ فرما دیا کہ: "اُن کا علم صرف اُن لوگوں کے پاس ہے جو علم میں راسخ ہیں۔" جیسا کہ سورۂ واقعہ میں فرمایا: "لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ" (قرآن کی حقیقت کو مَس نہیں کر سکتے مگر پاک لوگ۔) اور مُطَهَّرُوۡنَ "پاک لوگ" وہی ہیں جن کی پاکیزگی کی گواہی خود قرآن نے آیۂ تطہیر کے ذریعہ دی ہے، کہ "حقیقتاً اللہ نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ اے اہلِ بیت تم کو ہر قسم کی نجاست سے پاک رکھے جیسا کہ پاکیزگی کا حق ہے۔" (القرآن آیۂ تطہیر)

www.drhasanrizvi.com

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ (۳) (مگر) آپؐ تو شاید اپنی جان ہی دے دیں گے اِس غم میں کہ یہ لوگ ایمان (کیوں) نہیں لاتے۔
اَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝۳

آنحضرتؐ کو تسلّی دی جارہی ہے

قرآن مجید کی عظمت کو سمجھانے کے بعد اب رسولِ خداؐ کو تسلّی دی جارہی ہے۔ اِس لیے کہ دنیا پرست کفّار، قرآن مجید کی عظمت کو کسی طرح ماننے کو تیار نہ تھے۔ کیوں کہ اگر وہ قرآن مجید کی عظمت کو مان لیتے تو اُن کے تمام غلط مہمل عقیدوں پر پانی پھر جاتا۔ اِس سے حضورِ اکرمؐ کو سخت کوفت ہوتی تھی کہ اتنے عظیم اور واضح دلائل کو یہ احمق سننے کو بھی تیار نہیں ہیں۔ اِس لیے اب رسول خداؐ کو تسلّی دی جارہی ہے، کہ آپؐ اِن کے ایمان نہ لانے پر غم نہ کھائیں اور اپنی جان نہ گنوائیں۔ وہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو نہ لائیں۔ اِس سے آپؐ پر یا قرآن مجید کی عظمت پر ذرہ برابر فرق نہیں پڑتا۔ اگر کوئی شخص دن کو دن نہ مانے تو اُس سے دن کی روشنی میں کوئی کمی نہیں ہوسکتی۔ (سورج چمکتا رہے گا اور دن روشن رہے گا)

٭...... (تفسیر نمونہ)

★ "باخع" کا لفظ "بخع" کے مادّے سے ہے۔ جس کے معنی ہیں "شدّتِ غم سے اپنے آپ کو مار ڈالنا۔"

٭...... (مفردات القرآن امام راغب)

نتیجہ اِس آیت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جناب رسولِ خداؐ کو انسانیت سے کتنی شدید محبت تھی کہ اُن کی تباہی پر اِس قدر افسوس فرماتے تھے۔ ★.... (تفسیر نمونہ)

؎ خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اُس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا (اقبالؔ)

www.drhasanrizvi.com

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ (۴) اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ایک
مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ نشانی ایسی اُتار دیں کہ زبردستی اُن کی
اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝ گردنیں اُس کے سامنے جُھک جائیں

(مگر ایسا جبری ایمان ہمیں قبول ہی نہیں، ہم تو عقل و اختیار کا امتحان لینا چاہتے ہیں

★ مطلب یہ ہے کہ خداوندِ عالم کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے کہ وہ کوئی ایسی نشانی اُتار دے کہ تمام کفّار ایمان لے آئیں، مگر خدا کو اِس قسم کا جبری ایمان قبول نہیں ہے۔ خدا تو یہ چاہتا ہے کہ لوگ اپنی عقل سے کام لے کر، خدا کی نشانیوں پر غور و فکر کر کے حق کو پہچانیں اور باطل کو اپنے اختیار سے چھوڑیں۔ کیوں کہ خدا کا مقصد ہماری عقل اور اختیار کا امتحان لینا ہے۔ جیسا کہ "سورۃ الملک" میں فرمایا:

" اَلَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا " (سورۃ الملک آیت ۲)

یعنی: " وہ خدا جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا، تاکہ تمھارا امتحان لے کہ تم میں کون بہترین عمل کرنے والا ہے۔"

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: " جب ہمارے قائم (امام مہدیؑ) ظاہر ہوں گے تو بنی اُمیّہ (مراد تمام ظالمین) کی گردنیں (اُن کے سامنے) جُھک جائیں گی۔ کیوں کہ آسمان سے ایک سخت گرجدار آواز آئے گی جو امام مہدیؑ کا نام لے کر پکارے گی، اور سب کے سب (اپنی اپنی زبانوں میں) اُس آواز کو سُنیں گے۔"

★ ..... (تفسیر صافی ص۳۶۶، اصول کافی، تفسیر قمی)

★ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "عنقریب خداوندِ عالم بنی اُمیّہ اور اُن کے ماننے والوں کی گردنیں جُھکا دے گا۔" کسی نے امامؑ سے دریافت کیا کہ "ظہورِ امام مہدیؑ کی نشانی کیا ہوگی"؟

www.drhasanrizvi.com

امام علیہ السلام نے فرمایا: "سورج وقتِ زوال سے لے کر وقتِ عصر تک اپنی جگہ رُکا رہے گا، پھر سورج کے اندر سے ایک چہرہ اور سینہ دکھائی دے گا جو امام مہدیؑ کا نام نسب کے ساتھ لیکر اُن کی پہچان کرائے گا۔"

★---- (الارشاد۔ شیخ مفیدؒ)

نتیجہ صوفیاءِ کرام نے اِس آیت سے نتیجہ نکالا کہ: "تصرّفِ باطنی میں بھی جبر اور زبردستی کی شان ہوتی ہے، اِس لیے کہ مشائخ محققین، سلوک وارشاد میں تصرّفِ باطنی کو پسند نہیں کرتے۔"

★----- (مرشد تھانوی)

★ تکذیب کے درجات خدا کی نشانیوں کا مذاق اُڑانا تکذیب کا آخری درجہ ہے۔

تکذیب کا پہلا درجہ: "اعتراض" ہے (۲) دوسرا درجہ "انکار" اور اُن کو جھوٹا سمجھنا ہے۔ (۳) تیسرا درجہ "استہزاء" ہے۔ یعنی خدا کی آیتوں، پیغمبروںؑ اور اماموں کا مذاق اُڑانا۔ یہ تذلیل کا پہلو ہے۔ یہاں اِس آیت میں تینوں درجے بیان کیے گئے ہیں۔ (تفسیر کبیر امام رازی)

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ موت کے وقت مذاق اڑانے والے جہنم کی آگ کو اپنے سامنے بھڑکتا، دہکتا، چنگھاڑتا دیکھتے ہیں۔ (الامان۔ الحفیظ) ★ (تفسیر ماجدی)

★ امیر المومنین حضرت امام علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"انبیاءؑ کو بھیجتے وقت اگر خداوندِ عالم چاہتا تو خزانوں، اور سونے کی کانوں کے منھ کھول دیتا، سرسبز وشاداب باغات انبیاءؑ کرام کے ساتھ ساتھ چلتے..... لیکن اِس طرح امتحان اور آزمائش بالکل ختم ہوجاتی، اور سزا وجزاء کا تصوّر قطعاً باطل ہوجاتا۔

★---- (نہج البلاغۃ خطبہ قاطعہ ۱۹۲)

حاصلِ مطلب یہ ہے کہ خدا فرمارہا ہے کہ ہم اتنی قدرت رکھتے ہیں کہ اُن پر ایسا معجزہ اتار دیں کہ اُن کی آنکھیں خیرہ ہوجائیں۔ یہ سٹ پٹا کر سرِ تسلیم خم کردیں مگر ہمیں ایسا ایمان منظور ہی نہیں ہے۔

★---- (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَمَا يَأْتِيهِمْ مِّن ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ مُحْدَثٍ إِلَّا كَانُوا عَنْهُ مُعْرِضِينَ ﴿٥﴾

(۵) اور اُن لوگوں کے پاس خدائے رحمٰن کی طرف سے جو بھی تازہ ہدایت یا نصیحت آتی ہے، وہ اُس سے منھ پھیر پھیر لیتے ہیں۔

★ قرآن مجید کو "ذکر" اِس لیے فرمایا گیا ہے کہ قرآن کی ہر آیت بیدار کر دینے والی، چونکا دینے والی، آگاہ کر دینے والی اور نصیحت کرنے والی ہوتی ہے۔ بشرطیکہ اُس کو سمجھ کر پڑھا جائے۔

اور خداوندِ عالم نے قرآن مجید کو رحمٰن کی طرف سے آنے والا اس لیے فرمایا ہے کہ قرآن کی ہر ہر آیت خدا کی عام رحمت ہے۔ کیوں کہ قرآن کی ہر آیت تمام عالمِ انسانیت کو سعادت اور کامیابی کی دعوت دیتی ہے۔ سب کے فائدے بتاتی ہے۔

★ ..... (تفسیر نمونہ)

★ جیسے: دریا، سمندر، سورج وغیرہ سب کے لیے ہیں، مگر اب کوئی اُن سے فائدہ حاصل ہی نہ کرے، تو اس سے اُن کے رحمت ہونے پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ★ ... (مؤلف)

★ قرآن مجید کو "محدث" یعنی "تر و تازہ" اِس لیے فرمایا گیا ہے کہ ہر آیت ایک نیا مضمون ہدایتی پیرایۂ بیان لیے ہوئے ہوتی ہے۔ بُرا ہو کافروں کے تعصب اور تنگ نظری کا، کہ وہ اِس پر غور ہی نہیں کرتے، اِس لیے ہٹ دھرمی سے اپنی جہالت اور گمراہی پر ڈٹے رہتے ہیں۔

★ اِسی لیے سورۂ مومنون میں فرمایا: "آیا وہ اس بات پر غور کیوں نہیں کرتے یا کیا اُن کے پاس کوئی ایسی بات آئی ہے جو اُن سے پہلے اُن کے بزرگوں کے پاس نہیں آئی تھی۔" (سورۃ ۲۳ المومنون آیت ۶۸ پ ۱۸)

مگر وہ احمق ہر نئی بات سن کر فقط منھ ہی نہیں پھیر لیتے، بلکہ اُن کی تکذیب بھی کرتے ہیں اور مذاق بھی اڑاتے ہیں۔

★ ..... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

فَقَدْ كَذَّبُوا فَسَيَأْتِيهِمْ أَنْبَٰٓؤُا۟ مَا كَانُوا۟ بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٦﴾

(۶) اب تو یہ اُسے جھٹلا ہی چکے ہیں تو اب بہت جلد ان کے سامنے اُس چیز (عذابِ خدا) کی خبریں آئیں گی جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا۟ إِلَى ٱلْأَرْضِ كَمْ أَنۢبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ﴿٧﴾

(۷) کیا اُنھوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اُس میں کتنی قسم کے عمدہ عمدہ پودے اور لاتعداد قسم کی جڑی بوٹیاں اُگا دی ہیں۔؟

آیت ۶ کی تشریح: مطلب یہ ہے کہ خدا کے عذاب کا مذاق اڑانے والے اسی عذاب کو مجسّم طور پر اپنی دونوں آنکھوں کے سامنے دہکتا، بھڑکتا، گرجتا دیکھ رہے ہوں گے۔ (فصل الخطاب)

★ "اَنْبَاءُ" نَبَأٌ کی جمع ہے جس کے معنی اہم خبر کے ہوتے ہیں۔ مگر یہاں ایسی سخت سزا بھی مراد ہے جو اُنھیں دنیا میں بھی ملے گی اور آخرت میں بھی۔ ★... (تفسیر نمونہ)

★ مگر شیخ طوسیؒ نے اس کو صرف آخرت کی سزا قرار دیا ہے۔ ★... (تفسیر تبیان)

★ لیکن زیادہ تر مفسّرین اس کو مطلق سزا سمجھتے ہیں، خواہ وہ دنیا میں ہو یا آخرت کی۔ ★ (تفسیر کبیر امام رازی)

★ آیت ۷ کی تشریح: "زَوْجٍ کَرِیْم" یعنی زمین پر ہم نے انسانوں کے فائدہ کے لیے ہر جنس کا جوڑا جوڑا اُگایا ہے

★ کَرِیْم سے مراد قابلِ قدر اور قابلِ شکر۔ (تفسیر انوار النجف) ★ "کَرِیْم" کے معنی قیمتی چیز کے ہوتے ہیں اور "کریم" سے یہاں مراد نباتات کا مفید ہونا ہے۔ ★... (مؤلف) "زوج" کے معنی صنف اور جوڑے۔ (نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ (۸) حقیقتاً اِس میں (حقائق کو سمجھنے کی)
مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝۸ بڑی نشانی اور دلیل ہے، مگر اُن میں
کے زیادہ تر لوگ ماننے والے نہیں۔

★ خداوندِ عالم کی قدرت و حکمت کی یہ زبردست دلیل ہے کہ بے شمار قسم قسم کی چیزیں زمین سے اُگی چلی جارہی ہیں جو ہماری اَن گنت ضرورتوں کو پورا کررہی ہیں۔ یعنی ان چیزوں اور ہماری ضرورتوں میں زبردست مطابقت اور مناسبت پائی جاتی ہے، جو چیزیں ہمارے لیے ضروری ہیں وہی چیزیں اُگ رہی ہیں، بلاضرورت کوئی چیز نہیں اُگتی۔ اِن ساری چیزوں کو دیکھ کر کوئی احمق ہی ہوگا جو یہ سمجھے گا کہ یہ سب کچھ اتفاقاً ہورہا ہے اور یہ کسی کی قدرت، حکمت، رحمت اور منصوبہ بندی کا نتیجہ نہیں ہے۔ ہر صاحبِ عقل و فکر اِس منظر کو دیکھ کر بے ساختہ پکار اُٹھے گا کہ یقیناً کوئی قادرِ مطلق ہے جو اپنی قدرت اور رحمت کے بے شمار کرشمے دکھا رہا ہے۔
★ ..... (تفہیم القرآن)

★ منکرینِ حق کی اکثریت بے ایمان ہوتی ہے۔ اِسی لیے وہ قرآن کے مطالب پر غور و فکر نہیں کرتے کہ کہیں حق کو ماننے پر مجبور نہ ہوجائیں، جبکہ کائنات کے ذرّے ذرّے میں خدا کی قدرت، حکمت، عظمت، رحمت کی نشانیوں کے انبار لگے ہوئے ہیں۔
★ ..... (تفسیر نمونہ)

؎ ہر رنگ میں جلوہ ہے تری قدرت کا ⁂ جس پھول کو سونگھتا ہوں بو تیری ہے۔
★ ..... (انیس)

★ مگر منکرینِ حق کا یہ حال ہے کہ:

؎ کیا ہے تجھ کو کتابوں نے کورِ ذوق ایسا ⁂ کہ بوئے گل سے بھی تجھ کو ملا نہ گل کا سُراغ
★ ..... (اقبال)

www.drhasanrizvi.com

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ (۹) اور اِس میں بھی کوئی شک نہیں
الرَّحِيْمُ ۹ کہ تمھارا پالنے والا مالک بڑا زبردست
غالب طاقت والا، عزّت والا، اور بیحد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

صاحبانِ فکر کے لیے خدا کی نشانیاں ہیں

حقیقت یہ ہے کہ خدا کی رحمت دنیا میں کافروں سے بھی متعلق رہتی ہے۔ اِس لیے باوجود انتقام یا سزا کے خدا اُن کو سنبھلنے کی مہلتوں پر مہلتیں دیے چلا جاتا ہے۔ (موضح القرآن)

★ جبکہ خدا کی صفت عزیز (ہر چیز پر خود اپنی قوّت کے بل پر غالب رہنا) کا تقاضا تو یہ تھا کہ خدا سارے منکرینِ حق کو فوراً اپنی سزا میں گرفتار کر لیتا۔ مگر، کیوں کہ خدا "رحیم" بھی ہے اِس لیے اُن کو اصلاحِ حال کی مُہلتوں پر مہلتیں دیے چلا جا رہا ہے۔ (تفسیر کبیر امام رازی)

★ خداوندِ عالم "عزیز" ہے۔ یعنی اُس کی قدرت ایسی زبردست ہے کہ جب چاہے، جسے چاہے اپنی سزا میں فوراً گرفتار کر سکتا ہے، مگر وہ اپنے رحم و کرم کی وجہ سے سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ سوچنے سمجھنے اور سنبھلنے کی مہلت پر مہلت دیے جا رہا ہے۔ پھر یہ کہ عمر بھر کی نافرمانیوں کو دل سے معافی مانگنے اور اپنی اصلاح کر لینے پر معاف کرنے کو تیار رہے۔" (سبحان اللہ) (تفہیم القرآن)

★ خداوندِ عالم نے خود کو پہلے "عزیز" فرمایا، پھر "رحیم" فرمایا، تاکہ کسی کو کسی طرح بھی خداوندِ عالم کی کمزوری کا احساس نہ ہو۔ "عزیز" پہلے اس لیے فرمایا کہ یہ بات بالکل واضح ہو جائے کہ وہ اپنی انتہائی قدرت کے باوجود از خود رحم فرماتا ہے اور نہایت مہربان ہے۔ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى (۱۰) اور جب آپؐ کے پالنے والے مالک
اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰ نے موسیٰؑ کو پکارا کہ "جاؤ اُس ظالم
قوم کی طرف ۔

قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ۝۱۱ (۱۱) قومِ فرعون کے پاس جاؤ (اور اُن سے کہو)
کیا وہ اپنے بُرے انجام سے نہیں ڈرتے ؟

قَالَ رَبِّ اِنِّىْٓ اَخَافُ (۱۲) (موسیٰؑ نے) عرض کی: "اے میرے پالنے
اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ؕ ۝۱۲ والے مالک! میں ڈرتا ہوں کہ وہ
مجھے جھٹلا دیں گے ۔"

وَيَضِيْقُ صَدْرِىْ وَلَا (۱۳) (اِس وجہ سے) میرا دل گھٹتا اور
يَنْطَلِقُ لِسَانِىْ فَاَرْسِلْ دم اُلجھتا ہے، اور میری زبان میں روانی
اِلٰى هٰرُوْنَ ۝۱۳ نہیں۔ پس آپ ہارونؑ کی طرف بھی
اپنا پیغامِ رسالت بھیجیں ۔

★ آیت ۱۰ : غور فرمائیں کہ فرعون کی قوم کی سب سے بڑی بُرائی ظلم کو بیان کیا گیا ہے ظلم کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ ہر قسم کا نامناسب کام ظلم میں شامل ہے۔ شرک اور کفر بھی ظلم میں شامل ہے ۔ (تفسیر نمونہ)

★ آیت ۱۲ : خداوندِ کریم اپنے حبیبؐ کی دلجوئی کے لیے حضرت موسیٰؑ کا قصہ بیان کر رہا ہے۔ تاکہ آپؐ غمزدہ نہ ہوں۔ ★ ...... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

★ حضرت موسیٰؑ کا واقعہ ہمارے رسولِ اکرمؐ کو اس لیے سنایا جا رہا ہے کہ آپؐ کو تسلی اور سکون حاصل ہو۔ اس لیے کہ حضرت موسیٰؑ ہمارے رسولِ اکرمؐ سے کہیں زیادہ سخت حالات کا مقابلہ کر رہے تھے۔

(۱) اوّل تو یہ کہ حضرت موسیٰؑ اُس قوم کے فرد تھے جو فرعون کی غلام تھی۔
جبکہ رسولِ خداؐ قریش کے خاندان سے تھے جو عرب میں حکمرانوں کی حیثیت رکھتا تھا۔

(۲) حضرت موسیٰؑ خود فرعون کے محل میں پرورش پا چکے تھے
جبکہ رسولِ خداؐ نے کفارِ مکّہ کے زیرِ تربیت پرورش نہیں پائی تھی آنحضرتؐ پر اُن کا کوئی احسان نہ تھا۔

(۳) حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں فرعون کی قوم کا ایک آدمی قتل ہو گیا تھا، اگرچہ وہ قتلِ عمد نہ تھا،
جبکہ جناب رسولِ خداؐ پر (معاذ اللہ) ایسا کوئی الزام نہ تھا۔ (یعنی بے قصور دشمنی تھی)

(۴) پھر یہ کہ فرعون کی سلطنت اُس وقت دنیا کی سب سے بڑی طاقت تھی۔
جبکہ قریش فرعون کے مقابلے پر بہت کم طاقتور تھے۔

اِن تمام باتوں کے باوجود فرعون حضرت موسیٰؑ کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ اِس طرح خداوندِ عالم ایک طرف تو جناب رسولِ خداؐ کو تسلی دے رہا ہے، دوسری طرف عربوں کو یہ بتا رہا ہے کہ تم کس کھیت کی مولی ہو، کہ جس کی پشت پناہی اللہ کر رہا ہو، اُس کے مقابلے پر تمھاری کوئی حیثیت نہیں ہے۔

★ ..... (تفہیم القرآن)

آیت ۱۳ کی تشریح:

اصل میں حضرت موسیٰؑ "فرعون کی ہدایت" جیسے بڑے مشن پر اکیلے جانے سے گھبرا رہے تھے۔ یہ بات خود یہ الفاظِ دعاء بتلا رہے ہیں کہ "میرا سینہ گھٹتا ہے، میری زبان نہیں چلتی۔" دوسرے یہ کہ حضرت موسیٰؑ کو یہ بھی اندازہ تھا کہ وہ روانی کے ساتھ تقریر نہیں کر سکتے جبکہ حضرت ہارونؑ زبردست زبان آور (فصیح) تھے۔

★ باتیبل کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے اپنی زبان کُند ہونے کی وجہ سے منصبِ نبوّت کو قبول کرنے سے بالکل انکار کر دیا تھا۔ اور عرض کیا تھا کہ اے خداوند! یہ پیغام تو کسی اور کے ہاتھ سے بھیج جسے تو چاہے۔

(خروج باب ۴ آیات ۱۰ تا ۱۷)

www.drhasanrizvi.com

وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ (۱۴) پھر یہ کہ اُن کا مجھ پر ایک الزام

فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ﴿۱۴﴾ (قتل) بھی ہے (اِس لیے) میں ڈرتا

ہوں کہ وہ مجھے مار ہی ڈالیں گے۔

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ حضرت موسیٰؑ کا یہ فرمانا کہ "اُن کا مجھ پر اک الزام قتل بھی ہے"
یہ بتاتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے قتل عمداً نہیں کیا تھا۔

اصل میں اُنھوں نے اُس قبطی کو جو ظالم تھا اور ایک کمزور اسرائیلی کو قتل کرنا چاہتا تھا، اُس اسرائیلی کو بچانے کے لیے صرف ایک گھونسا مارا تھا، مگر وہ اُن کے گھونسے کی تاب نہ لاسکا اور مر گیا اور یہ امر اتفاقاً ہوا۔ اسی لیے حضرت موسیٰؑ نے اِس بات کو صرف الزام فرمایا، نہ کہ جرم فرمایا۔

★ ۔۔۔۔۔ (تفسیر مجمع البیان - تفسیر تبیان)

★ یہ اِشارہ اُس واقعہ کی طرف ہے جو سورۂ قصص میں بیان ہوا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے ایک اسرائیلی پر ایک قبطی کو ظلم کرتے دیکھا، اُس اسرائیلی نے حضرت موسیٰؑ کو اپنی مدد کے لیے بلایا۔ حضرت موسیٰؑ نے قبطی کو ایک مکا مار دیا۔ قبطی فوراً مر گیا۔ اسی وجہ سے حضرت موسیٰؑ ملک چھوڑ کر مَدیَن چلے گئے۔ آٹھ دس سال کی روپوشی کے بعد یکا یک حکم ہوا کہ فرعون کے دربار میں جا کھڑے ہو۔ حضرت موسیٰؑ کو خطرہ ہوا کہ پیغام سنانے سے پہلے ہی فرعون مجھے قتل کے الزام میں قتل ہی نہ کر دے۔

★ ۔۔۔۔۔ (تفہیم القرآن)

★ اصل میں حضرت موسیٰؑ کو فرعون کے مقابلے پر جانے میں تین دقتیں محسوس ہو رہی تھیں۔

(۱) اُن کو فرعون کے تکبّر کا پورا اندازہ تھا، اِس لیے یقین تھا کہ وہ میری تکذیب کرے گا۔

(۲) اُن کی زبان میں لکنت تھی، اِس لیے اُن کو خوف تھا کہ وہ میری بات کو ہنسی ٹھٹھے میں اڑا دے گا

www.drhasanrizvi.com

(۳) کیوں کہ اُن کے ہاتھ سے ایک فرعونی قبطی شخص قتل بھی ہو چکا تھا، جو اگرچہ قتلِ عمد نہ تھا مگر قتل بہر حال قتل ہے۔ حضرت موسیٰ ؑ نے سوچا کہ جب میں فرعون کی جھوٹی خدائی کو للکار کر باطل قرار دوں گا، اور اپنے سچے خدا کی خدائی کا عَلَم اُس کے دربار میں بلند کروں گا، تو مجھ پر قتل کا مقدمہ قائم کر کے مجھے قتل کرا دے گا، اِس طرح اصل مقصد فوت ہو جائے گا۔

* ----- (تفسیر نمونہ)

★ اِسی لیے حضرت موسیٰ ؑ نے جب یہ دیکھا کہ خداوندِ عالم کا اصرار ہے کہ تم فرعون کے دربار میں جاؤ اور ہمارا پیغام اُس تک پہنچا کر اتمامِ حجت کرو، تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا مانگی:

" قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ۝ يَفْقَهُوا قَوْلِي ۝ وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ۝ هَارُونَ أَخِي ۝ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ۝ وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ۝ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ۝ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ۝

(سورۃ طٰہٰ آیت ۲۵ تا ۳۴ پ ۱۶)

" موسیٰ ؑ نے دعا مانگی، میرے پالنے والے مالک! میرے سینے کو کشادہ کر دے، اور میرے کام کو میرے لیے آسان کر دے، اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے، تاکہ، وہ لوگ (فرعون اور اُس کے ساتھی) میرے کلام کو سمجھ سکیں، اور میرے لیے میرے ہی خاندان سے میرے بھائی ہارون ؑ کو میرا وزیر بنا دے، اُس کے ذریعہ سے میری کمر کو مضبوط کر دے، اور اُسے میرے کام (رسالت) میں میرا شریک بنا دے، تاکہ ہم کثرت سے تیری تسبیح کریں، اور تجھے خوب یاد کریں۔"

★ جناب رسولِ خدا ؐ نے فرمایا: "اے علیؑ! تم میرے نزدیک وہی مقام رکھتے ہو جو موسیٰ ؑ کے پاس ہارون ؑ کا تھا سوا اِس کے، کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔" (صحیح بخاری شریف)

★ تاریخ گواہ ہے حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام اور اُن حضرتؑ کی اولادِ طاہرہ جناب رسولِ خدا ؐ اور اُن حضرت ؐ کے پیغام کی اُس سے بھی زیادہ حفاظت فرمائی، جو کام حضرت ہارون ؑ نے حضرت موسیٰ ؑ اور اُن کی رسالت کے لیے انجام دیا

* ..... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِآيَاتِنَا (۱۵) خدا نے فرمایا: ہرگز نہیں۔ بس تم
إِنَّا مَعَكُم مُّسْتَمِعُونَ ﴿۱۵﴾ دونوں (مل کر) ہماری نشانیاں معجزے
لے کر جاؤ اور ہم (خود) تمہارے ساتھ ساتھ
(سب کچھ) سنتے رہیں گے۔

فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُولَا إِنَّا (۱۶) پس تم دونوں فرعون کے پاس
رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۶﴾ جاؤ، اور کہو کہ ہم دونوں تمام جہانوں کے
پالنے والے مالک کی طرف سے پیغام لائے
ہیں،

أَنْ أَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي (۱۷) کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ
إِسْرَائِيلَ ﴿۱۷﴾ بھیج دے۔

"كَلَّا" (ہرگز نہیں) یعنی فرعون کی یہ مجال نہیں کہ وہ تم کو قتل کر سکے۔ (تفسیر کبیر)

"نشانیوں" سے مراد حضرت موسیٰؑ کا ڈنڈا، چمکتا ہوا ہاتھ اور دوسرے معجزات۔ (تفہیم القرآن)

آیت ۱۶: حضرت موسیٰؑ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ میں سارے جہانوں کے پالنے والے مالک کی طرف سے نبی بن کر آیا ہوں (تفسیر ماجدی)

آیت ۱۷: حضرت موسیٰؑ کی دعوت (پیغام) کے دو جزو تھے۔ (۱) فرعون کو خدا کی بندگی کی طرف متوجہ کرنا۔ (۲) بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے آزاد کرانا۔ (تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾

(۱۸) فرعون نے کہا: "کیا ہم نے تم کو بچپنے میں پالا پوسا نہیں تھا؟ اور تم نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے ہاں (نہیں) گذارے"؟

وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾

(۱۹) اور پھر تم نے ایسی حرکت (یا) کارنامہ (قتل بھی) کیا جو تمھیں کرنا ہی تھا۔ (اے موسیٰؑ!) تم تو بڑے ہی ناشکرے احسان فراموش اور منکر قسم کے آدمی ثابت ہوئے ہو۔

★ تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کو اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دی اور اپنے محل کے دروازے بند کرا دیے لیکن حضرت موسیٰؑ نے اپنا عصا مارا تو سب دروازے کھل گئے۔ پس آپؑ سیدھے تختِ فرعون کے سامنے جا پہنچے اور بے دھڑک پیغامِ خداوندی سنا دیا۔ فرعون نے جواب میں کہا کہ "اے موسیٰؑ! ہم نے تم کو بچپنے میں پالا ہے اور کئی سال (ابن عباس سے ۱۸ سال منقول ہیں) تم نے ہمارے ہاں گذارے۔ پھر تم نے ہمارے سب احسانات کو فراموش کر کے (ہمارے ہی آدمی کو) قتل بھی کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا: "وہ قتل مجھ سے غیر ارادی طور پر ہوا ہے، اور یہ کہ کام مجھ سے اُس وقت ہوا جب میں اپنے راستے سے بھٹک کر اُس طرف جا نکلا۔ (تفسیر انوار النجف)

★ یہودی روایات میں اختلاف ہے کہ حضرت موسیٰؑ فرعون کے پاس ۱۸ سال رہے یا بیس سال رہے

www.drhasanrizvi.com

قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا (۱۹) موسیٰؑ نے کہا: "میں نے اُس وقت

مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝۱۹ وہ کام نادانستہ طور پر اَن جانے میں

کردیا تھا۔ (یعنی میں نے جان بوجھ کر اُس کو قتل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں

کیا تھا، بلکہ اتفاقاً ایسا ہوگیا۔ میں نے ظالم سے مظلوم کو بچانے کی کوشش کی تھی۔)

★ یہاں پر "ضالین" کے معنی گمراہی کے نہیں ہیں بلکہ نادانی، اور بھولے ہوؤں میں سے ہونے کے ہیں۔ اِس لیے اِس کا ترجمہ نادانستہ عمل بجالانے کا ہوتا ہے۔ کیوں کہ حضرت موسیٰؑ نے قتل کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ اُن کو یہ معلوم نہ تھا کہ ایک گھونسا کھا کر وہ قبطی چل بسے گا۔ اِس لیے اُن کا یہ عمل بھول چوک، نادانی اور نادانستہ تھا۔ گمراہی یا گناہ نہ تھا۔ عربی لغت میں "ضالین" کے معنی بھولے ہوؤں کے بھی آتے ہیں۔ جو نادانستہ کوئی عمل کر بیٹھتے ہیں۔

★ ...... (تفسیر ماجدی)

★ فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے کسی نے دریافت کیا کہ: "جبکہ انبیاء کرامؑ معصوم ہوتے ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود کو "ضالین" میں سے کیوں فرمایا:"؟

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کہ: "حضرت موسیٰؑ نے تو یہ فرمایا تھا کہ "میں تمہارے محلّے میں راستہ بھول کر آگیا تھا۔"

★ .... (تفسیر نور الثقلین)

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ ہر جگہ "ضَآلِّيْنَ" سے مراد گمراہ نہیں ہوا کرتا۔ انجانے میں کسی کام کا ہوجانا بھی ضالین کے معنی میں آتا ہے۔

(ترجمان القرآن مولٰنا مودودی، القرآن المبین مولٰنا امداد علی کاظمی)

www.drhasanrizvi.com

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ (۲۱) مگر جب مجھے تم لوگوں سے ڈر محسوس
فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا ہوا تو میں تمہارے ہاں سے چلا گیا۔ پھر
وَّجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۲۱﴾ میرے پالنے والے مالک نے مجھے حکمت
(نبوّت) عطا فرمائی اور مجھے (اپنے) پیغمبروں[۲]
میں سے قرار دیا۔

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ (۲۲) اور (اب رہا تیرا یہ پالنے پوسنے کا
أَنْ عَبَّدتَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿۲۲﴾ احسان) تو تو مجھ پر یہ کیا احسان جتا
رہا ہے؟ جب کہ تو نے تو (میری ساری کی ساری قوم) بنی اسرائیل کو
اپنا غلام بنا رکھا ہے۔

★ آیت[۲۱] کی تشریح: "حُكْمًا" اِس کا یہ مطلب نہیں کہ اُس وقت نبی بنائے گئے، بلکہ نبوّت اور اُس کی استعداد پہلے سے تھی، اور اسی بناء پر اُن کو خدا نے فرعون کے شر (قتل) اور دیگر خطرناک مقامات سے محفوظ رکھا اور دوسری دایہ عورتوں کا دودھ اُن پر حرام قرار دیا۔ وغیرہ۔ پس اب گویا اعلانِ نبوّت کا مجھے حکم ملا ہے۔ اور رسول ہو کر تیرے پاس آگیا ہوں۔
★...... (تفسیر انوار النجف)

★ اصل میں حکمت کے کئی بلند درجات ہیں۔ حضرت موسیٰؑ ظاہری نبوّت کے حصول سے پہلے بھی نبوّت و حکمت کے حامل تھے مگر جب نبوّت و رسالت کے عہدے پر فائز ہوئے تو حکمت کے اعلیٰ ترین مدارج کو بھی حاصل کر لیا۔ ★.... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

★ آیت ۲۲ کی تشریح : مطلب یہ ہے کہ اے فرعون ! میں تیرے گھر میں پرورش پانے کے لیے کیوں آتا، اگر تُو نے بنی اسرائیل پر ظلم نہ ڈھایا ہوتا۔ اُن کو زبردستی اپنا غلام نہ بنائے رکھا ہوتا، اُن کے بچوں کو قتل نہ کرتا، اسی تیرے ظلم کے خوف سے میری ماں نے مجھے ٹوکری (صندوق) میں ڈال کر دریا میں بہا دیا تھا، اور اس طرح میں تیرے محل میں پہنچ گیا تھا۔ ورنہ کیا میری پرورش کے لیے میرا گھر موجود نہ تھا ؟ میری ماں موجود نہ تھی ؟ اس لیے تجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ میری پرورش کا احسان جتائے۔
★ ۔۔۔۔ (تفہیم القرآن)

★ حضرت موسیٰ ؑ کے فرمانے کا مقصد یہ تھا کہ "یہ ٹھیک ہے کہ حوادثِ زمانہ نے مجھے تیرے گھر پہنچا دیا، اور تم نے میری پرورش کی۔ مگر یہ تو سوچو کہ ایسا کیوں ہوا ؟ کیا تُو نے بنی اسرائیل کو غلامی کی زنجیروں میں نہیں کس رکھا تھا ؟ کیا تُو نے یہ قانون نہیں بنایا تھا کہ بنی اسرائیل کے گھر جو لڑکا پیدا ہو اُسے فوراً قتل کر دیا جائے ؟ اسی وجہ سے مجبوراً میری ماں نے مجھے صندوق میں ڈال کر دریا میں بہا دیا تھا۔ اور میرا صندوق تیرے محل سے ٹکرا کر رُکا۔ تُو نے صندوق سے مجھے نکالا، اور اس طرح میں اپنے پاکیزہ گھر سے محروم ہو کر تیرے نجس محل میں پہنچا۔

اور اگر تمہارا یہ مجھے پالنا، پرورش کرنا کسی حد تک نعمت ہی تھی، تو بھی تمہارے مظالم کے مقابلے میں ایسی تھی کہ جیسے سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ۔ تُو جسے نعمت بک رہا ہے وہ تیرے مظالم کے مقابلے میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی، نہ تُو نے ایسے ظلم ڈھائے ہوتے نہ میں تیری گود میں پہنچتا۔

پھر یہ کہ تیرا یہ کہنا کہ تُو نے مجھے نعمتیں دیں، تو وہ نعمتیں بھی میری ہی قوم کے افراد نے تجھے فراہم کی تھیں جبکہ تو اُن کو غلام بنا کر کام لیتا تھا۔ وہ سب نعمتیں میری قوم والے کما کر تجھے دیا کرتے تھے۔ اب میری قوم کی کمائی کا مجھ پر احسان جتا رہا ہے۔ (یہ احسان تو مجھے جتانا چاہیئے تھا)
★ ۔۔۔۔ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ فِرۡعَوۡنُ وَمَا رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝۲۳ (۲۳) فرعون نے پوچھا: "اچھا یہ (بتاؤ) رب العالمین کیا چیز ہوتا ہے"؟

قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا ؕ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِيۡنَ ۝۲۴ (۲۴) موسیٰ نے جواب دیا: "آسمانوں اور زمین کا، اور اُن کے درمیان جو کچھ بھی ہے، اُن سب کا پالنے والا مالک، اگر تم یقین کرو۔"

★ مشرکوں کا عقیدہ ہے کہ موجوداتِ عالم میں ہر چیز کا رب الگ ہوتا ہے۔ وہ کائنات کو مختلف نظاموں کا مجموعہ سمجھتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے واضح فرمادیا کہ پوری کائنات پر صرف ایک ذات اور اُس کا صرف ایک نظام حکمرانی کر رہا ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ پوری کائنات کا صرف ایک رب ہے۔

★ حضرت موسیٰؑ کا یہ فرمانا کہ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِيۡنَ "اگر تم یقین کرنے والے ہو" کا مطلب یہ تھا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ تمھارے سوالوں کا اصل مقصد حقیقتوں کو جاننا، سمجھنا اور مان لینا نہیں ہے۔ اگر تمھیں حقیقت کی تلاش ہوتی تو تم عقل و شعور سے کام لیتے، اگر تم حقیقت کو ماننا چاہتے ہوتے تو آنکھیں کھول کر کائناتِ عالم کو دیکھتے، پھر تمھیں یہ حقیقت واضح دکھائی دے جاتی کہ ساری کائنات کا مالک ایک ہی ذات ہے۔

؎ حقیقت ایک ہے ہر شے کی، نوری ہو کہ ناری ہو ؛ لہو خورشید کا ٹپکے، اگر ذرے کا دل چیریں

(اقبالؔ)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾ فرعون نے اپنے اِرد گرد کے لوگوں سے کہا: "تم لوگ کچھ سن رہے ہو"؟

★ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب سن کر اپنے درباریوں سے کہا:

"تم نے موسیٰؑ کا جواب سنا۔ میں نے تو موسیٰؑ سے خدا کی حقیقت دریافت کی تھی، اور موسیٰؑ نے خدا کے افعال کو بیان کرنا شروع کر دیا۔"

★ ..... (تفسیر صافی صفحہ ۳۶۲)

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ: خدا کی ذات کو ہم نہیں پہچان سکتے۔ ہم خدا کو صرف اُس کے افعال اور صفات ہی سے پہچان سکتے ہیں۔ اِسی لیے ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم خدا کی صفات افعال اور تخلیقات پر غور و فکر کریں۔ اُس کی ذاتِ ہماری عقلوں کے لیے ناقابلِ فہم ہے۔

★ ..... (تفسیر نور الثقلین بقول حضرت امام جعفر صادقؑ)

★ مگر کیوں کہ فرعون حقیقتوں کو سمجھنا چاہتا ہی نہ تھا، حق بات ماننے پر آمادہ ہی نہ تھا، وہ میں اُس طلبِ حق نام کو بھی نہ تھی، اِس لیے اُس نے بجائے غور و فکر کرنے کے طنز و طعن، غرور و نخوت سے کام لیا۔ اپنے چمچوں کو دیکھا اور مذاقاً کہا کہ: "تم سُن رہے ہو" (کہ موسیٰؑ کیا کہہ رہے ہیں)

ظاہر ہے کہ فرعون کے پاس اُسی جیسے بیٹھے ہوں گے۔ جیسی روح ویسے ہی فرشتے۔ اور سب نے حضرت موسیٰؑ کی بات کو مذاق میں اُڑانے کی کوشش (اور فرعون کی دلجوئی) کی۔ (تفسیر نمونہ)

★ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ: "اُس وقت فرعون کے اِرد گرد اُس کے پانچسو خوشامدی ٹٹو موجود تھے۔ جو فرعون کے خاص الخاص مصاحب یا درباری تھے۔

★ ..... (تفسیر ابو الفتوح رازی، تفسیر ابنِ عباسؓ)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۶﴾

(۲۶) موسیٰؑ نے کہا: "تم سب کا پالنے والا مالک، اور تمہارے پہلے کے گذرے ہوئے (تمام) باپ داداؤں کا بھی پالنے والا مالک"۔

★ اصل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ خطاب فرعون کے درباریوں سے تھا۔ کیوں کہ فرعون نے پہلے کہا تھا کہ "سنتے ہو" اس پر حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ میں چھوٹے چھوٹے من گھڑت تمہارے جھوٹے خداؤں کا نمائندہ نہیں ہوں۔ میں صرف اُس مالک کا نمائندہ ہوں اور اُس کو ماننے والا ہوں، جو تمام جہانوں کا مالک اور پالنے والا ہے۔ جو فرعون کا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی، اور تمہارے گذرے ہوئے باپ داداؤں کا بھی۔

★ ۔۔۔۔۔ (تفہیم القرآن)

★ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بلا خوف و خطر فرمایا:

"وہ تمہارا بھی پالنے والا مالک ہے اور تمہارے پہلے کے گذرے ہوئے آباء و اجداد کا بھی مالک ہے"۔ گویا حضرت موسیٰؑ نے پہلے آفاق کے ذریعے خدا کو پہچنوایا، پھر "نفس" کے ذریعہ سے انسانی روح اور جسم کے حوالے سے خداوندِ عالم کی ربوبیت کے آثار دکھائے، تاکہ یہ مغرور اور متکبر لوگ (جو فرعون کی حاشیہ برداری کر رہے تھے) کم از کم خود اپنے بارے میں ہی سوچ لیں کہ اُن کو کس نے نواز رکھا ہے۔؟ (تفسیر نمونہ)

(لیکن جب انسان میں غرور اور تکبر پیدا ہو جاتا ہے تو اس میں غور و فکر اور سوچ سمجھ کا مادّہ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ پھر وہ کیسے غور و فکر کرتے جن کو فرعون نے نوازا ہو)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْٓ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾

(۲۷) فرعون (لوگوں سے) کہنے لگا: "یہ تم لوگوں کے رسول صاحب جو تمھاری طرف بھیجے گئے ہیں، حقیقتاً بالکل ہی پاگل ہیں۔"

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَمَا بَیْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾

(۲۸) موسیٰؑ نے کہا: "مشرق و مغرب اور اُن کے درمیان کی تمام چیزوں کا پالنے والا مالک۔ اگر تم کچھ ذرا سی بھی عقل رکھتے ہو۔

آیت ۲۷ کی تشریح: مگر فرعون اپنی ہٹ دھرمی پر اڑا رہا، بلکہ اب مذاق پر اتر آیا، حضرت موسیٰؑ جو عین عقل کے مطابق استدلال فرما رہے تھے، اُن کو دیوانہ، مجنون بکنے لگا۔ یہی وہ تہمت ہے، جو ہر زمانے کے بڑے بڑے لوگ انبیاءؑ پر ہمیشہ لگاتے آئے ہیں۔ قریش کے سردار بھی رسولِ خداؐ پر یہی بہتان جڑتے رہے۔

فرعون نے حضرت موسیٰؑ کو "ہمارا رسول" تک کہنا گوارا نہ کیا، بلکہ کہا: "تمھارا پیغمبر" اور "تمھاری طرف بھیجا ہوا"۔ اِس طرح اُس نے تکبّر اور غرور بھی ظاہر کیا۔ اور اُس نے حضرت موسیٰؑ کو پاگل اِس لیے کہا کہ کہیں لوگ اُن کے زبردست دلائل سے متاثر نہ ہو جائیں۔ غرور کے ساتھ سیاست سے کام لیا۔

(تفسیر نمونہ)

آیت ۲۸ کی تشریح: حضرت موسیٰؑ کے فرمانے کا مطلب یہ تھا کہ اگرچہ تیرے پاس یہ چھوٹی سی حکومت ہے، مگر اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیوں کہ میرے مالک کی حکومت تو مشرق و مغرب پر پھیلی ہوئی ہے، اور اس کے آثار تمام کائنات کی پیشانی پر چمک رہے ہیں۔ اگر تم عقل سے کام لیتے تو حقیقت تم پر واضح ہو جاتی۔

(تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿۲۹﴾

فرعون نے کہا: "(خبردار!) اگر تم نے میرے سوا کوئی خدا مانا، تو میں تجھے بھی اُن لوگوں میں شامل کردوں گا جو (میرے) قید خانوں میں پڑے سڑ رہے ہیں۔"

★ فرعون کے غصے کا اصل سبب یہ تھا کہ حضرت موسیٰؑ نے خداوندِ عالم کی حاکمیت اور بالادستی کو منوانے کی کوشش کی تھی۔ تمام حکمرانوں کو ہمیشہ انبیاء کرامؑ (اور اُن کے اوصیاءؑ) سے اِسی لیے سخت نفرت ہوتی ہے کہ وہ اُن کی حاکمیت کے بجائے خدا کی حاکمیت اور بالادستی کو منواتے ہیں، اِسی لیے تمام حکّامِ جور (ظالم حکمراں) انبیاءؑ کو اپنا باغی اور سب سے بڑا مجرم سمجھتے ہیں۔

اِس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰؑ صرف یہ نہیں فرما رہے تھے کہ بتوں کو چھوڑ کر خدا کی پوجا پاٹ شروع کردو۔ بلکہ وہ خدا کی حکمرانی اور بالادستی کو منوا رہے تھے۔ اور فرعون کسی ذات یا کسی شخص کی اپنے اوپر سیاسی یا قانونی حکمرانی ماننے کو ہرگز تیار نہ تھا، نہ وہ یہ برداشت کرسکتا تھا کہ اُس کی رعایا میں سے کوئی شخص کسی اور ذات یا فرد کی حکمرانی اور بالادستی کو قبول کرلے کیوں کہ اِس طرح اُس کو اپنا سیاسی اقتدار جاتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اِسی لیے آگے بڑھ کر فرعون نے صاف صاف حضرت موسیٰؑ کو دھمکی دی کہ اگر تم نے میرے اقتدارِ اعلیٰ کے سوا کسی اور کے اقتدارِ اعلیٰ یا حاکمیت کا نام بھی لیا تو میں تم کو جیل کی ہوا کھلاؤں گا۔ (تفہیم القرآن)

★ فرعون نے "المسجونین" کہا۔ جس کے معنی ایک خاص قید خانہ جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔ (تفسیر المیزان۔ تفسیر کبیر امام رازی، تفسیر روح المعانی)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ (۳۰) مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ ج

موسیٰؑ نے کہا: "چاہے میں تیرے سامنے کوئی بالکل ہی کھلی ہوئی واضح چیز (دلیل) پیش کردوں؟"

★ جب فرعون عقلی دلیل سے حضرت موسیٰؑ کی بات رد نہ کرسکا تو غنڈہ گردی پر اُتر آیا، اور اپنی طاقت سے اُن کو ڈرانے دھمکانے لگا۔

مگر حضرت موسیٰؑ نے اپنے کلام اور استدلال سے اُس کے منھ میں اس طرح لگام دیدی کہ اُس کا سارا طنطنہ شاہی دھیما، بلکہ ڈھیلا پڑ گیا، اور اُس کو مجبوراً کہنا پڑا کہ اچھا جو کچھ کہتے ہو اُس کو پیش کرو۔ فرعون کا یہ کہنا از خود بتاتا ہے کہ اُسے اپنے موقف پر پورا یقین نہ تھا، اِس لیے اُسے یہ کہنا پڑا کہ اگر تم سچے ہو تو ثابت کرو میں مان لوں گا۔ مگر معجزہ دیکھ کر بھی نہ مانا۔

★...... (فصل الخطاب)

★ حضرت موسیٰؑ کا مطلب یہ تھا کہ کیا تم اِس صورت میں بھی میری بات ماننے سے انکار کروگے، اور مجھے جیل بھیجو گے جبکہ میں تمہارے سامنے ایک بالکل واضح علامت پیش کردوں کہ میں واقعی اُسی خدا کا بھیجا ہوا ہوں جو تمام جہانوں، تمام زمین و آسمانوں کا مشرق و مغرب کا مالک اور پالنے والا ہے۔

★...... (تفہیم القرآن)

★ حضرت موسیٰؑ کو خدا کی طاقت پر بھروسہ تھا، اسی لیے فرعون کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر فرمایا: "اگر میں اپنی رسالت کی واضح دلیل لے آؤں، تو بھی تو مجھے قید خانے بھیجے گا؟ اِس سوال پر فرعون سٹ پٹا گیا۔ کیوں کہ حضرت موسیٰؑ کے اِس جملے پر سارا مجمع اُن کی طرف بغور متوجہ ہوگیا اور اُن کے استدلال کا قائل ہوگیا اب اگر فرعون حضرت موسیٰؑ کو ٹالنا چاہتا تو سارے حاضرین اعتراض کرتے، اور سب جان لیتے کہ فرعون موسیٰؑ کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اس لیے فرعون کو زچ ہوکر مجبوراً یہ کہنا پڑا: "اگر تم سچے ہو تو دلیل لے آؤ۔"

★...... (تفسیر نمونہ)

قَالَ فَأْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ (۳۱) فرعون بولا: "اچھا تو لے آ اُسے
مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ اگر تو سچا ہے۔"

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ (۳۲) پھر کیا تھا، موسیٰؑ نے اپنا عصا
ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۳۲﴾ (لاٹھی، ڈنڈا) ایک دم سے پھینک دیا
اور یکایک وہ کھلا ہوا اژدہا بن گیا

وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ (۳۳) پھر اپنا ہاتھ (جیب میں سے) کھینچا
بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے خوب سفید اور چمکدار تھا۔ ع ۲۴ ۶

آیت ۳۱ کی تشریح: فرعون کا جواب بتا رہا ہے کہ وہ قدیم وجدید زمانے کی تمام مشرکوں کی خداوندِ عالم کو تمام خداؤں اور دیوتاؤں کا خدا مانتا تھا۔ اور یہ بھی مانتا تھا کہ وہ جو تمام خداؤں کا خدا ہے وہ تمام دیوتاؤں سے بڑا ہے۔ اسی لیے حضرت موسیٰؑ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں خداؤں کے خدا کے وجود کا ثبوت پیش کروں، بلکہ یہ فرمایا کہ "میں ایسی واضح نشانیاں پیش کر دوں جس سے یہ واضح ہو جائے کہ میں اُسی سب سے بڑے خدا کا بھیجا ہوا ہوں"۔ اور فرعون نے جواب دیا کہ: "اچھا اگر تم اس دعوے میں سچے ہو تو کوئی نشانی پیش کرو۔" اگر فرعون سب سے بڑے خدا کو سرے سے مانتا ہی نہ ہوتا، تو اُس کی نشانی کی بات ہی نہ کرتا۔ بحث صرف اس نکتہ پر تھی کہ حضرت موسیٰؑ اُس تمام دیوتاؤں کے بڑے خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں یا نہیں؟
(تفہیم القرآن) -----★

آیت ۳۲ کی تشریح:

★ عربی زبان میں "حیۃ" ہر قسم کے سانپ کو کہتے ہیں جبکہ "ثُعبان" اژدہے یعنی بڑے سانپ کو کہتے ہیں جو بڑی تیزی سے بھاگتا اور حملے کرتا ہے۔ (تفسیر کبیر امام رازی)

www.drhasanrizvi.com

★ جب فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے اُن کی صداقت کی نشانی مانگی تب آپؑ نے دو معجزے دکھائے۔ (۱) عصا کو زمین پر پھینکا تو وہ اژدہا بن گیا، اور ہاتھ کو آستین سے باہر نکالا تو وہ یدِ بیضا (چمکتا ہوا ہاتھ) ہو گیا۔

★ بروایت تفسیر قمی " اژدہے کے خوف سے فرعون کے حاشیہ نشین اِدھر اُدھر دوڑ گئے اور خود فرعون بھی ڈر کے مارے آپے میں نہ رہا۔ پس موسیٰؑ کو اُن کے اللہ اور پچپنے کی تربیت کا واسطہ دیا تو حضرت موسیٰؑ نے عصا کو اُٹھا لیا۔ تب فرعون کا ہوش ٹھکانے آیا۔ پس ایمان لانے کا ارادہ کیا۔ لیکن ہامان، جو فرعون کا وزیر تھا، کہنے لگا کہ اے فرعون! ذرا شرم کر۔ اب تک تو معبود بنا بیٹھا تھا، اور اب تو کسی اور کا عبد بننا چاہتا ہے۔

★ ----- (تفسیر انوار النجف)

★ بعض مفسّرین نے یہودی روایات سے متاثر ہو کر "بیضاء" کے معنی سفید لکھ دیے ہیں جس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے جب بغل میں سے ہاتھ نکالا تو وہ برص کے مرض کی طرح سفید ہو گیا۔ جبکہ تمام بڑے مفسّرین نے اس بات پر اتفاق فرمایا ہے کہ: یہاں پر "بیضاء" کے معنی سفید نہیں ہیں، بلکہ روشن، چمکدار (سرچ لائٹ کی طرح روشن) کے ہیں۔

★ ----- (تفہیم القرآن)

★ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو معجزے دکھا دیے۔ ایک خوف کا مظہر تھا، اور دوسرا اُمید کا۔ پہلے میں انذار کا پہلو تھا۔ دوسرے میں بشارت کا۔ ایک معجزہ خدا کے عذاب کی علامت تھا۔ دوسرا معجزہ خدا کی رحمت اور نور کی علامت تھا۔ معلوم ہوا کہ معجزے انبیاءِ کرامؑ کی دعوت اور پیغام کے مطابق ہوا کرتے ہیں۔ (تفسیر نمونہ)

★ "ثعبان" کے معنی بڑے سانپ یعنی اژدہے کے ہوتے ہیں۔ ثعبان۔ ثعب کے مادّے سے ہے جس کے معنی پانی کے بہنے کے ہوتے ہیں۔ اژدہا بھی پانی کی طرح بل کھا کر چلتا ہے اس لئے عرب اُس کو ثعبان کہتے ہیں۔ (مفردات امام راغب)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ (۳۴) فرعون اپنے (اردگرد بیٹھے ہوئے) بڑے بڑے سرداروں سے کہنے لگا: "یہ شخص تو یقیناً ایک بڑا ہی ماہر جادوگر ہے۔"

يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ (۳۵) جو چاہتا ہے اِس جادو کے زور پر تمھیں تمھارے اِس ملک سے باہر نکال پھینکے۔ تو تم مجھے کیا رائے دیتے ہو؟"

قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۳۶﴾ (۳۶) درباریوں نے کہا: "آپ اِسے اور اِس کے بھائی کو ذرا روکے رکھیے اور تمام شہروں میں جمع کرنے والے آدمی (بُلاوا دینے والے) بھیج دیجیے۔

يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۳۷﴾ (۳۷) جو ہر بڑے ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس جمع کر کے لے آئیں۔"

★ ابھی کچھ دیر پہلے تو فرعون کسی کی کوئی بات سننے کو تیار نہ تھا، اور اب ایسا بوکھلایا کہ اپنے ہی چمچوں سے پوچھ رہا ہے کہ: "بتاؤ تمھارا کیا حکم ہے"؟ ★ (تفسیر نمونہ)

★ "اَرْجِہ" کا لفظ ارجاء کے مادّے سے ہے جس کے معنی ہیں فیصلے میں تاخیر کرنا ★ (مفردات امام راغب)

www.drhasanrizvi.com

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ (۳۸) چنانچہ ایک مقرر کیے ہوئے دن
يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝۳۸ وہ تمام جادوگر جمع کر لیے گئے۔
وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ (۳۹) اور لوگوں سے کہا گیا کہ: "چاہو تو
اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ۝۳۹ تم سب بھی جمع ہو جاؤ۔
لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ (۴۰) شاید کہ ہم انہی جادوگروں کی
كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۝۴۰ پیروی کرنے لگیں، اگر وہی (موسیٰ پر)
غالب آجائیں۔"

جادوگر دوزخی ہے

لیکن مصری تمدن میں جادو اُس وقت کی سائنس کے اعلیٰ ترین علوم میں شمار کیا جاتا تھا۔ اسی لیے جادوگروں کا مرتبہ بہت بلند تھا، وہی مرتبہ تھا جو آج بڑے بڑے سائنس دانوں کو دیا جاتا ہے۔
(تفسیر ماجدی)

* ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

★ جناب امیرالمومنین حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:
"منجم (ستارہ شناس) مثل کاہن کے ہے، کاہن مثل ساحر (جادوگر) کے ہے اور جادوگر مثل کافر کے ہے، اور کافر جہنم کا ایندھن ہے۔"
(نہج البلاغہ)

* ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

★ آیت کا مطلب یہ ہے کہ صرف اعلان پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ بہت سے آدمی اس غرض سے

www.drhasanrizvi.com

ملک میں چھوڑے گئے کہ وہ لوگوں کو اُکسا اُکسا کر مقابلہ دیکھنے کے لیے لائیں، تاکہ تمام لوگ جو دربار میں حضرت موسیٰؑ کے معجزے دیکھ کر متاثر ہو چکے ہیں، وہ اور دوسرے تمام عوام النّاس جادوگروں کے مقابلے پر حضرت موسیٰؑ کی شکست دیکھ لیں، اور اُن کو یقین ہو جائے موسیٰؑ کے معجزات جادو کے سوا کچھ نہیں۔ (تفہیم القرآن)

★ فرعون نے لوگوں کو اِس لیے جمع کرنا چاہا تھا کہ وہ ضرور فرعون کی طرفداری کریں گے جس سے جادوگروں کے حوصلے بلند ہوں گے اور وہ تماشائی جادوگروں کی ذرا سی کامیابی پر خوب تالیاں بجائیں گے، اور نعرے لگائیں گے۔ اِس سے موسیٰؑ کی آواز اور کامیابی متاثر ہو کر دب جائے گی، ممکن ہے موسیٰؑ نعرے سُن کر ڈر جائیں۔ وغیرہ (تفسیر نمونہ)

★ "نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ" یعنی ہم جادوگروں کی بات کو مانیں گے۔

مقصد یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے دین کی اتّباع سے چھٹکارا ملے۔ ورنہ جادوگروں کی پیروی و اطاعت وہ کیسے کرتا جو اپنے اوپر خالق کی اطاعت کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

★ تفسیر برہان میں ہے کہ ایک ہزار جادوگر جمع ہوئے تھے۔

★ تفسیر صافی میں ان کی تعداد ستر ہزار منقول ہے۔ پھر اُن میں سے ایک سو جادوگروں کا انتخاب ہوا۔ اور اُن میں سے اَسّی جادوگروں کو حضرت موسیٰؑ کے مقابلے کے لیے چُنا گیا۔

پھر اُنھوں نے فرعون سے کہا کہ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ اِس روئے زمین پر ہم سے زیادہ بڑا جادوگر کوئی نہیں ہے۔ پس اگر ہم موسیٰؑ کے مقابلے پر جیت گئے تو ہمیں کیا انعام ملے گا؟

فرعون نے جواب دیا کہ "اگر تم میدان جیت گئے تو میں تم کو اپنے ملکی معاملات میں اپنا مقرّب بنا لوں گا"۔ اُنھوں نے کہا کہ اگر موسیٰؑ غالب آ گئے تو ہم ایمان لے آئیں گے"۔ فرعون نے کہا: "میں بھی اس کی تصدیق کروں گا۔" (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

★ دیکھیے ایسے ہوتے ہیں باطل کے طرفدار اور حامیانِ دینِ مشرکین، جو اپنے باطل دین کو بچانے کے لیے سرکار سے انعام کی صورت میں بھیک مانگ رہے ہیں۔ یہ ہیں اُن کے پاک جذبات اپنے دین کو بچانے کے لیے۔

★ ...... (تفہیم القرآن)

دینِ اسلام کے بعض خدّام ایسے ہی ہوتے ہیں

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "دینِ اسلام کے بھی بعض خُدّام ایسے ہی ہوتے ہیں جن کو احادیث میں علمائِ سو (بُرے عالم) فرمایا گیا ہے، جو دین کو دنیا بنانے اور دنیا کمانے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔" (بحوالہ کافی)

★ وَلَا تَشْتَرُوا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ۝ (سورۃ البقرۃ آیت ۴۱ پ ۱)

یعنی: "اور میری آیتوں کو تھوڑی سی قیمت پر نہ بیچو، اور بس مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔"

؎ یہی شیخِ حرم ہے جو چُرا کر بیچ کھاتا ہے ٭ گلیم بوذرؓ و دلقِ اُویسؓ و چادرِ زہراؑ (اقبال)

★ ہمارے بعض ذاکرین بھی دنیوی انعام طے کر کرکے یا مانگ مانگ کر ذکرِ حسینؑ فرماتے ہیں

؎ موسمِ ماہِ محرّم عید ہے تیرے لیے ٭ خونِ حسینؑ سے لقمے کو تر کرتا ہے تُو

★ ...... (جوش)

★ بس یہی فرق ہے سچے اور جھوٹے علماء اور خدّامِ دین میں کہ سچے خدّامِ دین کبھی مالی انعامات کا مطالبہ نہیں فرماتے، البتہ کوئی تحفتاً (ھدیتاً) کچھ از خود دے دے تو اُس کو قبول فرما لیتے ہیں کہ یہ نبیؐ اکرمؐ کی سنّت ہے۔ (مؤلف)

★ جابر بادشاہوں کی حکومت میں سب سے بڑی چیز بادشاہوں کے درباری (حاشیہ نشین) بن جانا ہوا کرتا ہے، پھر مال و دولت ہر چیز مل جاتی ہے۔ ★ (تفسیر نمونہ)

دولت کے بھوکے نشے میں چُور

www.drhasanrizvi.com

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا (۴۱) پس جب جادوگر آئے تو انھوں نے
لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا فرعون سے کہا: "اگر ہم غالب آئے تو ہمیں
اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۱﴾ (کوئی بھاری) انعام تو ضرور ملے گا۔
قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ (۴۲) فرعون نے کہا: "ہاں (کیوں نہیں)
الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۲﴾ اُس وقت تم یقیناً میرے مقربین بارگاہ
میں شامل کیے جاؤ گے۔"

★ دنیا پرست علماء کا سب سے بڑا انعام یہی ہوتا ہے کہ وہ ظالم و جابر بادشاہ کے دربار میں جائیں (اور حاشیہ نشین بن جائیں) یہ اُن کی معراج ہوتی ہے۔

یہی فرق ہوتا ہے نبی اور دنیوی علماء میں، سچے اور جھوٹے علماءِ دین میں۔

اسی لیے جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا:

"بدترین علماء وہ ہیں جو حکمرانوں کے دروازوں پر بھٹکتے رہتے ہیں۔ اور بہترین حکمراں وہ ہیں جو علماء کے دروازوں پر آتے ہیں۔" (الحدیث)

★ امیر المومنین حضرت امام علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام نے فرمایا: "جب کسی عالم کو بادشاہ کے دروازے پر دیکھو تو سمجھ لو کہ اب فقراء و غرباء کے حقوق پر ڈاکہ پڑنے والا ہے۔" (نہج البلاغہ)

★ کسی نبی نے کبھی یہ تمنا ظاہر نہیں کی کہ مجھے اتفاقاً بادشاہ کے دربار میں کرسی مل جائے۔ وہ ہمیشہ خدا کا قرب حاصل کرنے کی دعائیں اور تمنائیں کیا کرتے تھے۔ یا پھر اپنی قوم کے لیے حضرت موسیٰؑ کی طرح آزادی کا مطالبہ کرتے تھے تاکہ قوم کو آزاد ماحول حاصل ہو سکے۔ (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾ موسیٰ نے کہا: "پھینکو جو تمھیں پھینکنا ہے"

فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ پس انھوں نے فوراً اپنی رسیاں اور لکڑیاں پھینک دیں اور چیخے: "فرعون کی عزت وجاہ واقبال کی قسم، ہم ہی جیتیں گے۔"

فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾ اس پر موسیٰؑ نے اپنا عصا (ڈنڈا) پھینک دیا۔ تو ایکدم سے وہ اُن جھوٹے کرشموں کو نگلتا اور ہڑپ کرتا ہی چلا گیا

★ جادوگروں نے نظر بندی کرکے اپنی رسّیوں اور چھڑیوں کو زمین پر پھینک دیا تو وہ سانپ بن کر لہرانے لگیں۔ اِدھر حضرت موسیٰؑ نے بحکمِ خدا اپنے عصا کو زمین پر پھینکا۔ تفسیر برہان میں ہے کہ عصا زمین پر پہنچا اور تانبے کی طرح پگھل کر اژدہا بن گیا جس کا اوپر کا ہونٹ فرعون کے تخت کے اوپری حصے پر اور دوسرا ہونٹ تخت کے نیچے کی طرف تھا۔ پس اُس نے دیکھتے ہی دیکھتے جادوگروں کے تمام مصنوعی سانپوں کو ہڑپ کر لیا۔ لوگوں پر اس قدر دہشت طاری ہوئی کہ اُس بے تحاشا بھیڑ میں بھگدڑ پڑ گئی جس سے ہزاروں عورتیں اور بچے کچل گئے۔ فرعون و ہامان کا ڈر کے مارے پائخانہ نکل پڑا اور ایکدم بال سفید ہو گئے اور بیہوش ہو کر گر پڑے۔

م ..... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ﴿۴۶﴾ پھر کیا تھا، تمام کے تمام جادوگر سجدے میں گر پڑے۔

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۷﴾ (اور) پکار اُٹھے: ہم تمام جہانوں کے پالنے والے کو مان گئے (ایمان لے آئے)

رَبِّ مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾ جو موسیٰؑ اور ہارون کا پالنے والا مالک ہے

★ اصل میں جادوگر حضرت موسیٰؑ سے پہلے ہی سے متاثر تھے۔ کیوں کہ اُن کو یہ بتا دیا گیا تھا کہ حضرت موسیٰؑ جب سو جاتے ہیں، تو وہ اژدہا اُن کی حفاظت کیا کرتا ہے۔ چنانچہ اُنھوں نے فرعون سے یہ فرمائش کی، کہ ہم موسیٰؑ کو بسترِ خواب پر دیکھنا چاہتے۔ فرعون نے اُن کو وہ موقع فراہم کیا۔ جب جادوگروں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰؑ بسترِ خواب پر آرام سے سو رہے ہیں اور اژدہا اُن کی حفاظت میں پہرہ دے رہا ہے۔ تب اُن کو یقین ہو گیا کہ یہ جادو نہیں، بلکہ معجزہ ہے۔ کیوں کہ جادو سونے کے بعد بے اثر اور باطل ہو جایا کرتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود فرعون نے اُن کو مقابلے کے لیے مجبور کیا۔ جس کا بعد میں اُنھوں نے اظہار کیا۔ اسی وجہ سے جادوگروں نے بھرے مجمع میں ایمان لانے کا نعرہ بلند کیا تھا۔ (ملخص

(تفسیر انوار النجف جلد ۹ صہ ۱۸۹-۱۹۰) ......★

★ جادوگروں کا سجدے میں گر جانا، اِس لیئے تھا کہ وہ خود جادو کا حق خوب جانتے تھے۔ وہ فوراً سمجھ گئے کہ حضرت موسیٰؑ نے جو کچھ کیا ہے وہ جادو کے ذریعے سے نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لیے اُن کے دل اُن کے قابو میں نہ رہے۔ اور وہ سب کے سب منھ کے بل سجدوں میں گر پڑے۔ (تفسیر ماجدی صہ ۳۶۴)

★ جادوگروں کا سجدہ کرنا صرف اعترافِ شکست نہ تھا، بلکہ حضرت موسیٰؑ کی صداقت اور نبوّت کی

www.drhasanrizvi.com

گواہی تھی کہ (۱) موسیٰؑ بھی سچے ہیں (۲) اُن کا پیغام بھی سچا ہے (۳) اُن کا خدا بھی سچا ہے۔
اور (۴) اُن کا خدا عالمین کا پالنے والا ہے۔ (۵) موسیٰؑ جادوگر نہیں، الٰہی طاقت کے نمائندے ہیں۔
★ ..... (تفہیم القرآن)

★ آیت ۴۶ میں اُلْقِیَ کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس کے معنی از خود گرا دینے کے ہیں۔ (اس سے معلوم ہوتا ہے) جادوگر حضرت موسیٰؑ کے معجزے سے اس قدر زیادہ متاثر تھے کہ بے اختیار سجدوں میں گر گئے۔ کیوں کہ وہ سو فی صد یہ سمجھ چکے تھے کہ یہ جادوگری نہیں ہے، معجزہ ہے۔ اسی لیے صرف سجدے میں نہیں گرے بلکہ پکار اُٹھے کہ "ہم عالمین کے مالک کو مان گئے۔ پھر فرعون کی غلط فہمی کو بھی دور کر دیا یہ کہہ کر کہ: "ہم موسیٰؑ اور ہارونؑ کے ربّ کو مان گئے۔ (ایمان لے آئے) (اس طرح انھوں نے فرعون کی ناک بالکل ہی رگڑ دی۔)
★ ..... (تفسیر نمونہ)

آیت ۴۷:
★ جادوگروں میں یہ عجیب و غریب تبدیلی اتنی زبردست تھی کہ وہ یکایک کفر و شرک، جہالت و معصیت کی تاریکی سے نکل کر ایمان و عمل کی روشنی میں آگئے۔ اپنے سارے مفادات ترک کر دیے حتیٰ کہ اپنی جانوں کے نذرانے تک پیش کر دیے۔ یہ سب کچھ انھوں نے اپنے علم و فن کی حقیقت کے سمجھنے کے بعد ہی کیا۔ یہ سب انھوں نے عقل و فکر سے طے کیا۔
★ ..... (تفسیر نمونہ)

★ جنابِ رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا: "ہر دل خدا کے ہاتھ میں ہوتا ہے جب چاہتا ہے اُس کے دل کو سیدھے راستے پر لگا دیا کرتا ہے۔" (تفسیر فی ظلال القرآن جلد ۶)

آیت ۴۸ کی تشریح: محققین نے نتیجہ نکالا کہ کسی نبیؐ پر ایمان لانے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے اُس کے حقیقی مالک پر ایمان لایا جائے جس طرح جادوگر ایمان لائے اور کہا: "اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" "ہم عالمین کے ربّ پر ایمان لائے" اور ہم کہتے ہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اس کے بعد نبیؐ پر ایمان لایا جائے کیونکہ جادوگروں نے کہا: "رَبِّ مُوْسٰی" ہم کہتے ہیں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اس کے بعد نبیؐ کے وصی پر جادوگر ایمان لائے اور کہا: وَھٰرُوْنَ "ہارون کے ربّ پر ایمان لائے" ہم کہتے ہیں "وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ" رسول اللہ کے وصی پر ایمان لائے۔ گویا ایمان کی تکمیل کی شرط نبیؐ کے وصی پر ایمان لانا بھی ہے۔ ★ (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۬ؕ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۚ﴿۴۹﴾

(۴۹) فرعون نے کہا: "اِس سے پہلے کہ میں تمھیں اجازت دیتا، تم نے اِسے مان لیا ضرور یہی تمھارا وہ بڑا گرو ہے جس نے تمھیں جادو سکھایا ہے۔ اچھا ابھی ابھی تمھیں حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے۔ اب میں لازمی طور پر تمھارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کٹوا دوں گا اور تم سب کے سب کو سولی پر لٹکا دوں گا۔"

قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۫ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۚ﴿۵۰﴾

(۵۰) جادوگروں نے جواب دیا: "کوئی پرواہ نہیں (پھر تو) یقیناً ہم اپنے ہی پالنے والے مالک کے پاس پلٹ جائیں گے۔"

فرعون کی ہٹ دھرمی

ضد اور حق دشمنی کا آخری انجام دیکھیئے کہ فرعون سارے معجزات دیکھ کر بھی، جادوگروں کی گواہی سُن کر بھی حضرت موسیٰؑ کو جادوگر ہی کہہ رہا ہے۔

اور سورۃ اعراف میں خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا: کہ فرعون نے موسیٰؑ کو سیاسی چالباز قرار دیا اور کہا:

"یہ ایک سازش ہے جو تم لوگوں نے مل کر اِس شہر میں تیار کی ہے، تاکہ تم یہاں کے مالکوں کو

www.drhasanrizvi.com

اقتدار سے نکال پھینکو۔" (سورۃ الاعراف آیت ۱۲۳)

اِس طرح فرعون عوام کو دھوکہ دے رہا ہے کہ جادوگروں کا ایمان لانا حقیقی ایمان نہیں ہے، بلکہ ایک سازش، ملی بھگت اور مکّاری ہے، موسیٰؑ اور جادوگر پہلے ہی سے طے کر چکے تھے کہ ہم جادوگر ہار جائیں گے، سجدے کریں گے، اور اِس طرح اقتدار پر ہمارا قبضہ ہوجائے گا۔

★۔۔۔۔۔ (تفہیم القرآن)

★ کیوں کہ فرعون سالہا سال سے حکمرانی کر رہا تھا، لہٰذا اُسے قطعاً یہ اُمید نہ تھی کہ اُس کی اجازت کے بغیر کوئی بھی تنکا ہل سکتا ہے۔ اِس لیے پہلے تو اِس بات پر بگڑا کہ جادوگر میری اجازت کے بغیر کیسے ایمان لے آئے؟ پھر غنڈہ گردی پر اُتر آیا، اور جادوگروں کو قتل کرنے کی دھمکیاں دینے لگا، وہ بھی سخت اذیّت دے دے کر۔ ہر دور کے جابر و ظالم حکّام یہی طریقہ انبیاءؑ اوصیاءؑ اور مومنین کے ساتھ اختیار کرتے رہے۔ عقلی دلائل اُن کے پاس مفقود تھے۔ جب کوئی دلیل اُن کے پاس نہ ہوتی تھی تو وہ اپنی مادّی طاقت استعمال کر کے اُن کو قتل کرا دیتے تھے۔

★۔۔۔۔۔ (تفسیر نمونہ)

نہ گفتارِ صدق مایۂ آزار می شود ✻ چوں حرفِ حق بلند شود دار می شود (عرفی)

یعنی: (حق بات کہنا ہمیشہ مصیبتوں کو دعوت دیتی ہے۔ جب حق بات بلند ہوتی تو وہ پھانسی کا پھندہ بن جایا کرتی ہے۔)

★ فرعون کا مطلب یہ تھا کہ: اے جادوگرو! تم لوگوں نے موسیٰؑ کے ساتھ سازباز کر رکھی ہے اور یہ کہ موسیٰؑ نے کچھ کرتب تم کو سکھا دیے تھے، اور کچھ نہیں سکھایا تھا۔ اِس لیے موسیٰؑ تم پر غالب آ گیا۔

★۔۔۔۔۔ (تفسیر ماجدی)

★ فرعون کا اصل مقصد یہ تھا کہ اُس کی قوم شک میں پڑ جائے، اور جادوگروں کی طرح موسیٰؑ پر ایمان نہ لے آئے۔ (ورنہ اُس کا اقتدار جاتا رہے گا، اور موسیٰؑ حکمران بن جائیں گے)

★۔۔۔۔۔ (تفسیر صافی صہ ۳۶۴)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّا نَطۡمَعُ اَنۡ یَّغۡفِرَ لَنَا (۵۱) ہمیں پکی اُمید ہے کہ ہمارا رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ اَنۡ کُنَّاۤ پالنے والا مالک ہماری غلطیوں کو اَوَّلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ؕ﴿۵۱﴾ معاف کردے گا، اِس لیے کہ ہم (اِس قومِ قبطی میں) سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔

ع ۳

اعترافِ گناہ اور اُمیدِ واثق

پھر جادوگروں نے سلسلۂ کلام کو آگے بڑھا کر اعتراف کیا کہ ہم ماضی میں بہت گناہ کر چکے ہیں کہ ہم خدا کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے پر آکھڑے ہوئے، ہم نے فرعون جیسے بدمعاش کا ساتھ دیا۔ حق سے جنگ کی، گمراہی میں اپنی زندگی گذاری، مگر ہمیں اپنے قتل ہو جانے اور ایمان لانے سے یہ اُمید ہے کہ ہمارا مالک ہمارے گناہ معاف کر دے گا۔ کیوں کہ ہم سب سے پہلے اُس پر ایمان لائے ہیں۔ اِس لیے ہم تمہاری دھمکیوں سے نہیں ڈرتے۔

سب سے پہلے ایمان لانے کے معنی (۱) اِس میدان میں ہم سب سے پہلے ایمان لائے ہیں۔ (۲) یا فرعون کے حامیوں میں ہم سب سے پہلے ایمان لائے ہیں۔ (۳) یا شربتِ شہادت پی کر ہم سب سے پہلے ایمان لائے ہیں۔

اِس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شاید اُس وقت تک کوئی اور حضرت موسیٰؑ پر بظاہر ایمان نہ لایا تھا۔ * ..... (تفسیر نمونہ)

★ فرعون کی قوم میں سب سے پہلے ایمان لانے والے یہی جادوگر تھے، ورنہ بنی اسرائیل ان سے پہلے ایمان لا چکے تھے۔ (اور مومنِ آلِ فرعون بھی ان سے پہلے ایمان لا چکا تھا) (تفسیر انوار النجف)

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ (۵۲) پھر ہم نے موسیٰ کی طرف خفیہ
اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ پیغام بطورِ وحی بھیجا کہ میرے بندوں
مُّتَّبَعُوْنَ ۝۵۲ کو لے کر راتوں رات چل کھڑے ہو،
یقیناً تمھارا پیچھا کیا جائے گا۔

فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي (۵۳) اُدھر فرعون نے (بھی فوجیں
الْمَدَاۗىِٕنِ حٰشِرِيْنَ ۝۵۳ جمع کرنے کے لیے) تمام شہروں میں
جمع کرنے والے (قاصد) بھیج دیے۔

اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ لَشِرْذِمَةٌ (۵۴) (اور کہلا بھیجا) یقیناً یہ کچھ
قَلِيْلُوْنَ ۝۵۴ تھوڑے سے مٹھی بھر لوگ ہیں۔

وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَاۗىِٕظُوْنَ ۝۵۵ (۵۵) اور انھوں نے ہم کو بہت ناراض کیا ہے۔

وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ۝۵۶ (۵۶) اور ہم سب کو اُن سے خطرہ ہے۔

★ جب حضرت موسیٰؑ اِتمامِ حجت کر کے حق کو باطل سے الگ کر چکے اور مومن، کافر الگ الگ ہو گئے تب حضرت موسیٰؑ نے بحکمِ خدا بنی اسرائیل کو رات کے وقت سفر کرنے کا حکم دیا، تاکہ فرعونیوں کو فوراً علم نہ ہو سکے۔ (تفسیر نمونہ) ------ ★

★ ظاہر ہے کہ جب اتنی بڑی تعداد میں لوگ سفر کریں گے تو یہ بات زیادہ دیر تک چھپی نہیں رہ سکتی تھی۔

www.drhasanrizvi.com

www.drhasanrizvi.com

جاسوسوں نے فرعون کو اطلاع دے دی، اور فرعون نے مختلف شہروں سے لشکر جمع کرنے شروع کر دیے۔

(تفسیر نمونہ)

★ ساتھ ہی لوگوں کے حوصلے بلند رکھنے کے لیے نفسیاتی طریقہ بھی اختیار کیا' اور یہ اعلان کیا کہ بنی اسرائیل ایک چھوٹا سا گروہ ہے، وہ بھی کمزور، غیر مسلح، اس لیے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ فتح بہرحال ہماری ہوگی۔

(تفسیر نمونہ) ......

★ "شرذمة" چھوٹے سے گروہ کو کہتے ہیں۔ یا کسی چیز سے کچھ بچ رہنے کو کہتے ہیں اور کٹے پھٹے لباس کو بھی کہتے ہیں۔ گویا بنی اسرائیل پراگندہ سی قوم ہے یعنی تعداد میں بھی ہم سے کم ہیں' اس لیے جلد ہی ہم اُن کو قابو میں لے آئیں گے۔

(مفردات القرآن امام راغب) ...

★ آیت ۵۵ کی تشریح: فرعون کا مطلب یہ تھا کہ بنی اسرائیل کی حرکتوں کو ہم کہاں تک برداشت کریں؟ اِن سرکش غلاموں کے ساتھ کب تک نرمی برتیں؟ اُنھوں نے ہمیں غصّہ دلایا ہے۔ آخر مصر کے کھیت اب کون جوتے گا؟ ہمارے گھر کون بنائے گا؟ ہمارے کام اور ہماری نوکری اب کون کرے گا؟ پھر یہ کہ ہمیں اُن لوگوں سے خطرہ بھی ہے، کہیں کل وہ ہم سے مقابلہ کرنے نہ آجائیں۔ (تفسیر نمونہ)

★ آیت ۵۶ کی تشریح: فرعون کی یہ باتیں اُس کے چھپے ہوئے خوف کو ظاہر کر رہی ہیں۔ ایک طرف تو فوجیں جمع کر رہا ہے جو اِس بات کا ثبوت ہے کہ وہ حضرت موسیٰؑ سے خوفزدہ ہے۔ دوسری طرف اپنے خوف اور خفّت کو چھپانا بھی چاہتا ہے کہ بھلا غلام' کمزور قوم سے کیا ڈرنا۔ اِس لیے وہ اپنا پیغام اِس انداز سے بھیج رہا ہے کہ یہ بنی اسرائیل چیز ہی کیا ہیں۔ یہ ہمارا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ اصل میں اُنھوں نے کچھ ایسی حرکتیں کی ہیں جن کی ہم اُن کو سزا دینا چاہتے ہیں۔ ہم کسی خوف کی وجہ سے فوجیں جمع نہیں کر رہے ہیں' بلکہ احتیاطی تدابیر کر رہے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

فَاَخۡرَجۡنٰهُمۡ مِّنۡ جَنّٰتٍ (۵۷) غرض اس طرح سے ہم نے انھیں
وَّعُیُوۡنٍ ۙ﴿۵۷﴾ ان کے گھنے سرسبز وشاداب باغوں،
بہتے چشموں،

وَّكُنُوۡزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيۡمٍ ۙ﴿۵۸﴾ ۵۸ (بھرے) خزانوں اور اچھے
شاندار مکانوں (محلوں) سے نکال باہر کیا۔

كَذٰلِكَ ؕ وَاَوۡرَثۡنٰهَا (۵۹) اور اس طرح ہم نے بنی اسرائیل
بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ؕ﴿۵۹﴾ کو ان کی سب چیزوں کا وارث و
مالک بنا دیا۔ (سبحان اللہ)

★ "فَاَخۡرَجۡنٰهُمۡ" یعنی ہم نے فرعون اور اس کی جماعت کو مصر سے اس ترکیب سے نکالا اور بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کے لشکر کی غرقابی کے بعد تسلّط عطا کیا۔ باقی قرآنی آیات اور تفاسیر اور کتب سیر سے پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل مصر واپس نہیں گئے لیکن یہاں ان کا مصر پر تسلّط ظاہر ہے تو شاید پہلے مصر پر قبضہ کرکے دوبارہ آمادۂ سفر ہوئے ہوں اور فلسطین کی طرف جا کر آباد ہو گئے ہوں، تیہ کے جنگل میں سرگردانی کا واقعہ بھی شاید اس کے بعد کا ہے۔ (واللہ اعلم)
★ ...... (تفسیر انوار النجف)

★ "مَقَامٍ كَرِيۡمٍ" محلات اور قیمتی عمارتوں کو کہتے ہیں۔ لیکن بعض مفسّرین نے عیش و نشاط کی محفلیں مراد لی ہیں۔ اور بعض مفسّرین نے منبر کے لکھے ہیں جس پر بیٹھ کر حکام احکامات صادر کرتے ہیں یا خطباء خطبے دیتے ہیں۔ (تفسیر نمونہ) (قیمتی محلات میں تمام چیزیں آجاتی ہیں) (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

آیت ۵۹ کی تشریح : مطلب یہ ہے کہ فرعون کی چھوڑی ہوئی چیزیں بنی اسرائیل کو حضرت داؤد ؑ اور حضرت سلیمان ؑ کے زمانے میں ملیں ۔ البتہ بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ فرعون کے غرق ہونے کے بعد کچھ بنی اسرائیل مصر واپس آگئے تھے ۔

★ ...... (تفسیر مجمع البیان)

★ یہ بھی ممکن ہے کہ بنی اسرائیل کے کچھ بوڑھے، بچے، معذور لوگ حضرت موسیٰ ؑ کے ساتھ ہجرت ہی نہ کر سکے ہوں اور مصر میں رہ گئے ہوں، اور فرعونیوں کے غرق ہونے کے بعد اُن کے محلوں، باغوں پر قابض ہو گئے ہوں ۔

★ ...... (فصل الخطاب)

★ یہ بھی ممکن ہے کہ بنی اسرائیل کو ہم نے وہی باغ، چشمے اور محلات نہیں بخشے جو فرعون کے لوگ چھوڑ گئے تھے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہم نے ایک طرف فرعونیوں کو اُن نعمتوں سے محروم کیا اور دوسری طرف بنی اسرائیل کو یہی نعمتیں فلسطین کی زمین پر عطا کیں ۔ اس طرح بنی اسرائیل فلسطین کی زمین پر باغوں، چشموں، مکانوں اور خزانوں کے مالک بنا دیے گئے ۔

★ ...... (تفہیم القرآن)

★ اِسی بات کو سورۃ الاعراف میں یوں ارشاد فرمایا :

" تب ہم نے فرعونیوں سے انتقام لیا اور انھیں سمندر میں غرق کر ڈالا، کیوں کہ اُنھوں نے ہمارے دلائل اور نشانیوں کو جھٹلایا تھا، اور وہ اُن سے بے پرواہ ہو گئے تھے ۔ پھر اُن کی بجائے ہم نے اُن لوگوں کو جو کمزور بنا کر رکھے گئے تھے اُس ملک کے مشارق و مغارب کا وارث (مالک) بنا دیا، جسے ہم نے برکتوں سے مالا مال کیا تھا ۔" (سورۃ الاعراف آیت ۱۳۶، ۱۳۷ پ ۹)

★ یہ برکتوں والی زمین فلسطین کی زمین تھی ۔ قرآن میں جب بھی برکتوں والی زمین کا ذکر آتا ہے اُس سے مراد فلسطین لیا گیا ہے ۔

★ ... (تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.com

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿۶۰﴾ (۶۰) غرض صبح ہوتے ہی فرعون والوں نے
بنی اسرائیل کا پیچھا کیا۔

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ (۶۱) پس جب دونوں جماعتیں ایک دوسرے
اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا کو دکھائی دینے لگیں، تو موسیٰ کے
لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ ساتھی چیخ اٹھے: "لو ہم تو اب پکڑے گئے"۔

قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِىَ رَبِّىْ (۶۲) موسیٰ نے کہا: "ہرگز نہیں! میرے ساتھ
سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾ تو میرا پالنے والا مالک ہے۔ وہ عنقریب
لازمی طور پر مجھے سیدھا اور ٹھیک راستہ بتا دے گا۔"

★ مُشْرِقِيْنَ کے معنی صبح سویرے کے بھی آتے ہیں۔ یعنی فرعون نے بنی اسرائیل کا تعاقب کیا، اور صبح ہوتے ہی اُن کو جا پکڑا۔

لیکن بعض مفسرین نے مُشْرِقِيْنَ سے مراد مشرق کی جانب لیا ہے۔ کیوں کہ بنی اسرائیل مشرق کی جانب ہجرت کر کے گئے تھے۔ بیت المقدس کی زمین مصر سے مشرق کی جانب ہے۔ (تفسیر نمونہ)

★ بنی اسرائیل نے فرعون کے لشکر کو پیچھے آتے دیکھا، اور اُن کے سامنے دریا موجیں مار رہا تھا خوفزدہ ہو کر کہنے لگے بس اب ہم پکڑے جائیں گے۔ .... (تفسیر نمونہ)

★ لیکن حضرت موسیٰؑ پر ذرہ برابر خوف طاری نہ ہوا کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اسی لئے فرمایا: "تم گھبراتے کیوں ہو ہمارے ساتھ ہمارا خدا ہے وہی ہماری ہدایت فرمائے گا۔"

www.drhasanrizvi.com

فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ (۶۳) فوراً ہی ہم نے موسیٰؑ کی اپنی وحی
اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ بھیجی کہ "اپنے عصاء (لاٹھی) کو دریا
فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ پر مارو"۔ پس یکایک سمندر پھٹ
فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۚ (۶۳) کر رہ گیا، اور اُس کا ہر ایک حصہ
ایک بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا۔

سمندر کا پانی پہاڑ بن گیا

فوراً موسیٰؑ کو وحی ہوئی کہ اس اپنے عصاء کو جس سے تم فرعون کے سامنے عذاب لائے تھے، سمندر پر دے مارو، اب یہی عصاء بنی اسرائیل کے لیے رحمت بن جائے گا۔ عصاء مارتے ہی یکایک عجیب منظر بنی اسرائیل کی آنکھوں کے سامنے نظر آنے لگا۔ سمندر پھٹ گیا، پانی کے کئی کئی ٹکڑے ہو گئے، اور ہر ٹکڑا ایک عظیم پہاڑ بن گیا۔
★ ۔۔۔۔۔ (تفسیر نمونہ)

★ "انفلق" "فلق" کے مادے سے ہے جس کے معنی پھٹ جانے کے ہوتے ہیں، جُدا جُدا ہو جانے کے ہوتے ہیں۔

★ (بروزن حلق) فلق اور فرق کے درمیان یہ فرق ہوتا ہے کہ فلق کے معنی پھٹ جانا، اور فرق کے معنی جدا ہونے کے ہوتے ہیں۔

★ اور "طَود" کے معنی بہت بڑا پہاڑ۔
★ ۔۔۔۔۔ (مفردات القرآن امام راغب)

★ مفسرین نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ وہ دریائے نیل تھا یا بحرِ قلزم۔ بنی اسرائیل مصر سے سینا کی طرف آرہے تھے اُس راستہ میں دریائے نیل حائل نہیں ہوتا۔ دریائے قلزم ہی زیادہ قرینِ قیاس ہے۔
★ ۔۔۔۔۔ (تفسیر الانوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَ اَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ ﴿۶۴﴾ پھر ہم دوسرے گروہ (فرعونیوں) کو بھی قریب لے آئے۔

وَ اَنْجَیْنَا مُوْسٰی وَ مَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۶۵﴾ اُدھر ہم نے موسیٰؑ کو اور اُن سب لوگوں کو جو اُن کے ساتھ تھے، بچالیا۔

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۶۶﴾ پھر دوسروں فرعونیوں کو ہم نے ڈبو کر رکھ دیا۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۶۷﴾ اس واقعے میں یقیناً ایک بہت بڑی نشانی اور حقیقت ہے، مگر ان لوگوں میں کے اکثر ماننے والے ہی نہیں ہیں۔

★ ٹھیک اُس وقت جب بنی اسرائیل کا آخری آدمی سمندر سے نکل رہا تھا، فرعون کے لشکر کا آخری آدمی سمندر میں داخل ہو رہا تھا، خدا نے پانی کو حکم دیا کہ اپنی حالت پر لوٹ آ۔ اچانک سمندر کی موجیں ٹھاٹھیں مارنے لگیں، فرعون اور اُس کا لشکر گھاس پھوس کی طرح پانی میں غوطے کھانے لگے ...... (تفسیر نمونہ)

★ کیوں کہ حضرت موسیٰؑ کے معجزات کو دیکھ کر صرف چند لوگ فرعونیوں میں سے ایمان لائے تھے، مثلاً فرعون کی بیوی ایمان لائی تھی، اور وہ جسے قرآن نے مومنِ آلِ فرعون کہا ہے (یعنی حزقیل مومنِ آلِ فرعون جو اپنے ایمان کو لوگوں اور خود فرعون سے چھپائے ہوئے تھا)

www.drhasanrizvi.com

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ (۶۸) اور حقیقت یہ ہے کہ تمہارا
الرَّحِيمُ ۶۸ ع پالنے والا مالک زبردست طاقت ع ۷ ۸

اور عزّت والا بھی ہے اور مسلسل

بے حد رحم کرنے والا بھی ہے۔

★ آخر میں خدا کا خود کو "عزیز" یعنی غالب طاقت والا فرمانا اس لیے ہے کہ وہی پانی جو فرعونیوں کی زندگی کا سامان تھا، اُسی پانی سے اُن کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ خداوندِ عالم کو ظالموں کو سزا دینے کے لیے آسمان سے فرشتے اُتارنے نہیں پڑے، بلکہ خدا نے فرعونیوں کو دریائے نیل میں غرق کر دیا۔ دریا ہی کو اُن کا قبرستان بنا دیا۔ (اللہ اکبر)

خداوندِ عالم نے یہاں پر خود کو رحیم شاید اس لیے بھی فرمایا کہ اُس نے فرعونیوں کو باوجود اُن کی سرکشی کے مہلتوں پر مہلتیں دیں، اُس کا یہی قانون سب کے لیے ہوا کرتا ہے۔

★...... (تفسیر نمونہ)

★ خدا کی یہ صفت "عزیز" کے معنی عزّت، غلبہ، طاقت خود اپنی قوّت کے بل پر کام کرنے والے کے ہوتے ہیں۔ اس صفت کا تقاضا یہ ہے کہ خدا جب چاہے، جہاں چاہے اپنے مجرموں، دشمنوں کو سزا دے سکتا ہے۔ مگر اُس کی صفتِ رحیمی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ فوراً گرفت نہ فرمائے، بلکہ اصلاحِ حال کی مہلت عطا فرمائے۔

★...... (تفسیر کبیر امام رازی)

★ "عزیز" کے ایک معنی دشمن سے بدلہ لینے والے کے بھی ہوتے ہیں۔

★..... (تفسیر صافی ص ۳۶۵)

www.drhasanrizvi.com

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ (۶۹) اور اُن کے سامنے ابراهیمؑ کا

إِبْرٰهِيمَ ﴿٦٩﴾ قصّہ سناؤ۔

وقف لازم

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ (۷۰) جب اُنھوں نے اپنے باپ

مَا تَعْبُدُونَ ﴿٧٠﴾ اور اپنی قوم کے لوگوں سے پوچھا: "آخر یہ کیا چیزیں ہیں جن کی تم پوجا پاٹ کرتے رہتے ہو"؟

قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا (۷۱) اُنھوں نے کہا: "ہم اِن بتوں

فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِينَ ﴿٧١﴾ کو پوجتے ہیں، اور اسی پر ہم جمے بیٹھے ہیں۔

★ عربی ادب میں "اب" کا لفظ باپ اور چچا دونوں کے لیے بولا جاتا ہے۔ یہاں "اب" سے مراد چچا ہے۔ ...... (تفسیر نمونہ)

★ حضرت ابراهیمؑ کا بتوں کو "ما" (کیا چیز) کہنا تحقیر کے لیے ہے۔ ...... (تفسیر کبیر)

★ بُت پرستوں نے بت پرستی کے لیے "نظل" کا لفظ استعمال کیا جو ایسے کاموں کے لیے بولا جاتا ہے جو دن کے وقت انجام دیے جائیں، اور جب یہ لفظ مضارع کے صیغے میں آتا ہے تو اِس میں استمرار، دوام یعنی مستقل عمل کرنے کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ (مفردات القرآن امام راغب)

★ "عاکف" "عکوف" کے مادّے سے ہے جس کے معنی کسی چیز کی طرف بہت زیادہ توجّہ کرنے کے ہیں، وہ بھی ادب اور احترام کے ساتھ۔ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ (۷۲) ابراہیمؑ نے پوچھا: "جب تم انھیں
إِذْ تَدْعُونَ ﴿۷۲﴾ پکارتے ہو تو کیا یہ تم لوگوں کی (پکار،
دعائیں) سنتے ہیں؟

أَوْ يَنفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ ﴿۷۳﴾ یا تمھیں کسی قسم کا فائدہ یا نقصان
پہنچاتے ہیں۔؟

قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا (۷۴) اُنھوں نے جواب دیا: "(نہیں)
كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿۷۴﴾ البتہ ہم نے تو اپنے باپ داداؤں کو
ایسا ہی کرتے پایا ہے۔"

قَالَ أَفَرَأَيْتُم مَّا كُنتُمْ (۷۵) ابراہیمؑ نے کہا: "کیا تم نے کبھی
تَعْبُدُونَ ﴿۷۵﴾ غور سے (نہیں) دیکھا ان چیزوں
کی طرف جن کی تم بندگی کرتے ہو

أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمُ (۷۶) تم اور تمھارے پچھلے باپ دادا
الْأَقْدَمُونَ ﴿۷۶﴾

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ معبود وہ ہوتا ہے جو اپنی عبادت کرنے والوں کی دعائیں فریادیں سن سکے، اُن کی مدد کر سکے، اُن کو فائدہ یا نقصان پہنچانے یا مصیبت میں کام آنے پر مکمل قدرت رکھتا ہو۔ جبکہ بتوں میں ان میں سے کوئی ایک بات بھی نہیں پائی جاتی۔ ★ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْٓ اِلَّا رَبَّ (۷۷) حقیقتاً یہ سب (بُت) میری
الْعٰلَمِیْنَ ۙ﴿۷۷﴾ نظر میں میرے دشمن ہیں، مگر ہاں
تمام جہانوں کا پالنے والا مالک
الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ (۷۸) وہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا،
یَهْدِیْنِ ۙ﴿۷۸﴾ پھر وہی مجھے سیدھا راستہ بھی دکھاتا ہے۔

★ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو اپنا دشمن اِس لیے فرمایا کہ خداوندِ عالم نے سورۂ مریم میں ارشاد فرمایا ہے: "اُن مشرکوں نے خدا کے سوا دوسرے معبود (خدا) بنا رکھے ہیں تاکہ وہ اُن کے لیے عزّت کا ذریعہ ہوں۔ ہرگز نہیں۔ عنقریب وہ وقت آئے گا جبکہ وہ اُن کی عبادت کا انکار کر دیں گے، اور اُلٹے اُن کے مخالف ہو جائیں گے۔" (سورۃ ۱۹ مریم آیت ۸۱-۸۲)

پھر ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ بت تمھارے دشمن ہیں، بلکہ فرمایا کہ "یہ میرے دشمن ہیں۔" اگر یہ فرماتے کہ یہ بُت تمھارے دشمن ہیں تو وہ احمق ضد میں مبتلا ہو جاتے اور کہتے کہ بتاؤ یہ کیسے ہمارے دشمن ہو گئے؟ جب کہا کہ میرے دشمن ہیں تو اب انھیں سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اپنے بھلے بُرے کی فکر کریں جس طرح حضرت ابراہیمؑ اپنے بھلے بُرے کی فکر کر رہے ہیں۔

اِس طرح حضرت ابراہیمؑ نے ہر شخص کی فطرت کو للکارا۔ کیوں کہ ہر شخص اپنا بھلا ضرور چاہتا ہے، اور جان بوجھ کر کبھی اپنا نقصان نہیں چاہتا۔ اِس طرح انھیں سوچنے پر مجبور کر دیا۔

نیز یہ بتا دیا کہ تمام معبودوں میں صرف اور صرف ایک اللہ ہی تو ہے جو عالمین کا مالک اور پالنے والا ہے۔ اُس کی عبادت کرنا، دشمن کی عبادت کرنا نہیں ہے، بلکہ اصلی مالک اور پالنے والے کی عبادت کرنا ہے۔ غرض حضرت ابراہیمؑ نے بتا دیا کہ تمھارے پاس بتوں کی عبادت

www.drhasanrizvi.com

کے لیے باپ داداؤں کے ڈھرّے پر چلنے کے سوا کوئی دلیل نہیں ہے، جبکہ میرے پاس تو ایک اللہ کی عبادت کے جواز کے لیے بہت سی دلیلیں ہیں۔ جو اگلی آیتوں میں بیان ہوں گی یہاں پر دلیل دی گئی ہے کہ ہمارا خالق ہے۔ مخلوق کو اپنے ہی خالق کی بندگی کرنی چاہیے غیر مخلوق کی بندگی کرنے کا کوئی جواز ہی نہیں۔ (بلکہ بے عقلی ہے)

اِس لیے تمام باطل معبودوں میں جن کی دنیا والے عبادت کر رہے ہیں، صرف ایک اللہ نے جس کی بندگی میں کرتا ہوں، مجھے بھلائی دکھائی دی ہے۔ کیوں کہ صرف وہی عبادت کا مستحق ہے۔ اِس لیے وہ عالمین کا مالک اور پالنے والا ہے۔

تمام مشرک بھی یہ مانتے تھے کہ تمام موجودات اللہ ہی کی مخلوق ہیں۔ اِسی لیے میں صرف اُس کی عبادت کرنے کو درست سمجھتا ہوں جس نے مجھے بھی پیدا کیا ہے۔ دوسرا کوئی بھی اِس بات کا مستحق نہیں ہے کہ اُس کی عبادت کی جائے، کیوں کہ اُس کا میری پیدائش میں کوئی حصہ نہیں۔

(تفہیم) ---- *

★ "فَاِنَّھُمْ" ضمیرِ غائب ذوی العقول کے لیے لائی گئی ہے۔ حالانکہ جن کی وہ عبادت کرتے تھے بُت غیرِ ذوی العقول تھے۔ گویا مطلب یہ ہے کہ تمھارے معبود اور تم اور تمھارے بُت پرست آباء سب کے سب میرے دشمن ہیں، سوائے ایک معبود کے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، وہی خالق ہے، اور اچھائی کی طرف رہبری کرنے والا ہے، وہی رازق ہے جو طعام اور پانی عطا فرماتا ہے، اور بیماری شفا بھی وہی عطا فرماتا ہے۔ اور وہی موت و حیات کا مالک ہے، اور اُسی سے ہماری اُمیدیں وابستہ ہیں۔ کہ وہ قیامت کے روز ہماری لغزشوں سے معافی دے دے۔

(تفسیر انوار النجف) ---- ★

www.drhasanrizvi.com

وَالَّذِیۡ هُوَ یُطۡعِمُنِیۡ (۷۹) اور وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا
وَیَسۡقِیۡنِ ﴿۷۹﴾ ہے۔

وَاِذَا مَرِضۡتُ فَهُوَ (۸۰) اور جب میں بیمار ہوتا ہوں
یَشۡفِیۡنِ ﴿۸۰﴾ تو وہی مجھے شفاء دیتا ہے۔

وَالَّذِیۡ یُمِیۡتُنِیۡ ثُمَّ (۸۱) اور وہی مجھے موت دے گا،
یُحۡیِیۡنِ ﴿۸۱﴾ پھر زندگی عطا کرے گا۔

وَالَّذِیۡۤ اَطۡمَعُ اَنۡ یَّغۡفِرَ (۸۲) اور اُس سے مجھے یہ بھی اُمید
لِیۡ خَطِیۡٓـَٔتِیۡ یَوۡمَ الدِّیۡنِ ﴿۸۲﴾ ہے کہ وہ بدلے کے دن میری
غلطی معاف کردے گا۔

★ ربوبیت کے پہلے ہی مرحلے میں تخلیق اور ہدایت کے بعد مادی نعمتوں کا ذکر فرماتے ہیں کہ وہی خدا تو ہے جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ گویا میں ساری نعمتیں خدا ہی کی دین سمجھتا ہوں۔
★...... (تفسیر نمونہ)

★ محققین نے لکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیمار ہونے کی نسبت اللہ کی طرف نہیں دی، بلکہ یوں فرمایا: "جب میں بیمار ہوتا ہوں"۔ کیوں کہ انسان اپنی ہی غلطیوں سے، کھانے پینے یا دوسری عادتوں کی افراط و تفریط کے سبب بیمار ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا: "جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ (اکثر) تمہارے ہی کرتوت کی وجہ سے آتی ہے۔" (القرآن) (سورۃ الشوریٰ ۴۲ آیت ۳۰ پ ۲۵)

www.drhasanrizvi.com

★ اللہ تعالیٰ کی بندگی کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اُس نے صرف پیدا ہی نہیں کیا، بلکہ ہماری رہنمائی بھی کی، ہر ضرورت کی چیز فراہم فرمائی۔ پھر ان تمام سامانوں سے فائدہ اُٹھانے کے لیے جس جس طاقت اور صلاحیت کی ضرورت تھی، وہ بھی عطا فرمائی۔ پھر بیماریوں کے دفاع کے لیے اُس نے ہمارے جسم میں دفاعی نظام قائم فرمایا، پھر ہر مرض کی دوا پیدا کی۔

★..... (تفہیم القرآن)

★ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ موت و زندگی بھی خدا کی تخلیق ہے وہی مجھے مارے گا، اور وہی پھر مجھے زندہ کرے گا۔ جی ہاں! میری موت بھی اُسی کی طرف سے ہوگی، اور میری نئی زندگی بھی اُسی کی عطا سے ہوگی۔

★..... (تفسیر نمونہ)

؎ جو کچھ ہوا، ہوا کرم سے تیرے ⁂ جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا۔

★ پھر جب میں میدانِ حشر میں قدم رکھوں گا، تو میرا وہی خدا ہے جس سے مجھے یہ اُمید ہے کہ وہ قیامت کے دن میرے گناہ معاف کردے گا۔

ظاہر ہے کہ انبیاء کرام ؑ معصوم ہوتے ہیں، مگر اللہ اُن کی انتہائی انکساری کے سبب سے اُن کو اپنی رحمت میں جگہ دے گا۔ کیوں کہ وہ اپنی نیکیوں کو بھی اپنے گناہ سمجھتے تھے۔ کیوں کہ وہ اپنی نیکیوں کو خدا کی عظمت کے مقابلے پر بالکل حقیر اور خدا کے انعامات کے مقابلے پر بالکل ناچیز سمجھتے ہیں۔

ممکن ہے گناہوں سے مراد اُن کے ترکِ اولیٰ ہوں۔

یا پھر خدا کی نعمتوں کے سامنے اپنی نیکیوں کو اس قابل ہی نہیں سمجھتے کہ وہ قابلِ قبول ہوں۔ محققین نے نتیجہ نکالا کہ خدا کی معرفت اُس کی خالقیت سے ہوتی ہے یا پھر ربوبیت سے۔

★..... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

"غفر" کے لفظ کے معنی لباس پہنا دینے، کے ہوتے ہیں۔ ایسا لباس جو ہر قسم کے میل اور گندگی سے بچا سکے، اور خوب اچھی طرح سے ڈھانپ لے۔

یہاں آیت ۸۲ میں یَغْفِرَ لِیْ کے یہی معنی ہیں کہ "خدا سے مجھے یہی اُمید ہے کہ وہ مجھے اپنی رحمت (کے لباس) سے اچھی طرح ڈھانپ لے گا۔"

اِس لیے اِس آیت سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ انبیاء کرامؑ سے بھی غلطیاں ہوتی ہیں۔ بلکہ اُن کی دعائے مغفرت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ: اے خدا! ہمیں اپنی رحمتوں سے ڈھانپ لے۔

(یا) اگر "غفر" کے دوسرے معنی غلطیاں معاف کرنا، لیا جائے، تو پھر اُس کی حقیقت یہ ہے کہ انبیاءؑ کے دلوں میں خدا کی عظمت یا بڑائی کا احساس بہت زبردست ہوتا ہے۔ جس کا سبب اُن کی وہ معرفت ہوتی ہے جو وہ خدا کے لیے رکھتے ہیں۔ اِسی عظمت کے احساس کی وجہ سے اُن کو اپنی تمام تر نیکیاں بہت قلیل اور کم لگتی ہیں۔ اور خدا کے احسانات بہت زیادہ لگتے ہیں۔ اسی کمی کے احساس کی وجہ سے وہ خدا سے معافیاں طلب کرتے ہیں جبکہ وہ گناہوں سے بَری اور معصوم ہوتے ہیں۔ اُن کا یہ استغفار کمالِ بندگی، کمالِ معرفت، کمالِ عجز، کمالِ انکساری اور کمالِ علم کا نتیجہ ہوتا ہے۔

★ ..... (فصل الخطاب)

"یَغْفِرَ لِیْ" یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب انبیاءؑ معصوم ہوتے ہیں تو حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اپنی لغزشوں کی بخشش کی اُمید کیوں ظاہر کی ہے؟ جواب اِس کا یہ ہے کہ اِس سے مراد اُمت کی لغزشیں ہیں جن کے آپؑ شفیع ہوں گے اور چوں کہ معافی کے لیے شفاعت آپؑ کریں گے، اِس لیے نسبت اپنی طرف دے دی جس طرح سورۂ فتح میں لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ حضور اکرمؐ کو کہا گیا ہے۔ نسبت حضورؐ کی طرف اور مراد اُمت کے گناہ ہیں جن کی آپؐ شفاعت فرمائیں گے۔

★ ..... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

رَبِّ هَبۡ لِیۡ حُكۡمًا (٨٣) اے میرے پالنے والے مالک!
وَّ اَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ ﴿٨٣﴾ مجھے علم و حکمت عطا فرما اور مجھے
نیک کام کرنے والے (صالحین) لوگوں کے
ساتھ ملا دے۔

★ اب خدا کی معرفت کے بعد خدا سے دعاؤں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

★ معلوم ہوا کہ خدا کی نعمتوں کے اعتراف کے بعد خدا سے دعائیں مانگنی چاہئیں۔

★ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سب سے پہلی دعا، علم و دانش کی طلب ہے۔ اور پھر (٢) نیک لوگوں سے ملحق ہونے کی دعا، ہے (معلوم ہوا کہ نیک لوگوں سے ملحق ہونے کے لیے سب سے پہلے طلبِ علم ضروری ہے۔) (تفسیر نمونہ)

★ حکم اور حکمت کی بنیاد ایک ہی ہے۔ حکمت کے معنی علم اور معرفت کے ذریعہ حق تک پہنچنا ہوتا ہے۔ گویا حکمت موجوداتِ عالم کی حقیقت اور نیک اعمال کی معرفت حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔ گویا حکمت وہ صلاحیت ہے کہ جس سے انسان حق کو حق، اور باطل کو باطل جان سکے۔ یہی حکمت حضرت لقمانؑ کو خدا سے عطا ہوئی تھی۔ حکمت ایک ایسا صحیح فیصلہ ہے جس میں غلطی کا امکان نہ ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے اسی صلاحیت کا سوال کیا ہے
(تفسیر نمونہ)

★......

★ یہاں "حکم" سے مراد نبوت نہیں۔ اس لیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خود نبی ہیں۔ اور نبوت کا عہدہ مانگنے سے نہیں ملا کرتا۔ اس لیے یہاں "حکم" سے مراد حکمت، علم، فہم صحیح قوتِ فیصلہ کے ہیں۔ ایسی ہی دعا، جنابِ رسولِ خداؐ نے بھی مانگی تھی۔ "اَرِنَا الْاَشْیَآءَ کَمَا ھِیَ"

یعنی:-

www.drhasanrizvi.com

"اے خدا ہم کو اس قابل بنا دے کہ ہم ہر چیز کو ویسا ہی دیکھیں جیسی کہ وہ واقعاً ہے۔"

* ..... (تفہیم القرآن)

★ ہر پاکیزہ روح کی یہی تمنا ہوتی ہے کہ خدا اُس کو بد اخلاق اور فاسق سوسائٹی سے بچائے رکھے، اور نیک لوگوں کے ساتھ زندگی گذارنے کا موقع عطا فرمائے۔ اِس لیے کہ انسان کے بننے اور بگڑنے کا گہرا تعلق تخم کی تاثیر کے بعد ماحول کے اثر سے مرتب ہوتا ہے۔

* ...... (مؤلف)

سوال: یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام "حکم" حکمت اور نبوت کی منزلت پر فائز تھے، اور صالحین میں بھی شامل تھے، پھر یہ دعا، کیوں مانگی ؟

جواب: یہ ہے کہ علم و حکمت کی کوئی حد نہیں ہوا کرتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مطلب یہ ہے کہ "مجھے علم کی بلندیاں اور عطا فرما۔ علم کی انتہا، دیکھیے کہ اولوالعزم پیغمبر ہوتے ہوئے بھی علم کے اضافے کی دعا، مانگ رہے ہیں۔

* ..... (تفسیر نمونہ)

علم و حکمت جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"اَلْعِلْمُ يُنْجِدُ وَالْحِكْمَةُ تُرْشِدُ" یعنی: "علم تم کو بلند مقام پر پہنچائے گا اور حکمت تم کو صحیح راستہ کی نشاندہی کرے گی۔"

پھر ارشاد فرمایا: "خُذِ الْحِكْمَةَ اَنّٰى كَانَتْ فَاِنَّ الْحِكْمَةَ تَكُوْنُ فِىْ صَدْرِ الْمُنَافِقِ فَتَلَجْلَجُ فِىْ صَدْرِهٖ حَتّٰى تَخْرُجَ فَتَسْكُنَ اِلٰى صَوَاحِبِهَا فِىْ صَدْرِ الْمُؤْمِنِ"

یعنی: "حکمت کی بات جہاں کہیں ہو اُسے حاصل کرلو۔ کیوں کہ حکمت منافق کے سینے میں بھی ہوتی ہے لیکن جب تک اُس (کی زبان) سے نکل کر مومن کے سینے میں پہنچ کر دوسری حکمتوں کے ساتھ بہل نہیں جاتی، تڑپتی رہتی ہے۔" مزید فرمایا: "حکمت مومن کی ہی گمشدہ چیز ہے اسے حاصل کرو، اگرچہ منافق سے لینا پڑے۔"

* (نہج البلاغہ ۷۹ - ۸۰) ص ۸۲۶

www.drhasanrizvi.com

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾ (۸۴) اور میرا ذکرِ (خیر) آئندہ آنے والوں میں جاری رکھ، اور میرے لیے سچائی کی زبان، آئندہ نسلوں میں قرار دے۔

★ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ دعاء فرماتے ہیں کہ "آنے والی قوموں میں میرے لیے ذکرِ خیر اچھی شہرت جاری فرما۔ مجھے اُن کے لیے نمونۂ عمل بنادے۔

★ ..... (تفسیر نمونہ)

★ امیر المومنین حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

"خداوندِ عالم کسی کو اگر سچائی کی زبان (یعنی) اچھی شہرت یا نیک نامی عطا فرمائے، تو وہ اُس مال سے بہتر ہے جسے وہ خود کھائے اور گھر والوں کے لیے چھوڑ جائے۔"

★ آیت کا مطلب یہ ہے کہ "اے خدا! میری اولاد میں سے ایک ایسے سچے انسان کو پیدا فرما جو میرے لائے ہوئے دین کی تجدید کرے۔ اور لوگوں کو اُسی دین کی طرف بلائے جس کی طرف میں بلا رہا ہوں۔" اِس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اِس دعاء کے حقیقی مصداق حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اور آپؐ کے بعد حضرت امام علی مرتضےٰ علیہ السلام اور پھر اُن کی اولاد سے ائمۂ طاہرین ہیں۔

★ ..... (تفسیر صافی صـ ۳۶۶ بحوالہ کافی و تفسیر قمی)

★ حقیقت بھی یہی ہے کہ اوّلین معنی میں سچائی کی زبان وہی شخص ہو سکتے ہیں جو رسولِ خداؐ کی سب سے پہلے تصدیق فرمائیں۔ ہر سخت سے سخت ترین موقع پر رسولؐ کے مددگار ثابت ہوں۔ جن کو خود خدا نے رسولؐ کا شاہدؐ قرار دیا ہو۔ جن کی وجہ سے رسولؐ کی جان محفوظ رہی ہو اور اس طرح حضرت ابراہیمؑ کی دعاء پایۂ تکمیل کو پہنچی ہو۔ (اور وہ شخص صرف حضرت علیؑ ہیں) ★ (فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَۃِ (۸۵) اور مجھے جنّت کے حقداروں
جَنَّۃِ النَّعِیْمِ ﴿۸۵﴾ یا مستحقین میں شامل فرما۔

وَاغْفِرْ لِاَبِیْۤ اِنَّہٗ کَانَ (۸۶) اور میرے باپ کو بخش دے
مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۸۶﴾ کہ بلاشبہ وہ گمراہوں میں تھا۔

★ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ "مجھے جنّت کا وارث بنا دے۔"

★ "ارث" کے معنی کسی نعمت کو بغیر کسی تکلیف کے حاصل کرلینا ہوتا ہے۔

★ یہ لفظ اس لیے استعمال فرمایا کہ ہم جنّت کے حاصل کرنے کے لیے کتنی بھی تکلیفیں برداشت کریں، پھر بھی وہ جنّت کی ابدی وراثتی نعمتوں کے مقابلے پر بالکل کمتر ناچیز ہیں۔

جنّت اور دوزخ کے گھروں کی وراثت

★ یا پھر یہ لفظ اس لیے استعمال ہوا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ: "ہر انسان کا ایک گھر جنّت میں ہوتا ہے اور ایک جہنّم میں۔ اگر وہ جہنّم میں چلا جاتا ہے تو اُس کے جنّت والے گھر کے وارث دوسرے جنّتی بن جاتے ہیں۔ اور اگر وہ جنّت میں چلا جاتا ہے تو اُس کے جہنّم کے گھر کے وارث جہنّمی ہوتے ہیں۔ ★ (تفسیر نمونہ)

★ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آذر کے لیے دعائے مغفرت کی، لیکن جب وہ کافر مرا اور اس کی حق دشمنی مسلّم ہوگئی، تب آپؑ نے اُس کے لیے استغفار کرنا چھوڑ دیا۔

★ ..... (تفسیر ابن عباسؓ)

www.drhasanrizvi.com

★ **اہلِ سنت کے بعض مفسرین نے لکھا** کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد (بعض روایات کے لحاظ سے چچا) گمراہ شرک تھے، اِس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مغفرت کی دعاء کرنا اصل میں اِس بات کی دعاء کرنا تھا کہ خدا اُن کو اسلام لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ مگر قرآن مجید کی دوسری آیتوں کو سامنے رکھا جائے تو یہ توجیہ مناسب معلوم نہیں ہوتی۔

کیوں کہ قرآن مجید یہ بھی ارشاد فرماتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد (یا چچا) کے ظلم سے تنگ آکر جب گھر سے نکلے تو انھوں نے رخصت ہوتے ہوئے فرمایا: "قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ۝" (سورۃ مریم آیت ۴۷ پ ۱۶)

یعنی: ابراہیم نے کہا: آپ کو خدا حافظ (یا سلام ہو) میں اپنے مالک سے آپ کے لیے معافی کی دعاء کروں گا۔ وہ یقیناً مجھ پر بڑا مہربان ہے۔"

دوسری جگہ قرآن مجید میں آپؑ نے یہ دعاء مانگی: "رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ"

یعنی: "اے ہمارے مالک! مجھے اپنی رحمتوں سے ڈھک لے اور میرے والدین کو بھی۔" (سورۃ ابراہیم آیت ۴۱ پ ۱۳)

مگر بعد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ احساس ہوگیا کہ یہ میرا باپ (یا چچا) مغفرت کی دعاء کا مستحق نہیں ہے۔ اِس لیے سورۃ توبہ میں فرمایا: "وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ"

یعنی: "ابراہیمؑ کا اپنے باپ کے لیے دعائے مغفرت کرنا تو صرف اُس وعدے کی وجہ سے تھا جو انھوں نے اُس سے کیا تھا، مگر جب یہ بات اُن پر کھل گئی کہ وہ خدا کا دشمن ہے، تو انھوں نے اُس سے تبرا کیا۔"
(سورۃ التوبہ آیت ۱۱۴ پ ۱۱) (تفہیم القرآن) ★.....

★ ائمۂ اہلِ بیتؑ کی روایات کے اعتبار سے ان آیات کا تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا آزر سے ہے۔ جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ تھا، جو مومن تھے۔
(روح المعانی) ★.....

www.drhasanrizvi.com

وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ۙ﴿۸۷﴾ اور اُس دن جب (سب) زندہ کر کے اُٹھائے جائیں تُو مجھے رُسوا نہ کرنا۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۙ﴿۸۸﴾ (۸۸) جس دن نہ مال ہی کوئی کام آئے گا اور نہ اولاد (بیٹے)

اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۭ﴿۸۹﴾ (۸۹) سوا اُس کے جو اللہ کے سامنے پاک دل (قلبِ سلیم) لیے ہوئے آئے۔

(یعنی) ایسا دل لے کر آئے جو کفر و شرک، فسق و فجور، نافرمانی، ناشکری کے ارادوں اور خیالات سے بھی پاک صاف اور محفوظ ہو۔

★ یعنی قیامت کے دن مجھے یہ رسوائی نہ دکھانا کہ میدانِ حشر میں تمام اوّلین و آخرین کے سامنے ابراہیمؑ کا باپ (شیعہ روایات کے مطابق چچا آذر) سزا پا رہا ہو اور ابراہیمؑ کھڑا دیکھ رہا ہو۔
★ ..... (تفہیم القرآن)

★ "تخزنی" "خزی" کے مادّے سے ہے جس کے معنی روح کی شکست یعنی بیحد شرم۔
★ ..... (امام راغب)

★ حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعاء دوسروں کے لیے درسِ عبرت، اُسوۂ حسنہ اور اپنی ذمّے داریوں کا زبردست احساس پیدا کرتا ہے۔ ★ .... (تفسیر نمونہ)

آیت ۸۸ کی تشریح: اکثر مفسّرین کے نزدیک یہ آیات حضرت ابراہیمؑ کی دعاء کا نتیجہ ہیں۔

www.drhasanrizvi.com

لیکن بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیات خداوند عالم کا جواب ہے۔ مگر یہ خیال کمزور معلوم ہوتا ہے۔

دنیا کی زندگی کے سب سے اہم سرمائے دو ہوتے ہیں۔ مال - اور - اولاد - جب یہ بھی وہاں آخرت میں کام نہ آسکیں تو باقی چیزیں کس کھیت کی مولی ہیں کہ کام آسکیں گی لیکن یہاں مال اور اولاد سے مراد وہ مال اور اولاد نہیں ہیں جن کے ذریعے سے خدا کی اطاعت کی جائے جن کی تربیت خدا کی اطاعت کے لیے کی جائے۔ کیوں کہ جب مال اور اولاد کو خدا کی مرضی کے مطابق استعمال کیا جاتا ہے تو پھر وہ مادی سرمایہ نہیں، بلکہ اُخروی اور روحانی سرمایہ بن جاتی ہیں۔ پھر وہ خدا کے رنگ میں رنگ جاتی ہیں، پھر وہ باقیات الصالحات بن جاتی ہیں۔

* ...... (تفسیر نمونہ)

قلب سلیم

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ اصل ذریعۂ نجات "قلبِ سلیم" ہے۔ یعنی ایسا دل دماغ جس میں خالص ایمان، پاک نیت، جذبۂ اطاعتِ الٰہی، پاک کاموں اور پاک لوگوں سے محبت ہو۔

* ...... (تفسیر نمونہ)

* قلبِ سلیم کا لفظ سلامت کے مادے سے بنا ہے۔ یعنی وہ دل جو ہر قسم کی بیماری، خواہ وہ اخلاقی ہو یا اعتقادی، سے پاک ہو۔

* ...... (تفسیر نمونہ)

* خداوندِ عالم نے منافقوں کے بارے میں ارشاد فرمایا: "فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ" (بقرۃ آیت)

یعنی: (اُن کے دلوں میں مرض ہے)

(۱) فرزندِ رسولِ خدا امام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کے حوالوں سے روایت فرمائی ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ہر وہ دل جس میں شرک یا شک ہو، وہ ساقط اور بے قدر و قیمت ہوتا ہے۔"

* ...... (تفسیر مجمع البیان)

(۲) نیز امیر المومنین حضرت امام علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

www.drhasanrizvi.com

نے ارشاد فرمایا: "حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ" (یعنی:) دنیا کی محبت ساری غلطیوں کی جڑ ہے۔" اس لیے جس دل میں دنیا کی محبت آخرت کی محبت سے زیادہ ہوگی، وہ قلبِ سلیم نہ ہوگا۔

★ ..... (بحار الانوار جلد ۷ و تفسیر صافی)

(۳) خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا: "وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ یَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی ۫ وَاتَّقُوْنِ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ ۝"

★ ..... (سورۃ البقرۃ آیت ۱۹۷ پ ۲)

یعنی: "اور جو بھی نیکی تم کرتے ہو اللہ اُسے (اچھی طرح) جانتا ہے، اور زادِ راہ اکٹھا کرلو کیوں کہ بلاشک وشبہ بہترین زادِ راہ (آخرت) تو تقویٰ و پرہیزگاری (یعنی) خدا کی ناراضگی سے بچنا) ہے، اور اے عقل والو! (اے بصیرت رکھنے والو!) مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔"

★ معلوم ہوا، وہ دل سالم دل ہے جس میں خدا کی عظمت کا احساس بیدار ہو اور خدا کے عذاب اور اُس کی ناراضگی کا خوف جاگزیں ہو۔

★ ..... (مؤلف)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "قلبِ سلیم اُس دل کو کہتے ہیں جو خدا سے ملاقات اس طرح کرے کہ اُس کے دل میں خدا کے سوا کوئی اور نہ ہو۔"

★ ..... (تفسیر صافی، اصولِ کافی)

★ معلوم ہوا کہ قلبِ سلیم وہ ہے جس کا سب سے گہرا تعلق صرف اللہ سے ہو۔ صوفیاءِ کرام کے نزدیک یہ مقامِ فنا ہے یعنی لاموجود الا اللہ۔ یہ وہ مقام ہے جب انسان کی نگاہ میں خدا کے سوا کسی چیز کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی۔

★ ..... (مؤلف)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے روایت فرمائی کہ: "دل چار قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) ایک وہ دل جس میں ایمان بھی ہوتا ہے اور

www.drhasanrizvi.com

نفاق بھی۔ (۲) دوسرا وہ دل جو اُلٹا ہوتا ہے۔ (۳) تیسرا وہ دل جس پر مہر لگی ہوتی ہے، جس میں کوئی حق بات داخل ہی نہیں ہو سکتی۔ (۴) چوتھا وہ دل، جو نورانی اور غیرِ خدا سے خالی ہوتا ہے۔

(۱) پہلا وہ دل جس میں ایمان بھی ہو اور نفاق بھی ہو، یہ ایسے لوگوں کا دل ہوتا ہے جو حق اور باطل کی کوئی پرواہ نہیں کرتے، نہ حق اور باطل میں کوئی فرق کرتے ہیں، اگر ایسے لوگ حق کے درمیان آجائیں تو حق کے تابعِ فرمان ہو جاتے ہیں اور اگر باطل کے ماحول میں جا پہنچیں تو وہ باطل کے طرفدار ہو جاتے ہیں

(۲) دوسرا وہ دل جو اُلٹا ہوتا ہے (ظاہر ہے کہ اُس دل میں کوئی سیدھی اور حق کی بات داخل ہی نہیں ہوتی۔)

(۳) تیسرا وہ دل ہے جس پر مہر لگی ہوتی ہے، وہ منافق کا دل ہوتا ہے۔

(۴) چوتھا، وہ دل، جو نورانی اور خدا کے غیر سے خالی ہوتا ہے، وہ مومن کا دل ہے

۔۔۔۔۔ (اصول کافی جلد ۲ باب فی ظلمۃ القلب المنافق)

★ امیر المومنین حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"قُلُوبُ الرِّجَالِ وَحْشِيَّةٌ فَمَنْ تَأَلَّفَهَا أَقْبَلَتْ عَلَيْهِ" (نہج البلاغہ قول ۵۰ صفحہ ۸۲۰)

لیعنی: "لوگوں کے دل صحرائی جانوروں کی طرح (آزاد) ہوتے ہیں۔ پس جو اُن کی تالیف کرے گا (یعنی) اُن کو سدھائے گا، تو وہ اُسی کی طرف جھکیں گے۔" (اُسی سے مانوس ہو جائیں گے)

★ اِس قول سے اِس نظریے کی تائید ہوتی ہے کہ انسانی قلوب فطرت کے لحاظ سے وحشت پسند ہوتے ہیں، اور اُن میں انس و محبت کا جذبہ اکتسابی ہوتا ہے۔ چنانچہ اُن کو جیسی تربیت ملے گی، وہ ویسے ہی ہو جائیں گے۔

www.drhasanrizvi.com

وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٩٠﴾ اور (اُس دن) جنّت متقین (یعنی) خدا کی بڑائی سے متاثر ہو کر خدا کی ناراضگی سے بچنے والوں کے قریب لے آئی جائے گی۔

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ ﴿٩١﴾ اور جہنّم گمراہوں اور بہکے ہوئے لوگوں کے سامنے لائی جائے گی۔

★ مطلب یہ ہے کہ متقی پاک صاف لوگ جنتوں میں داخل ہونے سے پہلے ہی یہ دیکھ رہے ہوں گے کہ کیسی کیسی نعمتوں سے بھرپور جگہ ہے جہاں اللہ کے فضل و کرم کی وجہ سے ہم جانے ہی والے ہیں۔ اسی طرح گمراہ لوگ میدانِ حشر میں سے ہی جہنّم کا ہولناک منظر دیکھ کر خوفزدہ ہو جائیں گے ★...... (تفہیم القرآن)

★ یہ وہ وقت ہو گا جب جنّتی (متقین) اور جہنّمی (گمراہ) جنّت یا جہنّم میں داخل نہ ہوئے ہوں گے، بلکہ دونوں اپنے اپنے ٹھکانوں کو بڑے قریب سے دیکھ رہے ہوں گے۔ اس وقت مومنین (متقین) تو جنّت میں جانے کے لیے بیقرار ہو کر بیحد مسرت و انبساط کے عالم میں اللہ کی کبریائی کا نعرہ (نعرۂ تکبیر اللہ اکبر) بلند کر رہے ہوں گے) اور جہنّمی سخت مبہوت ہو کر خوف کے عالم میں کانپ کانپ رہے ہوں گے۔ یہ اُن کی سزا کی ابتدا ہو گی۔ ★ تفسیر نمونہ)

★ اللہ تعالیٰ کی نظر میں متقین کی شان اور عظمت یہ ہو گی کہ جنّت کو متقین کے قریب کر دیا جائے گا۔ یعنی اُنھیں جنّت کے لیے چلنے کی زحمت بھی نہ دی جائے گی۔ (یعنی ایک قدم محشر کے میدان میں ہو گا اور دوسرا قدم بابِ جنّت میں)۔ ★......... (تفسیر کبیر امام رازی) (سبحان اللہ وبحمدہٖ)

www.drhasanrizvi.com

وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ (۹۲) اور اُن (گمراہوں) سے کہا جائے گا:
تَعْبُدُوْنَ ۙ (۹۲) "اب (بتاؤ) کہاں ہیں وہ جن کی تم
بندگی، عبادت کیا کرتے تھے"؟

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ (۹۳) خدا کو چھوڑ کر؟ کیا وہ تمھاری
يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ؕ (۹۳) کچھ مدد کر رہے ہیں؟ یا وہ خود اپنا
ہی کچھ بچاؤ کر سکتے ہیں؟

فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ (۹۴) پس اُن کے خدا اور یہ بہکے ہوئے
وَالْغَاوٗنَ ۙ (۹۴) لوگ بار بار اوندھے منھ اوپر تلے
جہنّم میں دھکیل دیے جائیں گے۔

وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ؕ (۹۵) اور شیطان کے سارے کے سارے
لشکر کے لشکر بھی۔

آیت ۹۳ کی تشریح: معبودانِ باطل کی انتہائی بے بسی اور بے چارگی کا بیان ہے کہ وہ بے چارے دوسروں کی تو کیا مدد کریں گے، وہ تو خود کو خدا کے عذاب سے نہ بچا سکیں گے۔
* ----- (تفسیر ماجدی)

آیت ۹۴ کی تشریح: "کُبْكِبُوْا" کا اصل مطلب بار بار اوندھے منھ گرانا ہوتا ہے۔ مطلب یہ

www.drhasanrizvi.com

ہوا کہ جسے جہنّم میں ڈالا جائے گا وہ بار بار اوندھے منہ گرتا چلا جائے گا، یہاں تک کہ وہ جہنّم کی تہ تک پہنچ جائے گا۔ اُس کے تصوّر سے بھی انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ (الامان۔ الحفیظ)

* ..... (تفسیر صافی صـ۳۶۶)

★ لفظ "کُبْکِبُوْا" اصل میں "کب" کے مادّے سے ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کو گڑھے میں منہ کے بل اوندھا پھینک دینا۔" جہنّمیوں کو اسی طرح واصلِ جہنّم کیا جائے گا۔

* ..... (مفردات القرآن امام راغب)

★ معلوم ہوا کہ دوزخیوں کو کسی اونچے مقام سے نیچے جہنّم میں اُلٹا پھینکا جائے گا۔ اِس طرح گرتے گرتے وہ جہنّم میں پہنچیں گے۔ پھر جہنّم کے اندر گرتے گرتے جہنّم کی تہ میں جا پہنچیں گے۔ (الامان۔ الحفیظ)

* ..... (تفسیر نمونہ)

★ "فَكُبْكِبُوْا" یعنی اوندھے منہ اور ایکدوسرے کے اوپر جہنّم میں پھینک دیے جائیں گے۔ اور روایاتِ اہلِ بیتؑ میں ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو زبان سے عدل بیان کرتے تھے لیکن مقامِ عمل میں عدل کے تقاضوں کو بھول جاتے تھے۔ * (تفسیر انوار النجف)

★ قرآن مجید میں بار بار یہ عبرتناک نقشہ کھینچا گیا ہے تاکہ اندھی تقلید کرنے والے آنکھیں کھولیں:

سورۃ الاحزاب میں فرمایا: "اور وہ کہیں گے اے ہمارے مالک! بیشک ہم نے سرداروں اور اکابرین کی اطاعت کی، اور اُنھوں نے ہمیں سیدھے راستے سے بھٹکا دیا۔ اے ہمارے مالک! اُن کو دوگنی سزا دے اور اُن پر سخت لعنت کر۔" (سورۃ ۳۳ الاحزاب آیت ۶۷-۶۸ پ۲۲) پھر دوسری جگہ فرمایا:

★ "اور کافر اُس وقت کہیں گے کہ اے ہمارے مالک! جنّوں اور انسانوں میں سے اُن کو ہمارے سامنے لے آ جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا تاکہ ہم اُنھیں اپنے پاؤں کے تلے ڈال کر روند ڈالیں تاکہ وہ خوب ذلیل ہوں۔"

* (سورہ ۴۱ حٰمٓ السجدہ آیت ۲۹ پ۲۴)

www.drhasanrizvi.com

قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾ پھر انھوں نے (اپنے خداؤں سے) کہا جب کہ اُن میں آپس میں خوب جھگڑا ابھی ہو رہا تھا۔

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۷﴾ (۹۷) خدا کی قسم ہم تو کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے تھے۔

اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۸﴾ جب کہ ہم تم (جیسے بیکاروں بے زوروں) کو تمام جہانوں کے پالنے والے مالک کے برابر قرار دے رہے تھے۔

وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ اور ہمیں تو صرف اِنہی مجرموں (جھوٹے خداؤں) نے گمراہ کیا۔

فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ اب تو نہ ہمارا کوئی سفارشی ہے

وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ اور نہ کوئی جگری اور مہربان دوست،

فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ (۱۰۲) تو کاش ہمیں ایک دفعہ پھر دنیا میں پلٹنے کا موقع مل جاتا، تو ہم خدا اور رسولؐ کو دل سے ماننے والے مومنین میں سے ہو جاتے۔

www.drhasanrizvi.com

آیت ۱۰۱ کی تشریح: "حَمِیْمٍ" سخت گرم پانی کو کہتے ہیں، اور اسی لیے اُس دوست کو بھی حمیم کہتے ہیں جو دوست کی حمایت میں سرگرم رہتا ہے۔
★..... (لغات القرآن نعمانی جلد ۲)

یعنی جہنمی کہیں گے کہ آج کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو ہمارا غم خوار ہو، ہماری حالت پر کڑھنے والا ہو چاہے ہم کو عذابِ خدا سے چھڑا نہ سکے تو کم سے کم ہمدردی تو کر سکے۔

محققین نے نتیجہ نکالا کہ آخرت میں دوستیاں صرف اہلِ ایمان کی باقی رہ جائیں گی۔ سارے کافر گمراہ وہاں ایک دوسرے کے سخت دشمن ہوں گے اور اُن میں کا ہر ایک دوسرے کو زیادہ سے زیادہ سزا دلوانے کی کوشش کرے گا۔ اسی لیے خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا: "اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ" (سورۃ الزخرف ۴۳ آیت ۶۷ پ ۲۵)

یعنی: "اُس دن دوست ایکدوسرے کے دشمن ہوں گے، مگر "متقین" کی دوستیاں قائم رہیں گی۔"

★ غور طلب بات یہ ہے کہ پچھلی آیت میں "شافعین" جمع کے صیغے میں ہے اور اس آیت میں "صدیق" مفرد ہے۔ شاید اس لیے کہ مومنین کی شفاعت کرنے والے بہت سے ہوں گے۔

خود جناب رسولِ خداؐ ہوں گے، اُئمہ اہلِ بیتؑ، شہداء، علماء، صدیقین اور صالحین ہوں گے ملائکہ مقربین ہوں گے۔ جہنمی یہ منظر دیکھ کر آرزو کرتے ہوں گے کہ کاش ہمارا بھی کوئی دوست ایسا ہوتا۔
★..... (تفسیر نمونہ)

ے نیاز اندر قیامت بے سروساماں نہ خواہی شد
کہ از حبّ و تولّائے علیؑ داری تو ساما نے
★... (نیاز بریلویؒ)

ے لیں شفاعت نے مری بڑھ کے بلائیں کیا کیا
عرقِ شرم سے ڈوبا جو گنہگار آیا
★... (اقبالؔ)

www.drhasanrizvi.com

آیت ۱۰۲ کی تشریح: غرض کافروں کو بہت جلد پتہ چل جائے گا کہ اب رونے پیٹنے، چیخنے چلانے، دُہائیاں مچانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ لہٰذا پھر وہ دنیا میں دوبارہ آنے کی آرزو کریں گے، تاکہ مومنوں میں شامل ہو جائیں۔ مگر وہاں ایمان لانا کوئی کام نہ آئے گا، اس لیے کہ امتحان کا مقام دنیا تھی (اور کمرۂ امتحان سے پرچہ حل کرنے کے بعد نکل جاتے ہیں تو دوبارہ کمرۂ امتحان میں پرچہ صحیح صورت سے حل کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی) یہ دراصل آخرت کا نظام ہے جس کو اہلِ دنیا نے اپنا لیا ہے، آخرت میں بھی اجازت نہ ملے گی) کیوں کہ اب جو کچھ غیب میں تھا، وہ شہود بن گیا۔ امتحانِ عقل ختم ہو چکا۔ اب ایمان لانا کسی کام کا نہیں، بے سود، بے فائدہ ہے، اور خدا کا قانون کسی کو آخرت سے دنیا کی طرف پلٹنے کی اجازت نہیں دیتا۔ وہ کافر خود اس بات کو سمجھ رہے ہوں گے۔ اسی لیے کلمہ "لَو" کہہ رہے ہیں۔ یہ حرفِ شرط ہے جو عام طور پر وہاں بولا جاتا ہے جہاں شرط محال ہو۔

* ----- (تفسیر نمونہ)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"شفاعت کرنے والے ائمہ اہلِ بیتؑ ہیں اور صدیق مومنین ہیں۔"

* ..... (محاسن برقی۔ تفسیر نور الثقلین)

★ نیز فرمایا: "مومن اپنے قرابتداروں، دوستوں حتیٰ کہ اپنے خادم کی بھی شفاعت کرے گا۔ اور ایک مومن کم از کم تیس ۳۰ آدمیوں کی شفاعت کرے گا۔ (ملخصاً از تفسیر انوار النجف مولانا حسین بخش جاڑہ)

★ بعض جنتی لوگ کہیں گے: ہمارے دوست کا کیا بنا؟ جبکہ اُن کے دوست جہنم میں ہوں گے۔ خداوندِ عالم اُس مومن کے دل کو خوش کرنے کے لیے حکم دے گا کہ اس کے دوستوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں بھیج دیا جائے۔ ایسے موقع پر جہنمی کہیں گے: ہائے افسوس! نہ تو ہماری کوئی شفاعت کرنے والا ہے، اور نہ کوئی ہمارا مہربان حمایتی دوست ہے۔ (تفسیر مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾ — حقیقتاً اس میں ایک بڑی دلیل اور نشانی ہے، مگر ان میں کے اکثر لوگ ماننے والے نہیں۔

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾ — اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تیرا پالنے والا مالک بڑا زبردست عزت والا بھی ہے اور بیحد مسلسل رحم کرنے والا بھی۔

ع ۵ ۲۶ ۶

آیت ۱۰۳ کی تشریح : اس قسم کے جملوں کو بار بار اس لیے قرآن میں دہرایا گیا ہے تاکہ مسلمانوں کو اور جناب رسولِ خدا ص کو تسلّی ہو کہ اگرچہ وہ کم ہیں، لیکن ہمیشہ حق کے طرفدار کم ہی ہوا کرتے ہیں، اکثریت کبھی حق کی دلیل نہیں ہوا کرتی : قَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ (یعنی) "میرے کم بندے شکر ادا کرتے ہیں۔" (القرآن)

★ اِس میں گمراہوں کے لیے تنبیہ بھی ہے کہ اِنھیں کچھ ڈھیل دی جا رہی ہے، تو اِس لیے نہیں کہ خدا (معاذ اللہ) کمزور ہے، بلکہ اِس لیے کہ وہ "رحیم" ہے۔ ★ (تفسیر نمونہ)

★ حضرتِ ابراہیمؑ کے اِس واقعے میں دو نشانیاں ہیں۔ پہلی نشانی تو یہ ہے کہ عرب اور خاص کر قریش حضرت ابراہیمؑ سے اپنے تعلق پر فخر کرتے ہیں، مگر دوسری طرف شرک میں بھی مبتلا ہیں جس کے خلاف جہاد کرتے کرتے حضرت ابراہیمؑ کی ساری عمر بسر ہوئی۔ دوسرے یہ کہ آج کے مشرک، حضرت ابراہیمؑ کے پیغام کو لانے والے نبیِ آخر کے ساتھ وہی کچھ سلوک کر رہے ہیں جو اُس وقت مشرکوں نے حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ کیا تھا۔
دوسری نشانی یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی قوم اور اُن کے منکر دنیا سے مٹ گئے، تو اے کفارِ عرب! اسی طرح تم بھی مٹ جاؤ گے۔
★ ..... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ (۱۰۵) نوحؑ کی قوم نے بھی پیغمبروں کو

الْمُرْسَلِينَ ﴿١٠٥﴾ جھٹلایا۔

ایک نبیؑ کو جھٹلانا، تمام انبیاءؑ کو جھٹلانا ہے

محققین نے اِس آیت سے نتیجہ نکالا کہ جس نے بھی کسی ایک پیغمبرؑ کو جھوٹا سمجھا، گویا اُس نے تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ کو جھوٹا سمجھا۔ کیوں کہ تمام انبیاءِ کرامؑ کا پیغام بنیادی اعتبار سے ایک ہی ہوتا ہے۔

*...... (تفسیر تبیان ، تفہیم القرآن)

★ حقیقت بھی یہی ہے کہ جب کوئی قوم کسی بھی نبیؑ کا انکار کرتی ہے، تو وہ اصل میں نبیؑ کا انکار نہیں کرتی، بلکہ نبیؑ کے لائے ہوئے پیغام کا انکار کرتی ہے۔ اِس طرح کسی بھی ایک نبیؑ کا انکار اصل میں عقیدۂ توحید، نبوّت اور قیامت کا انکار ہوتا ہے۔

*...... (تفسیر ماجدی)

★ اِسی لیے فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ:

"یہاں تکذیب سے مراد اُن تمام انبیاءؑ کو ماننے سے انکار کرنا ہے جو حضرت آدم علیہ السّلام اور حضرت نوح علیہ السّلام کے درمیان ہوئے تھے۔"

*...... (تفسیر مجمع البیان)

★ "کَذَّبَتْ" مؤنّث کا صیغہ ہے، اور مؤنّث اِس لیے لایا گیا ہے کہ "قوم" مؤنّثِ لفظی ہے۔ (تفسیر انوار النجف)

★ بعض ماہرین کے نزدیک "قوم" مؤنّثِ ذاتی ہے۔

(تفسیر مجمع البیان ، بحر ، روح المعانی)

www.drhasanrizvi.com

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ (۱۰۶) جب اُن کے بھائی نوحؑ نے کہا: "آخر تم بُرائیوں سے بچنے کی راہ اختیار کیوں نہیں کرتے؟

اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۰۷﴾ (۱۰۷) میں تمھارے لیے خدا کا پیغام لانے والا امانت دار ہوں۔

"اخو" کا لفظ صرف حضرت نوح علیہ السلام ہی کے لیے نہیں آیا ہے۔ دوسرے انبیاء کرامؑ کو بھی اُن کی قوم کا بھائی کہا گیا ہے۔ اِس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ ہدایت کرنے والوں کو انتہائی محبت اور دلی جذبے کے ساتھ ہدایت کا کام کرنا چاہیئے۔ ہر قسم کی نوعیت کا احساس دل سے نکال دینا چاہیئے، تاکہ ہدایت کرنے والا دلوں کو Appeal کر سکے۔

* ..... (تفسیر نمونہ)

؎ دل سے جو بات نکلتی ہے، اثر رکھتی ہے۔

★ "اَخُوْهُمْ" حضرت نوح علیہ السلام اُن کی قوم کے آدمی تھے اور سلسلۂ نسب میں اُن کے رشتہ داروں میں سے تھے، اِس لیے اُن کے قومی بھائی تھے، نہ کہ دینی بھائی۔

* ..... (تفسیر انوار النجف)

آیت ۱۰۷ کی تشریح:

★ ایک مطلب تو یہ نکلتا ہے کہ: "میں خدا کی بات کو اپنی طرف سے کم یا زیادہ کر کے بیان نہیں کرتا، بلکہ جو پیغام خدا کے پاس سے جیسا میرے پاس آتا ہے، جوں کا توں بلا کسی زیادتی یا کمی کے تم تک پہنچا دیتا ہوں۔"

★ دوسرے معنی یہ نکلتے ہیں کہ "میں ایسا انسان ہوں کہ جسے تم پہلے سے، بلکہ ہمیشہ سے ایک امانتدار اور سچا آدمی ہونے کی حیثیت سے جانتے پہچانتے ہو۔ جب میں بندوں کے معاملات میں کبھی خیانت نہیں کرتا تو اپنے مالک کی باتوں میں کس طرح کمی بیشی کر سکتا ہوں؟ ۔ (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ پس اللہ سے ڈرتے ہوئے اُس کی ناراضگی سے بچو اور میرا کہنا مانو۔

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ اور میں تم سے اِس کا کوئی اجر، معاوضہ بھی تو نہیں مانگتا (کیونکہ) میرا معاوضہ تمام جہانوں کے پالنے والے مالک کے سوا کسی پر (قرض) نہیں۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۱۰﴾ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔

آیت ۱۰۸ کی تشریح : مطلب یہ ہے کہ رسولؑ کا حق صرف اتنا ہی نہیں ہوتا کہ لوگ اُس کی سچائی کو اور خدا کا پیغام لانے والا مان لیں، بلکہ اُس کی اطاعت کرنا بھی لازمی ہوتا ہے اُس کے لائے ہوئے قانون کو چھوڑ کر کسی اور قانون کو نہیں مانا جاسکتا، ورنہ بغاوت ہوگی۔ اِسی لیے ایمان اور اطاعت کے مطالبے سے پہلے "اللہ سے ڈرو" فرما کر تنبیہ کر دی۔ ★ (تفہیم القرآن)

★ تقویٰ کو اطاعت پر مقدّم اِس لئے کیا کہ اللہ کی ذات پر ایمان نہ ہو اور دل میں اُس کی ناراضگی یا سزا کا خوف نہ ہو تو پیغمبرؑ کی اطاعت ممکن نہیں۔ ★ (تفسیر نمونہ) ~ یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے (اقبالؒ)

آیت ۱۰۹ کی تشریح : حضرت نوحؑ نے اپنی سچائی کی دوسری دلیل یہ دی کہ میں ہدایت کا کام اپنے کسی ذاتی فائدے کے لیے نہیں کر رہا ہوں، بلکہ میں تو بالکل مخلص، ایمانداری کے ساتھ جس چیز کو حق سمجھتا ہوں اُس کی طرف خلقِ خدا کو بلاتا ہوں، اور تمھاری اصلاح و فلاح کو دیکھ رہا ہوں۔ کسی ذاتی فائدہ کے لیے یہ کام نہیں کر رہا ہوں۔ (تفہیم القرآن)

★ میرا اجر اور فائدہ تو صرف اللہ کے پاس ہے۔ اسی لیے اللہ سے ڈرو اور میری بات مان لو، اسی میں تمہارا فائدہ ہے۔

www.drhasanrizvi.com

قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ (۱۱۱) اُنھوں نے کہا: "کیا ہم تجھے مان
وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ۝ لیں، جب کہ تیرے پیچھے چلنے والے تو
نہایت ہی پست طبقے کے لوگ ہیں۔"

ذہنیت کی پستی یہ اُن لوگوں کی پست ذہنیت بول رہی ہے جو پیشے سے آدمی کی ذات پات اور مقام کو معین کرتے ہیں۔ اِسی لیے (اگلی آیت میں) حضرت نوحؑ نے جواباً فرمایا: "مجھے بھلا اِس سے کیا مطلب کہ وہ (میری پیروی کرنے والے) کیا پیشہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔" (میرا کام تو اللہ کے دین کی طرف بلانا ہے، اب جو بھی لبیک کہہ کر قبول کرلے وہی بہترین انسان ہے) (تفسیر تبیان)

★ حضرت نوحؑ کا مطلب یہ تھا کہ میرا کام تو بس اللہ کی طرف بلانا ہے، اب جو بھی میری اِس دعوت کو قبول کرے گا وہ مومنین کی جماعت میں داخل ہوجائے گا، اور سربلند و کامیاب رہے گا۔ رہا پیشہ تو وہ نہ کسی کو بلند کرتا ہے نہ پست۔ میں کسی کو اُس کے پیشے یا غربت کی وجہ سے اپنے پاس سے ہٹا نہیں سکتا۔
(تفسیر ماجدی)

★ اصل میں اُن لوگوں کا طرزِ فکر یہ تھا کہ سچ اور حق صرف وہ ہوتا ہے جس کو قوم کے بڑے (رئیس) لوگ مان لیں، کیوں کہ صرف بڑے لوگ ہی عقل اور سمجھ رکھتے ہیں۔ رہے چھوٹے غریب لوگ، تو وہ اگر کسی بات کو مان لیں، تو اُس کا کوئی وزن نہیں ہوتا، اِسی لیے کافر کہتے تھے کہ پیغمبر معمولی لوگوں میں سے نہیں ہوسکتا بلکہ کسی رئیس گھرانے کا آدمی ہونا چاہیے۔ اِسی لیے کفار کہا کرتے تھے کہ: "یہ قرآن ہمارے دونوں شہروں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ اُتارا گیا۔"
(سورۃ الزخرف آیت ۳۱، پ ۲۵) (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

★ "اَلْاَرْذَلُوْنَ" یعنی گھٹیا قسم کے اور رذیل پیشہ لوگ جوں کہ تمہارے ساتھ ہیں جو تم پر ایمان لا چکے ہیں، لہٰذا اس زمرے میں شامل ہونا ہم اپنی توہین سمجھتے ہیں۔"

حضرت نوح علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مجھے کسی کے پیشے سے مطلب نہیں، اور نہ تمہاری بڑائی سے کوئی واسطہ ہے، بلکہ میں تو اپنا فریضہ اور اللہ کا پیغام پہنچانے آیا ہوں، اور وہ ہر ایک کے لیے یکساں ہے۔ لہٰذا تمہارے کہنے سے میں غریب طبقے کے لوگوں کو دھکیل کر نکال دینا پسند نہیں کرتا۔

بہرکیف جناب رسولِ خدا کو تسلی دی گئی ہے کہ ہر دور میں انبیاء کی اُمتیں اپنے رسولوں کے ساتھ اسی قسم کا سلوک کرتی رہی ہیں پس قریشِ مکہ اور دیگر اکابر، اگر غربا طبقے کے ایمان لانے پر اعتراض کرتے ہیں تو آپ اُن کی پرواہ کیے بغیر اپنا کام جاری رکھیں، اور بڑے بڑوں کے ایمان لانے کی طمع میں غریبوں کو اپنے دربار سے ہرگز نہ نکالیں۔

۴ ..... (تفسیر انوار النجف)

★ خداوندِ عالم نے سورۃ الکہف میں ارشاد فرمایا: "وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝ (سورۃ الکہف ۱۸ آیت ۲۸ پ ۱۵)

یعنی: "اور تم اُن لوگوں کے ساتھ صبر و سکون سے رہو جو اپنے پالنے والے مالک کو صبح و شام پکارتے ہیں، (اور صرف خدا ہی سے محبت کرتے رہو) اور تم اپنی نظروں کو حیاتِ دنیا کی زینت کی خاطر کبھی اُن سے نہ پھیرو، اور اُن لوگوں کی اطاعت نہ کرو (بات نہ مانو) جن کے دلوں کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے نفس (ہوی و ہوس) کی اطاعت کی ہے، اور اُن کے کام (اعمال) حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔"

(سورۃ الکہف ۲۸)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ وَمَا عِلْمِي بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۱۱۲) نوح نے کہا: "جو کچھ (کاروبار) وہ کرتے ہیں، اُس کو میں کیا جانوں؟

إِنْ حِسَابُهُمْ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّي لَوْ تَشْعُرُونَ (۱۱۳) اُن کا حساب کتاب اللہ کے سوا کسی پر نہیں، کاش تم عقل و شعور سے کام لو۔

وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ (۱۱۴) اور میں تو ایمان لانے والے مومنین کو اپنے پاس سے بھگا دینے والا تو نہیں ہوں۔

إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُبِينٌ (۱۱۵) میں تو صرف اور صرف صاف صاف کھول کھول کر بُرے کاموں کے بُرے انجام سے ڈرانے، متنبّہ کرنے والا ہوں۔

★ خداوندِ عالم نے ہمارے رسولؐ کے حوالے سے ہمیں بھی یہی حکم دیا ہے۔ سورۃ الانعام میں ارشاد فرمایا
"اُن لوگوں کو دور نہ پھینک دو جو دن رات اپنے پالنے والے مالک کو پکارتے رہتے ہیں،
وہ بھی صرف خدا کی خوشی حاصل کرنے کے لیے، اُن کا کوئی حساب تمھارے ذمّے نہیں، اور
تمھارا کوئی حساب اُن کے ذمّے نہیں۔ اِس پر بھی اگر تم اُنھیں اپنے سے دور پھینک دو گے
تو ظالموں میں شمار کیے جاؤ گے۔"
(سورۃ الانعام ۶ آیت ۵۲ پ ۷)

www.drhasanrizvi.com

قَالُوا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ (۱۱۶) اُن لوگوں نے کہا: "اے نوحؑ! اگر
لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ تم باز نہ آئے، تو تمھیں لازمی طور پر
سنگسار کر دیا جائے گا۔

قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ (۱۱۷) نوحؑ نے کہا: "اے میرے پالنے
كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾ والے مالک! میری قوم والوں نے
مجھے جھٹلا دیا ہے۔

فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ (۱۱۸) اب تُو میرے اور اُن کے درمیان
فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ واضح فیصلہ کر دے اور مجھے اور اُنھیں
مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ جو میرے ساتھ (ابدی حقیقتوں پر)
ایمان لائے ہیں، نجات عطا فرما۔"

آیت ۱۱۶ کی تشریح: اس آیت کے عربی محاورے کے لحاظ سے دو معنی ہو سکتے ہیں (۱) رجم کیا جائے گا۔ یعنی پتھر مار مار کر قتل کر دیا جائے گا۔ (۲) تم پر گالیوں کی ہر طرف سے بوچھار کی جائے گی۔
...... (راغب اصفہانی)

★ "رِجم" اصل میں "رجام" کے مادے سے ہے، جو رجمۃ (بروزن لقمۃ) کی جمع ہے، جو پتھر کے اُس ٹکڑے کو کہتے ہیں جسے قبر کے اوپر رکھا جاتا ہے، جس کے گرد بُت پرست چکر لگاتے ہیں، نیز رجم کے معنی پتھر مار مار کر قتل کر دینا ہوتے ہیں۔ ★ (تفسیر نمونہ)

النصف

www.drhasanrizvi.com

آیت ۱۱۷ کی تشریح: سورۂ عنکبوت ۲۹ رکوع ۱۴ میں خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا کہ: "نوحؑ اور اُن کی قوم میں کشمکش بحث ومباحثہ ساڑھے نوسو سال تک جاری رہا۔" (آیت ۱۴)

آخر جب حضرت نوحؑ نے یہ خوب اچھی طرح سمجھ لیا کہ اس قوم میں حق کو قبول کرنے کے اثرات نظر نہیں آتے، بلکہ یہ بھی اندازہ ہوگیا کہ اُن کی نسلیں بھی شریفانہ زندگی قبول نہ کریں گی تب حضرت نوحؑ نے اُن کے لیے بددعا کی: (اے مالک! اگر تو نے اب بھی انھیں چھوڑ دیا تو یہ تیرے دوسرے بندوں کو بھی گمراہ کریں گے اور اُن کی نسل سے جو بھی پیدا ہوگا وہ سخت منکرِ حق ہوگا۔ (سورۂ نوح آیت ۲۶ پ ۲۹)

آخر کار خود اللہ نے بھی حضرت نوحؑ کی رائے کی تائید فرمائی: "(اے نوحؑ!) تمھاری قوم میں سے جو ایمان لاچکے پس وہ لاچکے، اب کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے۔ لہٰذا اب ان بدمعاشوں پر غم کھانا چھوڑ دو۔" (سورۂ ہود آیت ۳۶ پ ۱۲)

★ آیت ۱۱۸ کی تشریح: قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی ذات پر کیے جانے والے مظالم کا قطعاً کوئی ذکر نہیں فرماتے۔ اُنھیں صرف اِس بات کا غم ہے کہ لوگوں نے حق بات کو نہیں تسلیم کیا، اور خداوندِ عالم کا پیغام قبول نہ کیا۔

اب کیوں کہ اُن لوگوں میں ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت تک ختم ہوچکی ہے۔ اِس لیے اب اُن میں اور مجھ میں جدائی ڈال دے، اور ہمارے درمیان اے خدا! تو خود ہی فیصلہ فرمادے۔

★ ..... (تفسیر نمونہ)

★ "فتح" کا لفظ کھولنے یا تعلّقات توڑنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور کبھی اس کے معنی فیصلہ کرنا اور لڑائی جھگڑا ختم کرنا ہوتا ہے۔ یہاں اِسی معنی میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔

★ ..... (مفردات امام راغب)

★ عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ: "جو شخص دین کو نقصان پہنچائے، اُس کے لیے بددعا کرنا صبر وحلم کے منافی نہیں ہوتا۔ (تفسیر ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ (۱۱۹) چنانچہ ہم نے اُنھیں اور جو اُس
فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ بھری ہوئی کشتی میں نوحؑ کے ساتھ تھے
نجات دے دی۔

ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ (۱۲۰) پھر اُس کے بعد باقی لوگوں کو غرق
الْبٰقِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ کرڈالا۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً (۱۲۱) یقیناً اس میں ایک بڑی نشانی
وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ اور دلیل ہے، پھر بھی اُن میں سے
اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

آیت ۱۱۹ کی تشریح: "بھری ہوئی کشتی" سے مراد حضرت نوحؑ پر ایمان لانے والے مومنین اور تمام جانوروں کے جوڑے اور کھانے پینے کا ساز و سامان وغیرہ (تفہیم القرآن)

★ "مشحون" "شحن" کے مادے سے ہے جس کے معنی اُن چیزوں کے ہیں جو تمام وجود میں بھر جائے یعنی کشتی تمام وسائل سے بھری ہوئی تھی جب وہ بالکل تیار ہوگئی تب خدا نے عذاب بھیجا۔ (تفسیر نمونہ)

آیت ۱۲۱ کی تشریح: حضرت نوحؑ کے واقعے میں خدا کی نشانیاں یہ ہیں۔ (۱) حضرت نوحؑ نے کس قدر محنت سے اپنی قوم کو ۹۵۰ سال تک نصیحتیں فرمائیں۔ (۲) کس قدر مدلل دلائل دیے (۳) کس قدر تکالیف برداشت کیں (۴) مگر وہ احمق ٹس سے مس نہ ہوئے اپنے باپ داداؤں کی اندھی تقلید پر جمے رہے۔ (۵) بالآخر بددعا فرمائی معلوم ہوا کہ حق کو نہ ماننے کا انجام عذاب الٰہی ہوتا ہے۔ اور آخر کار وہ سب غرق ہوگئے۔ یہ سب ہمارے لیے اسباق ہیں۔ (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ (۱۲۲) اور حقیقتاً تمھارا پالنے والا مالک
الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۲﴾ بڑا زبردست طاقت اور عزّت والا بھی
ہے، اور بیحد مسلسل رحم کرنے والا بھی۔ ع ۸

كَذَّبَتْ عَادُ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ (اسی طرح) قومِ عاد نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ (۱۲۴) جب اُن سے ان کے بھائی ہُود نے
اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ کہا: "کیوں تم خدا سے ڈر کر بُرائیوں سے
بچنے کی رَوِش اختیار نہیں کرتے؟

اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۲۵﴾ میں تمھارے لیے ایک امانت دار
خدا کا پیغام لانے والا ہوں۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔

وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ (۱۲۷) اور میں اِس کام کا تم سے
اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی کوئی معاوضہ بھی تو نہیں مانگتا
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ میرا معاوضہ تو تمام جہانوں کے
پالنے والے مالک کے ذمّے ہے۔

www.drhasanrizvi.com

★ آیت ۱۲۲ کی تشریح: خدا کا رحیم ہونا اس بات کا متقاضی ہے کہ گناہگاروں کو مہلتیں عطا فرماتا رہے تاکہ اتمام حجت ہو جائے۔ اور خداوند عالم کا "عزیز" یعنی ناقابلِ شکست ہونا، اس بات کا متقاضی ہے کہ انبیاءؑ اور اُن کے ماننے والوں کو نجات اور اُن کے دشمنوں کو شکستِ فاش سے دوچار کرے۔ (تفسیر نمونہ)

★ آیت ۱۲۳ کی تشریح: اگرچہ قوم عاد نے صرف حضرت ہودؑ کی تکذیب کی تھی، مگر فرمایا گیا کہ "انھوں نے مرسلین، پیغمبروںؑ کی تکذیب کی"۔ یہ اس لیے کہ حضرت ہودؑ کا پیغام بھی تمام انبیاء کرامؑ کا پیغام تھا۔ اس لئے کسی ایک نبیؐ کا انکار تمام انبیاءؑ کا انکار ہوتا ہے۔

قومِ عاد کی خصوصیات

قومِ نوحؑ کی تباہی کے بعد جس قوم کو عروج ملا، وہ قوم عاد تھی جیسا کہ خود خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا: "اور یاد کرو اللہ کے اُس فضل و کرم کو نوحؑ کی قوم کے بعد اُس نے تم کو اُن کا خلیفہ (جانشین) بنایا"۔ (سورۃ الاعراف آیت ۶۹ پ ۸) آیت کا آخری حصہ ہے "اور تمھیں تمھاری خلقتِ جسمانی میں خوب طاقتور بنایا پس اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ فلاح پاؤ"۔

★ سورۃ الفجر میں فرمایا: "کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے مالک نے کیا دحشر) کیا "ستونوں والے عاد ارم کے ساتھ"۔ (سورۃ الفجر آیت ۶، ۷ پ ۳۰)

★ معلوم ہوا کہ یہ لوگ ستونوں والی بڑی بڑی عمارتیں بناتے، ترقی یافتہ کہلاتے تھے، اسی لیے متکبر ہو گئے فرمایا: "رہے قوم عاد، تو انھوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا، اور کہنے لگے ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے"؟ (سورۃ حم السجدہ آیت ۱۵ پ ۲۴)

★ تکبر از روئے جہالت ہی ہوتا ہے۔

★ سورۃ الاعراف میں فرمایا: "انھوں نے ہودؑ سے کہا: کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہم صرف ایک اللہ کی بندگی کریں اور اُن (خداؤں) کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے"؟ (الاعراف آیت ۷۰)

★ آیت ۱۲۷ کی تشریح: "حضرت ہودؑ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں اس تبلیغ کی تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کر رہا ہوں۔ میرا اجر و معاوضہ تو خدا کے پاس محفوظ ہے۔ (تفسیر نمونہ ملخص)

www.drhasanrizvi.com

اَتَبۡنُوۡنَ بِکُلِّ رِیۡعٍ اٰیَۃً تَعۡبَثُوۡنَ ﴿۱۲۸﴾ (۱۲۸) آخر کیوں تم ہر اونچی جگہ پر کوئی نہ کوئی لاحاصل یادگار بنا لیتے ہو۔؟

وَ تَتَّخِذُوۡنَ مَصَانِعَ لَعَلَّکُمۡ تَخۡلُدُوۡنَ ﴿۱۲۹﴾ (۱۲۹) اور بڑے بڑے محل تعمیر کرتے ہو، گویا تم کو ہمیشہ ہمیشہ (اسی دنیا میں) رہنا ہے۔

اونچی اور غیر ضروری عمارات بنانے کی مذمت

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو بھی عمارت بنائی جائے گی وہ قیامت کے دن اپنے بنانے والے پر وبال ہوگی، سوا اُس کے جو واقعاً بنانے والے کی ضرورت (پوری کرنے کے لیے) ہو۔"

*...... (تفسیر صافی ص۳۱۷)

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ ایسی عمارتیں بنانا جو شان و شوکت دکھانے کے لیے ہوں اور جن کی کوئی واقعی ضرورت نہ ہو، وہ کام خدا کی مرضی کے خلاف ہے۔

*...... (تفسیر ماجدی)

★ آیت ۱۲۸ میں "رِیۡعٍ" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی بلند جگہ کے ہوتے ہیں۔ اور "تَعۡبَثُوۡنَ" کا لفظ "عبث" کے مادّے سے بنا ہے جس کے معنی بے مقصد یا بے فائدہ کام۔

*...... (مفردات امام راغب)

★ "اٰیَۃً" یعنی "نشانی" کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عاد کی قوم بڑی مالدار تھی اس لیے

www.drhasanrizvi.com

دوسروں پر اپنی بڑائی جتانے کے لیے اونچے اونچے ٹیلوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر ٹاور یا بُرج قسم کی عمارتیں بنا دیا کرتے تھے تاکہ لوگ اُن کی بڑائی اور شان کو دیکھیں اور مان لیں کہ وہ بڑی مالدار قوم کے لوگ ہیں۔

----- (تفسیر نمونہ)

★ "رِیعٍ" کے معنی بلند مکان۔ اُن لوگوں کا دستور تھا کہ ضرورت سے زائد آبادی سے باہر کسی بلند جگہ یا راستہ کے قریب مکان بنا لیتے تھے۔ اور آیت سے مراد یہاں مکان ہے۔ حضرت ہودؑ نے اُن کو اس کام سے منع فرمایا کہ لہو و لعب کے لئے فالتو مکان نہ بنایا کرو۔

★ "تفسیر مجمع البیان" میں مروی ہے کہ ایک دفعہ جناب رسالت مآبؐ شہر سے باہر تشریف لے گئے تو ایک بلند مکان پر آپؐ کی نگاہ پڑی۔ دریافت فرمایا: "یہ کس کا مکان ہے؟" لوگوں نے عرض کی: "فلاں انصاری کا"۔ پس آپؐ وہاں کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں وہ انصاری بھی آگیا اور اس نے آنحضرتؐ کو سلام عرض کیا۔ آپؐ نے منھ پھیر لیا۔ اُس نے چند بار ایسا ہی کیا۔ جوابِ سلام نہ ملا تو سمجھ گیا کہ حضورؐ ناراض ہیں۔ جب ساتھیوں سے وجہ دریافت کی، تو انھوں نے کہا کہ حضورؐ نے تمھارے مکان کے بارے میں دریافت فرمایا تھا کہ یہ بلند مکان کس کا ہے؟ یہ سن کر وہ انصاری، وہاں سے اُٹھا اور اپنے مکان کو گرا دیا۔ پھر جب دوبارہ آنحضرتؐ کا گذر اُس طرف سے ہوا تو دریافت فرمایا: "وہ مکان کہاں گیا؟" عرض کی انصاری نے گرا دیا۔ پھر ارشاد فرمایا: "ہر مکان روزِ محشر اپنے مالک کے لیے وبالِ جان ہوگا سوائے اِس کے جس کے بغیر چارہ نہ ہو" (یعنی بقدرِ ضرورت)

----- (تفسیر انوار النجف)

آیت ۱۲۹ کی تشریح: "مصانع" مصنع کی جمع ہے۔ جس کے معنی پختہ مکان۔ موجودہ اصطلاح کے مطابق شاندار کوٹھیاں۔ (تفسیر انوار النجف)، (مفردات امام راغب)

★ ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت ہودؑ اس بات پر اعتراض نہیں فرما رہے ہیں کہ تمھارے اچھے اچھے گھر کیوں ہیں؟ وہ اس بات پر اعتراض کر رہے ہیں کہ بڑے بڑے مضبوط محلات اور قلعے کیوں بنا رہے ہو جن کی تم کو ضرورت ہی نہیں ہے؟

(ملخص۔ تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ (۱۳۰) اور جب کسی پر حملہ کرتے ہو، تو
جَبَّارِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ جابر و ظالم بن کر حملہ کر دیتے ہو۔
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾ پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔
وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ (۱۳۲) اور ڈرو اُس سے جس نے تمھیں
بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وہ کچھ دیا ہے جسے تم خود بھی جانتے ہو۔
اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ (۱۳۳) تمھیں جانور چوپائے دیے
وَّبَنِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اور اولادیں دیں۔ (بیٹے دیے)
وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۳۴﴾ اور باغات دیے، اور چشمے دیے۔
اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ (۱۳۵) میں تمھارے سلسلے میں بہت بڑے
عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳۵﴾ ہولناک اور خطرناک دن کی سزا سے ڈرتا ہوں۔"

آیت ۱۳۰ کی تشریح: مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ اتنے غصے والے لوگ تھے کہ لوگوں کو ناحق ذرا سے غصے پر قتل کر دیا کرتے تھے۔ (تفسیر صافی ص ۳۶۷)

غصہ دیوانگی ہے | جناب امیر المومنین حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا۔

www.drhasanrizvi.com

"الحِدَّۃُ ضَرْبٌ مِّنَ الْجُنُوْنِ لِاَنَّ صَاحِبَھَا یَنْدَمُ فَاِنْ لَّمْ یَنْدَمْ فَجُنُوْنُہٗ مُسْتَحْکَمٌ۔" (از نہج البلاغہ قول ۲۵۵ ص ۸۸۴)

یعنی: غصہ ایک قسم کی دیوانگی ہے۔ کیوں کہ غصہ کرنے والا بعد میں پشیمان ضرور ہوتا ہے اور اگر پشیمان نہیں ہوتا تو اُس کی دیوانگی پختہ و مستحکم ہے" (مکمل پاگل ہے)

***

★ گویا قومِ عاد کی دوسری خصوصیت اُن کا ظلم و تشدد تھا۔ ایسی گرفت کرنا جس میں رحم کا نام و نشان تک نہ ہو، نہ مقصد اصلاح کرنا ہو اور نہ انجام کی فکر ہو۔ ایسی گرفت، جس کا مقصد اصلاح ہو، اور جو واقعتاً ضروری بھی ہو، وہ اخلاق کے منافی نہیں ہوتی۔
* ...... (تھانوی)

★ مادہ پرست، دولت مند ظالم قوموں کا معیارِ زندگی تو بہت بلند ہوتا ہے، مگر معیارِ انسانیت بہت پست ہوتا ہے۔ کمزوروں کے لیے اُن کے دلوں میں کوئی رحم نہیں ہوتا، غریب طبقہ ظلم کی چکی میں پستا ہے۔ (یہ ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے) کمزور قوم اُن کے ظلم و تشدد سے بچ نہیں سکی"
* ...... (تفہیم القرآن)

ع ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں۔ تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں۔

★ آیت ۱۳۲ کی تشریح:- اب حضرت ہودؑ خدا کی نعمتوں کو بیان فرما رہے ہیں، تاکہ اس طرح اُن کی قوم میں احساسِ شکر بیدار ہو اور خدا کی نعمتوں کو یاد کر کے وہ خدا کی طرف پلٹ آئیں۔ فرما رہے ہیں "خدا نے ایک طرف تو تمھیں مادی نعمتوں سے نوازا ہے کہ تمھیں چوپائے عطا فرمائے ہیں، دوسری طرف تمھیں افرادی قوت عطا فرمائی ہے جو تمھارے سرمائے کی حفاظت کر سکتی ہے۔ لہٰذا اب تو خدا کی نعمتوں اور احسانات کو یاد کر کے خدا کو ماننے والے اور اطاعت گزار بن جاؤ۔ (تفسیر نمونہ)

خدا نے فرمایا: "اور ہم نے اموال اور اولاد کے ذریعہ تمھاری مدد کی اور تمھاری تعداد بہت زیادہ کر دی۔"
* ...... (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۶ پ ۱۵)

www.drhasanrizvi.com

★ مگر تم تو ایسے احمق نکلے کہ اتنی نعمتیں عطا کرنے والے مالک کو بھلا دیا اور ظلم و ستم کو اپنا شعار بنالیا۔ (مؤلف)

آیت ۱۳۲ کی تشریح: مطلب یہ ہے کہ تمھیں جو اپنی کثرتِ تعداد، طاقت اور باغوں اور سبزہ زاروں پر ناز ہے، تو یہ سب بھی تو خدا کی عطائیں اور بخششیں ہیں، تمھاری اپنی بنائی ہوئی تو نہیں ہیں۔ نہ تمھارے دیوتا ایسے باغ اُگا سکتے ہیں۔ اِس طرح قرآن میں توحید پر استدلال غربت کے حوالے سے بھی کیا گیا ہے، اور مال و دولت، قوّت و طاقت کے حوالے سے بھی کیا گیا ہے۔ یہ دونوں باتیں خدا کی قدرت کی دلیلیں ہیں۔

★ یاد رہے کہ قومِ عاد، عرب کے سرسبز و شاداب، اور زرخیز زمینوں پر آباد تھی۔ یعنی۔ یمن، حضرموت، عراق اور خلیج فارس کے ساحلی علاقوں پر۔

★ ----- (تفسیر ماجدی)

حضرت ہودؑ نے قوم کو بھیانک انجام سے ڈرایا | آیت ۱۳۵ کی تشریح:

★ اب حضرت ہودؑ اپنی تقریر کے آخری حصّے پر پہنچتے ہی قوم کو ڈراتے دھمکاتے ہیں اگر اب بھی تم خداوندِ عالم کی نعمتوں اور احسانات کا انکار پر انکار کروگے تو پھر مجھے تمھارے سروں پر بہت بڑے دن کے عذاب کا خطرہ منڈلاتا دکھائی دے رہا ہے۔ اُس دن تم اپنے تکبّر، ظلم و ستم، ہوا و ہوس، دنیا پرستی اور خدا سے دوری کا بھیانک انجام خود اپنی آنکھوں سے دیکھو گے

★ ----- (تفسیر نمونہ)

★ قرآن مجید میں "یومٍ عظیمٍ" بہت بڑا دن۔ قیامت کے دن کو کہا گیا ہے۔ لیکن یہ لفظ قرآن مجید میں اُن دنوں کے لیے بھی کہا ہے، جن دنوں میں بدمعاش قوموں کو اُن کی بدمعاشی کی سخت سزا دی جاتی ہے۔ (مفردات امام راغب)

؎ حذر اے چیرہ دستاں، سخت ہیں قدرت کی تعزیریں۔ (اقبال)

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَوَعَظْتَ (۱۳۶) اُنھوں نے کہا: "تو نصیحت کر یا نہ کر
اَمْ لَمْ تَکُنْ مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ ہمارے لیے سب برابر ہے
اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ (۱۳۷) یہ باتیں کچھ بھی نہیں ہیں، سوا اگلے
الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۳۷﴾ زمانے والوں کی باتوں اور رسموں کے -
وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۱۳۸﴾ اور ہم کسی عذاب یا سزا (وغیرہ)
میں گرفتار ہونے والے نہیں ہیں -

آیت ۱۳۷ کی تشریح: "خُلُق" کے معنی عادت، روش، اور اخلاق و اطوار کے ہوتے ہیں - یہ لفظ
اُس قوم کے اعمال کی طرف اشارہ کر رہا ہے -
(مفردات امام راغب) ......★

★ قومِ ہود کے اخلاق میں (۱) بُت پرستی (۲) تکبر (۳) مضبوط محلات بنانا (۴) بے مقصد
اونچے اونچے مقامات پر اپنی بلندی و برتری کی نشانیاں بنانا (۵) سزا دینے میں حد سے زیادہ
بڑھ جانا (۶) باپ دادا پر داداؤں کی اندھی تقلید (۷) انا پرستی تھا -
(تفسیر نمونہ) ......★

آیت ۱۳۸ کی تشریح: اِس کے دو معنی ہو سکتے ہیں - ایک یہ کہ جو کچھ بھی ہم کر رہے ہیں وہ آج کوئی نئی چیز
نہیں ہے - صدیوں سے ہمارے باپ دادا یہی کچھ کرتے چلے آئے ہیں - پھر بھلا اُن پر کونسی آفت ٹوٹی تھی کہ ہم
پر عذاب آجائے گا - ہمارے طرزِ زندگی میں کوئی خرابی ہوتی تو خدا کا عذاب پہلے ہی ہم پر آچکا ہوتا -
دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ جو باتیں تم کر رہے ہو ایسی باتیں پہلے بھی بہت سے مذہبی خبطی کر چکے ہیں
اخلاق کے سبق پڑھا چکے ہیں، مگر دنیا کی گاڑی جیسے پہلے چل رہی تھی آج بھی چل رہی ہے - اگر تم جیسے لوگ سچے
ہوتے تو یہ زندگی کی گاڑی کب کی اُلٹ چکی ہوتی - ★ (تفہیم القرآن)

فَكَذَّبُوهُ فَأَهْلَكْنَاهُمْ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ (۱۳۹)

غرض انہوں نے اُسے جھٹلایا، تو ہم نے اُن کو ہلاک کر ڈالا۔ یقیناً اس میں ایک بڑی نشانی اور دلیل ہے۔ مگر اُن میں کے اکثر لوگ ماننے والے نہیں ہیں (۱۳۹)

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ (۱۴۰) ع

اور حقیقتاً تمہارا پالنے والا مالک زبردست طاقت والا، اور صرف اپنی قوت و طاقت کے بل پر بڑے زبردست غلبے والا بھی ہے، اور بے حد مسلسل رحم کرنے والا بھی۔ (۱۴۰)

آیت ۱۳۹ کی تشریح: اس قوم کی ہلاکت کا نقشہ قرآن نے یوں کھینچا ہے کہ اچانک زوردار آندھی اُٹھی، یہ احمق سمجھے کہ گھٹا چھا رہی ہے۔ خوشیاں منانے اور گیت گانے لگے۔ مگر آٹھ راتوں تک ایسی طوفانی ہوا چلی کہ جس نے ہر چیز کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ آدمیوں، درختوں اور اونٹوں کو اُٹھا اُٹھا کر پھینک دیا۔ (تفسیر نمونہ)

خدا کی نشانیاں (۱) حق کی تکذیب کا انجام عذابِ الٰہی کا بھگتنا ہوتا ہے (۲) عذابِ الٰہی بھی خدا کی نشانی ہوتا ہے (۳) حق تلخ ہوتا ہے۔ (۴) خداوندِ عالم ہر قوم کو پہلے مہلتِ عمل دیا کرتا ہے (۵) انبیاءؑ کے ذریعے حقیقت کو سمجھانے کو روشن دلیل فرمایا۔ (۹) نہ سمجھنے پر عذابِ خدا آیا، اور اس سے کوئی بچا نہ سکا .... (تفسیر نمونہ)

★ آیت ۱۴۰ کی تشریح: خداوندِ عالم قہر و غلبے والا، اور عزت والا ہے، قومِ نوحؑ کو ہلاک و برباد کرنے میں، اور بیحد مسلسل رحم کرنے والا ہے نوحؑ اور اُن کے ماننے والوں کو نجات دینے میں۔ ★ (تفسیر مجمع البیان)

★ اسی لیے آخر میں خدا نے اپنی زبردست طاقت، عزت اور رحم کا حوالہ دیا ہے۔ ★ (تفسیر ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٤١﴾ اِسی طرح قومِ ثمود نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٤٢﴾ جب اُن کے بھائی صالحؑ نے اُن سے کہا: "تم بُرے کاموں کے بُرے انجام سے کیوں نہیں ڈرتے؟

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٤٣﴾ میں تمھارے لیے ایک امانتدار خدا کا پیغام لانے والا ہوں۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٤٤﴾ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٤٥﴾ میں تو اِس کام کا تم سے کوئی معاوضہ بھی طلب نہیں کرتا۔ میرا معاوضہ تو تمام جہانوں کے پالنے والے مالک کے ذمّے ہے۔

أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هَاهُنَا آمِنِينَ ﴿١٤٦﴾ کیا تم اِن چیزوں میں جو یہاں ہیں اطمینان کے ساتھ چھوڑ دیے جاؤ گے؟

فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿١٤٧﴾ اِن باغوں اور چشموں میں۔

www.drhasanrizvi.com

وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا (۱۴۸) اور اِن کھیتوں اور کھجوروں کے
هَضِيْمٌ ۚ (۱۴۸) درختوں میں، جن کے خوشے رس بھرے
اور شگوفے نازک نازک ہیں؟

وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ (۱۴۹) اور تم پہاڑوں کو کاٹ تراش کر
بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ۚ (۱۴۹) اِتراتے ہوئے، بڑے چین وسکون کے
ساتھ اپنے مکانات بناتے ہو۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۚ (۱۵۰) پس تم اللہ کے احسانات اور عظمت
سے متاثر ہو کر اُس کی ناراضگی سے
بچو اور میرا کہنا مان لو۔

وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ۙ (۱۵۱) اور اُن حد سے بڑھ جانے والوں کے کہنے پر نہ چلو
الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ (۱۵۲) جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح
وَلَا يُصْلِحُوْنَ (۱۵۲) کا کوئی کام نہیں کرتے۔"

آیت ۱۴۱ کی تشریح: قومِ ثمود نے قومِ عاد کے بعد مزید ترقی کی، معیارِ زندگی بلند سے بلند تر اور معیارِ آدمیت پست سے پست تر ہوتا چلا گیا۔ قومِ عاد نے بڑے بڑے محلات میدانوں میں تعمیر کیے اور قومِ ثمود نے پہاڑوں کے جگر تراش تراش کر ایلورا اور اجنٹا جیسے غاروں میں آرام دہ مکانات

www.drhasanrizvi.com

بنا لیے تھے۔ دوسری طرف اُن کے اُمراء اور حکام بڑے ظالم و فاسد لوگ تھے، تکبّر اور دولت کے نشے میں اُنھوں نے بھی حق کو ماننے سے انکار کر دیا۔ (تفہیم القرآن)

★ قومِ ثمود "وادی القریٰ" میں رہتے تھے۔ یہ وادی مدینہ اور شام کے درمیان واقع ہے۔ بڑی خوشحال قوم تھی، مگر اپنی سرکشی کی وجہ سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دی گئی۔ اُن لوگوں کا انجام قومِ نوحؑ اور قومِ عاد کی طرح ہوا۔ تاریخ واقعاً خود کو دہراتی ہے۔ (تفسیر نمونہ)

کل کا تقابل آج سے

قومِ عاد و ثمود اور قومِ لوط اور دیگر اقوام جو گذر گئیں وہ "کل" کی قومیں تھیں۔ ہم اُن کا تقابل آج کی اقوام سے عبرت کے لیے پیش کرتے ہیں۔ (تاریخی اور مشاہداتی جائزہ)

★ کل کی قوموں نے کلمۂ توحید نہیں پڑھا، اور بت پرستی پر جمے رہے۔

آج کی قوموں نے کلمۂ توحید پڑھا، لیکن نفس پرستی میں مبتلا رہ گئے۔ جنھوں نے کلمۂ توحید سے بغاوت کی، وہ اہلِ توحید اور کل کی اقوام سے تخریب کاری میں بہت آگے (ایڈوانس) نظر آتے ہیں۔

★ کل کی قوموں نے انبیاء کرامؑ کے قتل میں کمی باقی نہ چھوڑی۔ بنی اسرائیل نے ایک ایک دن میں ستّر ستّر انبیاء کو قتل کیا۔ (تاریخی جائزہ)

★ ..... آج کی اقوام نے علماءِ دین، صلحاء، فقہاء اور دیندار لوگوں کو بے دریغ قتل کر کے شقاوت میں کل کی اقوام کو بہت پیچھے چھوڑ دیا۔ عبادت گاہوں تک میں قتل سے گریز نہ کیا۔

★ کل کی اقوام جسمانی طور پر بڑی طاقتور، تلوار کی دھنی اور مال و اولاد میں بڑی مستحکم اور انجام سے بیخبر تھیں آج کی اقوام جسمانی طور پر مقابلتہً کمزور لیکن بارودی طاقت، اور مال و اولاد میں اُن سے زیادہ مستحکم، انجام سے بیخبر

★ کل کی قوموں نے پہاڑوں کو تراش کر محلات اور میدانوں میں اونچی اونچی عمارتیں تعیشات کے لیے تعمیر کیں۔ آج کی اقوام نے پہاڑوں، دریاؤں، سمندروں، میدانوں، شاہراہوں، اور خلاؤں میں بلند ترین عمارات تعمیر کیں

★ کل کی قوموں نے عورتوں کو چھوڑ کر لڑکوں اور مردوں سے بداخلاقی کی۔ آج کی اقوام نے اس بداخلاقی میں کمی نہیں کی۔

نوٹ: امریکہ میں ہم جنسوں میں شادی کا قانون بن چکا ہے۔

www.drhasanrizvi.com

★ کل کی قوموں نے راگ، رنگ، کی محفلوں میں غیر عورتوں، اور کنیزوں کو تعیشات کے لیے مخصوص کیا۔ آج کی اقوام نے راگ و رنگ اور بداخلاق شاعری کی محفلیں ایسی جمائیں کہ گھر گھر میں راگ و رنگ و موسیقی کی محفلیں زور شور انداز میں نظر آتی ہیں۔ کنیزوں اور غیر عورتوں کی بجائے شریف گھرانے کی عورتیں بہو، بیٹیاں، مائیں بہنیں اور بیویاں کھل کر غیروں کو داد عیش دیتی نظر آتی ہیں۔ شوہر اپنی بیوی کو، باپ اپنی بیٹی کو، بھائی اپنی بہنوں کو، اور اہلِ خاندان اپنی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں، (بیٹوں) کو راگ، رنگ، ناچ، گانوں، نیم عریاں لباس میں (غیر ملفوف) انداز میں ڈراموں، سنیماؤں اور مہمانانِ خصوصی کی دلجوئی کے لیے اسٹیجوں پر رقص و سرود کی سرگرم محفلوں میں دیکھ دیکھ کر بیحد مسرور ہی نہیں ہوتے بلکہ فخر کرتے ہیں کہ شریف زادیوں اور اعلیٰ خاندان کی بہن بیٹیوں نے کتنا زبردست کردار ادا کیا۔ جن کی اداکاری اور گلوکاری پر بڑے بڑے انعامات دیے جاتے ہیں۔ وغیرہ ..... وغیرہ ..... وغیرہ اور وغیرہ۔

★ کل کی اقوام پر، مہلتوں پر مہلتیں دینے کے بعد عذابِ الٰہی آیا، اُن پر نام بہ نام پتھر برسائے گئے اُن کی بستیوں کو زمین سے اُکھاڑ کر آسمان کے قریب لے جا کر اُلٹا کر کے زمین میں دھنسا دیا۔ اُن کو غاروں سے نکال نکال کر تیز و تند آندھیوں نے اُٹھا اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ اُن کو غرقِ آب کر دیا، اُن پر بادلوں سے پانی کی بجائے آگ برسائی۔ اور ہلاک کر ڈالا۔ اُن کا تو وجودی نام و نشان نہ رہا سوائے فرعون کے۔ البتہ اُن کے برباد شدہ محلات اب بھی قابلِ عبرت ہیں..... مگر کس کے لیے؟ ..... جبکہ

★ آج کی قومیں، کل کی قوموں سے بہت ہی ایڈوانس اور مغفل نظر آرہی ہیں۔

گذشتہ تمام انبیاء کرامؑ کی بدکردار اقوام ایک طرف.... اور..... دوسری طرف... سرکارِ دوعالم، سردارِ انبیاءؐ کی اُمت اُن اقوام سے کہیں زیادہ ایڈوانس نظر آتی ہے اور مغفل بھی۔

★..... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

آیت ۱۴۳ کی تشریح: حضرت صالحؑ کی امانت، دیانت، شرافت اور قابلیت کو تو اُن کی قوم نے خود مانا تھا، اِس لیے کہ اُنھوں نے کہا تھا: "اے صالحؑ! اِس (اعلانِ نبوت) سے پہلے تو تم ہمارے درمیان ایسے آدمی تھے جس سے ہماری بڑی اُمیدیں وابستہ تھیں۔" (سورۃ ہود آیت ۶۲) پ ۱۲

آیت ۱۴۶ کی تشریح: مطلب یہ تھا کہ کیا تمھارا یہ خیال ہے کہ تمھارا یہ عیش دائمی و ابدی ہمیشہ ہمیشہ رہے گا؟ کیا تم سے کبھی ان نعمتوں کا حساب نہ لیا جائے گا؟ اور کبھی اِن کاموں کے بارے میں تم سے حساب کتاب، سوال و جواب نہ ہوگا، جو بدمعاشیاں تم کر رہے ہو؟ (تفہیم القرآن)

آیت ۱۴۸ کی تشریح: آیت میں لفظ "ھضیم" استعمال ہوا ہے جس کے معنی کھجور کے ایسے گچھے ہیں جو کھجوروں سے لَد لَد کر جُھک گئے ہوں، اور جن کے پھل پکنے کی وجہ سے پھٹے پڑتے ہوں۔
★..... (مفردات القرآن امام راغب)

آیت ۱۴۹ کی تشریح: یاد رہے کہ قومِ ثمود عربستان کے شمالی اور مغربی علاقوں میں آباد تھی جو بہت سرسبز و شاداب علاقے ہیں۔
★..... (تفسیر ماجدی)

★ یعنی یہ سب کچھ اپنی بڑائی، اپنی دولت اور قوت اور فن کا کمال دکھانے کے لیے تھا۔ کوئی حقیقی ضرورت اُن محلات کے بنانے کی نہ تھی۔ ایک بگڑے ہوئے معاشرے کی یہی شان ہوا کرتی ہے کہ ایک طرف غریبوں کو سر چھپانے کی جگہ نہیں ملتی، اور دوسری طرف اہلِ دولت بلا ضرورت محل (فلیٹس، پلازے، ٹاور، بنگلوز) اور عمارتیں بناتے چلے جاتے ہیں، اور نمائشی یادگاریں تعمیر کرتے ہی چلے جاتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)..... ایک شاعر نے تاج محل کے لیے کیا خوب کہا ہے کہ:

؎ اک شہنشاہ نے دولت کا سہارا لے کر ★ ہم غریبوں کی محبت کا اڑایا ہے مذاق

★ قومِ ثمود کی عمارتیں ابھی تک باقی ہیں۔ مدینہ اور تبوک کے درمیان العلا کا مقام ہے جسے وادی القریٰ اور مدائنِ صالح کہتے ہیں۔ (تفسیر)

www.drhasanrizvi.com

فساد فی الارض — آیت ۱۵۲ کی تشریح:

★ قرآن مجید کی رو سے ہر گناہ، ہر تجاوز، ہر خرابی فساد ہے۔

★ اصل میں یہ کائنات، نظم و صلاح پر قائم ہے۔ اگر کسی وقت بھی عالم کے نظم و صلاح، ملاپ اور ہم آہنگی میں ذرا سا فرق آجائے، اور کائنات کا کوئی ایک جزو (کرہ) اپنے مقررہ راستے سے ذرا سا ہٹ جائے تو پورا نظام درہم و برہم ہو جائے گا۔

★...... (تفسیر المیزان)

★ بالکل اسی طرح انسان بھی اس کائناتِ عالم کا ایک جزو ہے۔ وہ بھی اس عمومی قانون سے الگ نہیں رہ سکتا۔ اگر وہ قانونِ الٰہی کے مطابق چلتا رہے تو اپنے مقصد تک پہنچ جاتا ہے لیکن اگر وہ حدود سے تجاوز کرتا ہے، خدا کے مقرر کیے ہوئے راستے سے ہٹ جائے تو فساد فی الارض کرنے لگتا ہے۔

★...... (تفسیر نمونہ)

★ آخر کار خدا سخت حوادث کے ذریعے اُس کو متنبہ فرماتا ہے۔ خدا نے ارشاد فرمایا کہ:

"ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝" (سورۃ الروم ۳۰ آیت ۴۱ پ ۲۱)

یعنی: "لوگوں کے اعمال کی وجہ سے خشکی اور تری (جنگلوں اور سمندروں) میں فساد برپا ہو گیا (خدا چاہتا ہے) کہ لوگوں کو اُن کے بُرے اعمال کا ذائقہ چکھائے تاکہ وہ سیدھے راستے کی طرف پلٹ آئیں۔" (سورۃ روم الم)

★ فساد فی الارض: یعنی زمین پر خرابیاں پھیلانا۔ تمام خرابیاں خدا کے قانون کو نہ ماننے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ فساد میں قتل، غارتگری، فحاشی، بدکاری، ظلم، خیانت، رشوت، غصب، ایذا رسانی، جھوٹ، بے ایمانی، بدمعاشی سب شامل ہیں۔ قرآن ان سب کو فساد فی الارض کا نام دیتا ہے۔ (ماجدی)

★ یہ آیت متکبرین، رؤسا، اور حکام جور اور اُن کے پیروکاروں کے بارے میں ہے، وہ حدودِ خدا سے تجاوز کرتے ہیں۔ (تفہیم)

قَالُوٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ۝۱۵۳

(۱۵۳) اُنھوں نے جواب دیا: "تجھ پر توکسی نے سخت جادو کر دیا ہے،

مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۱۵۴

(۱۵۴) تُو ہم جیسے ایک آدمی کے سوا اور کیا ہے؟ پس لے آ کوئی نشانی اگر تُو سچّا (پیغمبرِ خدا) ہے۔"

قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝۱۵۵

(۱۵۵) صالحؑ نے فرمایا: "یہ ایک اُونٹنی ہے۔ ایک دن (چشمہ کا سارا) پینے کا پانی اِس کے لیے ہوگا اور ایک مقرّرہ دن تمھیں پانی لینے کا حق ہوگا۔

وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۱۵۶

(۱۵۶) اور (خبردار!) اِسے کوئی دکھ تکلیف نہ پہنچانا، ورنہ تم کو بہت بڑے دن والا سخت عذاب آپکڑے گا۔

آیت ۱۵۳ کی تشریح: "مُسَحَّرِیْن" کے معنی بار بار جادو یا آسیب میں مبتلا ہونے والے کے ہوتے ہیں۔ * ---- (تفسیر تبیان)

* دوسرے معنی دھوکہ باز، یا دھوکہ کھایا ہوا کے بھی ہوتے ہیں۔ * (تفسیر مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

★ "مسحور" سحر زدہ یعنی دیوانہ، پاگل، مجنون جس کی عقل ماری گئی ہو، وہ بھی جادو کے اثر سے۔ غرض مسحور سے اصل مراد مجنون، پاگل ہوتا ہے۔

★ ..... (مفردات القرآن امام راغب)

حضرت صالحؑ کی اونٹنی

حضرت صالحؑ کی قوم نے آپؑ سے فرمائش کی کہ اگر تم سچے پیغمبرِ خدا ہو تو اس پتھر سے دس ماہ کی حاملہ سرخ رنگ کی اونٹنی پیدا کرو۔ چنانچہ حضرت صالحؑ نے خدا سے دعا کی، اونٹنی پیدا ہوئی۔ پھر انھوں نے کہا کہ ہمارے سامنے اس اونٹنی سے بچہ پیدا ہو۔ آپؑ کی دعا سے بچہ پیدا ہوا جو اپنی ماں کی قد و قامت سے طویل و عریض تھا۔ غریبوں کا ایک طبقہ یہ معجزہ دیکھ کر مومن ہو گیا۔ لیکن متکبرین کا طبقہ اپنے کفر پر ہی ڈٹا رہا۔ بہرحال حضرت صالحؑ نے قوم سے کہا کہ چشمے (یا حوض) کا پانی ایک دن اس اونٹنی کے لیے ہوگا، اور دوسرے دن تمھارے مویشی وغیرہ اس سے پانی پئیں گے۔

قوم کے کچھ بدمعاش حضرت صالحؑ کے مخالف ہو گئے تھے۔ اس لیے اُن مخصوص مرد و زن نے اونٹنی کو قتل کرنے کی ٹھان لی، اور قدار اور مصدع نامی دو بدمعاشوں کو خوبصورت عورتوں سے شادی کا لالچ دلا کر اونٹنی کے قتل پر تیار کر لیا۔ چنانچہ ایک دن جب اونٹنی چشمے سے پانی پی کر واپس ہوئی تو مصدع نے اُس کے پیر میں تیر مارا اور قدار نے پچھلے پیروں کے پٹھے (یعنی کونچیں) کاٹ ڈالیں۔ قدار کی محبوبہ قطام نامی خوبصورت عورت تھی، وہ بھی موقع پر موجود تھی، اس نے قدار کو مزید اکسایا اور قدار نے ایک تیر اونٹنی کے پیٹ پر مارا اونٹنی چیختی چلاتی ہوئی زمین پر گری، تمام شہر کے لوگوں نے اُس کا تکا بوٹی کر کے گوشت تقسیم کر لیا اور خوب کھایا۔

اونٹنی کے بچے نے یہ دیکھا تو دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور آسمان کی طرف منھ کر کے تین بار اتنے زور سے چیخا کہ لوگوں کے دل تھرتھرانے لگے۔ لوگ حضرت صالحؑ سے معذرت کے لیے آئے۔ اللہ نے وحی فرمائی کہ اے صالحؑ! ان سے کہدو کہ اگر یہ واقعی توبہ کر لیں تو میں اب بھی توبہ کو قبول کر لوں گا، ورنہ ان پر عذاب آئے گا۔ اس قوم کے لوگ اور زیادہ سرکشی پر اُتر آئے اور بجائے توبہ کے کہنے لگے: "لے آ وہ عذاب جس کی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے۔"

آپؑ نے فرمایا: اے قوم والو! تم نے عذاب مانگا ہے تو سنو!

www.drhasanrizvi.com

"کل تمھارے منھ زرد ہو جائیں گے، پرسوں سرخ ہوں گے اور تیسرے دن تمھارے منھ سیاہ ہوں گے"

پس پہلے دن اُن کے چہرے زرد، دوسرے دن سرخ اور تیسرے دن سیاہ ہو گئے۔ اُن لوگوں کو عذاب کا یقین ہو گیا تو اُنھوں نے کفن پہن لیے اور حنوط کر لیا۔ پھر آدھی رات کو جبریلؑ نے "صیحہ" یعنی سخت چیخ ماری جس سے اُن کے کان اور دل و جگر پھٹ گئے اور سب کے سب گر کر مر گئے۔ صبح کو آسمان سے آگ نازل ہوئی، جس نے اُن کی لاشوں کو جلا کر خاکستر کر دیا۔

★..... (از تفسیر انوار النجف جلد ۶ ملخص)

شقی ترین دو آدمی تھے

★ ثعلبی سے منقول ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا:

"اے علیؑ! تم جانتے ہو کہ اوّلین میں سے شقی ترین کون تھا؟" عرض کی: اللہ اور اُس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں

(۱) پس آنحضرتؐ نے فرمایا: "وہ، وہ شخص تھا جس نے ناقۂ صالحؑ کو پے (قتل) کیا تھا۔" پھر فرمایا: "آخرین میں شقی ترین کون ہوگا؟" عرض کی: "اللہ اور اُس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔"

(۲) پس آنحضرتؐ نے فرمایا: "وہ، وہ ہوگا جو اے علیؑ تم کو قتل کرے گا۔ حضورؐ نے حضرت علیؑ کے سر اور ریشِ مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "مَنْ یَخْضِبُ هٰذِهٖ مِنْ هٰذِهٖ" یعنی "جو داڑھی کو سر کے خون سے خضاب و رنگین کرے گا۔"

★..... (تفسیر انوار النجف جلد ۶ ص ۵۵)

آیت ۱۵۶ کی تشریح: "سُوْءٍ" کے معنی تکلیف، بُرائی، آفت، گناہ کے ہوتے ہیں۔ ہر بُرے کام یا عیب کو بھی "سُوْءٍ" کہتے ہیں۔ (تفسیر ماجدی)

★ علامہ سید مرتضیٰ زبیری نے لکھا کہ یہ لفظ تمام آفتوں اور بیماریوں کا جامع ہے (تاج العروس)

★ معجزے کے مطالبے پر اُس اونٹنی کو پیش کرنا بتا رہا ہے کہ وہ عام اونٹنی نہ تھی، بلکہ اُس کی پیدائش اور اُس کا قد و قامت سب معجزانہ تھا۔ (یعنی محیر العقول، جو عقول کو حیرت و استعجاب میں ڈال دے)

اِس لیے خدا نے فرمایا: "یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمھارے لیے خدا کی نشانی (یا) معجزہ ہے۔"

+..... (تفہیم القرآن) (سورۃ ہود)

www.drhasanrizvi.com

فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا (۱۵۷) مگر اُنھوں نے اُس (اونٹنی) کے
نٰدِمِیْنَ ۙ ﴿۱۵۷﴾ پچھلے پیروں کے پٹھے کاٹ ڈالے اور
بہت پچھتائے۔

فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ اِنَّ (۱۵۸) پس اُن کو عذاب نے آن پکڑا۔
فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ حقیقتاً اِس میں ایک نشانی ہے
اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵۸﴾ مگر اُن میں کے اکثر ماننے والے نہیں۔

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ (۱۵۹) اور یہ حقیقت ہے کہ تمھارا پالنے
الرَّحِیْمُ ﴿۱۵۹﴾ والا مالک بڑا زبردست طاقت والا ع ۸ ۱۹ ۱۲
عزّت والا بھی ہے، اور بیحد مسلسل
رحم کرنے والا بھی۔

آیت ۱۵۷ کی تشریح: ناقۂ صالحؑ کو قتل کرنے والوں کی شرمندگی اِس لیے کام نہ آئی کہ اُنھوں نے اپنے گناہ کی تلافی ایمان لانے سے نہ کی۔ اِسی لیے عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ توبہ کے لیے صرف طبعی شرمندگی کافی نہیں ہوتی، بلکہ عقلی ندامت اور اصلاحِ عمل بھی ضروری ہے۔ (تفسیر روح المعانی)

★ آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جیسے ہی لوگوں نے حضرت صالحؑ کی تقریر سنی، وہ فوراً ہی اُس اونٹنی پر پل پڑے اور اُسے قتل کر ڈالا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے وہ اونٹنی کافی عرصے قوم کے درمیان (چلتی پھرتی، چشمے کا پانی پیتی اور چراگاہ کی گھاس اور چارہ چرتی) رہی۔ مگر بدمعاشوں میں آپس میں

www.drhasanrizvi.com

اُس کے خلاف مشورے ہوتے رہے۔ آخر کار ایک منچلے بدبخت اور شقی سردار نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اپنی قوم کو اُس اونٹنی سے نجات دلائے گا۔ ★ ...... (تفہیم القرآن)

روئے زمین پر پانی کا پہلا چشمہ

جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ روئے زمین پر پانی کا پہلا چشمہ وہی ہے جو حضرت صالح علیہ السلام کے لیے ظاہر کیا گیا جس کا پانی ایک دن اُن کی اونٹنی پیتی تھی، اور دوسرے دن لوگوں کے لیے معیّن ہوا لیکن اُن بدبختوں نے اُس ناقے اونٹنی کو پے کر کے عذابِ الٰہی کو پسند کیا پس تباہ کر دیے گئے۔

...... (تفسیر مجمع البیان، تفسیر انوار النجف مولانا حسین بخش جاڑا)

★ سورۃ القمر ۵۴ میں ارشاد فرمایا: "اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ۝ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ۝ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ۝" (سورۃ القمر ۵۴ آیت ۲۷ تا ۳۱ پ ۲۷)

یعنی: "ہم اُن کی آزمائش کے لیے ایک اونٹنی بھیجنے والے ہیں پس تم ذرا صبر کر و انھیں دیکھتے رہو (منتظر رہو) اور اُن کو یہ خبر دے دو کہ چشمے کا پانی اُن کے مابین تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ہر فریق اپنی باری پر پانی پینے کے لیے حاضر ہو۔ پھر اُنھوں نے (یہ برداشت نہ کیا اور) اپنے ایک (بدبخت) ساتھی کو بلایا، جس نے یہ کام اپنے ذمّے لے کر اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں پس اُن پر میرا عذاب (وارد ہوا تو) میرا ڈرانا کیسا رہا؟ بیشک ہم نے اُن پر ایک چنگھاڑ بھیجی۔ اور سوکھی ہوئی باڑھ کی مانند ہو گئے۔"

★ سورۃ الشمس ۹۱ میں فرمایا: "قوم ثمود نے اپنی سرکشی کے سبب حق کو جھٹلا دیا، جبکہ اُنھوں نے اپنے میں سے ایک بدترین شقی القلب شخص (قدار) کو اونٹنی کے قتل پر مامور کیا۔ حالانکہ اللہ کے رسول نے تو اُن سے کہہ رکھا تھا کہ یہ اللہ کی اونٹنی ہے اسے پانی پینے دو۔ مگر اُنھوں نے اُسے جھٹلا دیا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو اُن کے گناہوں پر اللہ اُن پر غضبناک ہوا اُن کو اور تہ و بالا زمین کر دیا۔"

www.drhasanrizvi.com

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ (۱۶۰) (اسی طرح) لوطؑ کی قوم نے خدا
الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۶۰﴾ کے پیغام لانے والوں کو جھٹلایا۔

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ (۱۶۱) جب اُن کے بھائی لوطؑ نے اُن سے
أَلَا تَتَّقُونَ ﴿۱۶۱﴾ کہا تھا: "کیا تم برے کاموں کے
برے انجام سے ڈرتے نہیں؟

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿۱۶۲﴾ میں تمھارے لیے ایک امانتدار
خدا کا پیغام لے کر آیا ہوں۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿۱۶۳﴾ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا
مان لو۔

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ (۱۶۴) اور میں تم سے اِس کام کی اُجرت
أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ بھی نہیں مانگتا۔ میری اُجرت تو تمام
رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۶۴﴾ جہانوں کے پالنے والے مالک کے ذمہ ہے۔

آیت ۱۶۰ کی تشریح: "کَذَّبَتْ": "خداوندِ عالم نے ہر نبیؑ کی دعوت کی حکایت ایک ہی لفظ سے فرمائی اور تمام کا کلمہ ایک ہی ذکر کیا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاءؑ کی دعوت کا محوری و مرکزی نقطہ ایک تھا اور وہ ہے توحید کی معرفت اور اللہ کا تقویٰ۔ چنانچہ سب نبیؑ معرفت کا درس ادلّہ و براہین اور اُس کی نعمات کے ذکر سے دیتے رہے۔"
(تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٥﴾ (۱۶۵) ارے تم دنیا جہان کی مخلوق میں سے مردوں سے جنسی تعلقات قائم کرتے ہو؟

وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿١٦٦﴾ (۱۶۶) اور اپنی بیویوں کو چھوڑے ہوئے ہو جنھیں تمھارے پالنے والے مالک نے تمھاری شریکِ حیات ہونے کے لیے پیدا کیا ہے۔؟ بلکہ تم حد سے گذر جانے والے لوگ ہو۔"

آیت ۱۶۵ کی تشریح: اِس کا مطلب یہ ہے کہ ساری مخلوق میں صرف ایک تم لوگ ہو جو مردوں سے اپنی جنسی خواہش کو پورا کرتے ہو۔ جبکہ دنیا میں بکثرت عورتیں موجود ہیں۔ (تفہیم القرآن)

★ سورۂ عنکبوت میں ارشاد فرمایا: "اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ٥ (سورۃ العنکبوت آیت ۲۸ پ ۲۰)

یعنی: "بیشک تم تو بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو جو تم سے پہلے جہانوں کی مخلوق میں کسی نے نہیں کیا"

★ سورۃ الاعراف میں قوم لوط سے کہا گیا: "یقیناً تم عورتوں کی بجائے مردوں سے شہوت رانی پر مائل ہوتے ہو۔ تم اسراف کرنے والے (بھی) ہو، اور حدوں سے آگے بڑھ جانے والے لوگ ہو۔" (سورۃ الاعراف آیت ۸۱ پ ۸)

www.drhasanrizvi.com

★ سورۃ الانبیاء میں ارشاد فرمایا:

" وَلُوطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ۝ "
(سورۃ الانبیاء آیت ۷۴، پارہ ۱۷)

یعنی: " اور لوطؑ کو ہم نے حکمت اور علم عطا کیا اور اُن کو اُس بستی والوں سے نجات دلائی جو بہت ہی بُرے (خبیث) کام کرتے تھے۔ یقیناً وہ ایک بہت ہی بُری اور بدکار قوم تھی۔"

★ اسی طرح سورۃ النمل میں ارشاد فرمایا:

" وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝ اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَاۗءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝ " (سورۃ النمل آیت ۵۴-۵۵ - پارہ ۱۹)

یعنی: " اور جب لوطؑ نے اپنی قوم سے کہا: "کیا تم دیکھتے بھالتے ہوئے (جان بوجھ کر) بھی فحش اور بدکاری کی طرف رغبت کرتے ہو؟ کیا تم عورتوں کی بجائے مردوں سے اپنی شہوت پوری کرتے ہو۔ یقیناً تم تو ایک جاہل اور کج فہم قوم ہو۔"

★ "فِسق" کے معنی خدا کی اطاعت کے دائرے کو توڑ کر باہر نکل جانا۔ "جہل" کے معنی خطرناک نتائج کو نہ جاننے کی وجہ سے خطرناک کام کرنا۔ لوطؑ کی قوم کا سب سے بڑا جرم ہم جنس پرستی تھا۔

★ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "جس نے لواطت کی وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا۔" (بحار الانوار طبع جدید جلد ۱۰۰)

★ (۱) آپؐ ہی نے فرمایا: "جو کوئی اپنی عورت (زوجہ) سے دُبر کی راہ سے نزدیکی (دخول) کرے اللہ تعالیٰ اُس کو اوندھا کر کے آتشِ جہنم میں ڈالے گا۔" ★ (۲) جو کوئی اپنی بیوی سے دُبر میں دخول کا مرتکب ہو اللہ اُس کو قیامت کے دن ایسی حالت میں اُٹھائے گا کہ وہ مردار سے زیادہ بدبودار ہوگا اور اللہ اُس پر لعنت کرے گا۔" (کوکب دری ص ۵۲۹)

www.drhasanrizvi.com

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

"مردوں سے جنسی عمل خداوندِ عالم کی بنائی ہوئی فطرت کے خلاف ہے۔ اور یہ اس لیے بھی حرام ہے کہ اگر مرد، مردوں سے اور عورتیں، عورتوں سے جنسی ملاپ کرنے لگیں گی تو نسلِ انسانی منقطع ہو جائے گی۔ اور دنیا تباہ ہو جائے گی، اور اجتماعی زندگی کی تمام تدبیریں برباد ہو جائیں گی۔" (بحار الانوار جلد ۷۹ طبع جدید)

آیت ۱۶۶ کی تشریح: "آج بھی دنیا کی بہت سی مہذب قومیں ہم جنس پرستی کی بدفعلیوں میں مبتلا ہیں (اور قومِ لوط کے شانہ بہ شانہ چل کر اپنے کردار کو مسخ کر چکی ہیں) خداوندِ عالم کا ایسے لوگوں کو قوم عادون (یعنی "حد سے گزر جانے والے لوگ" کہنا) بتاتا ہے کہ اُن کی بدفعلیوں کا اصل سبب فطری یا طبعی جنسی خواہش نہ تھی، بلکہ یہ حد سے بڑھ جانے کی شکل ہے۔ اس لیے اس کو صرف نفس کی خباثت اور طبیعت کا شیطانی میلان کہہ سکتے ہیں جس کی وجہ سے انھوں نے فطری حدوں کو توڑ کر غیر فطری طریقہ اختیار کیا اس لیے یہ فعل مجرمانہ اور مسخ ذہنیت کا ثبوت ہے"..... (تفسیر ماجدی)

★ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ: "اے قوم! تمھارا جرم صرف یہی نہیں ہے کہ تم ہم جنس پرستی میں مبتلا ہو، بلکہ تم لوگ زندگی کے ہر معاملے میں حد سے آگے نکل جانے والے لوگ ہو۔" ★.. (تفہیم القرآن)

★ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص کسی لڑکے کا شہوت کے ساتھ بوسہ لے گا تو خدا قیامت کے دن اُس کے منھ میں آگ کی لگام چڑھا دے گا۔" (بحار الانوار جلد ۷۹)

★ سورۂ عنکبوت میں فرمایا: "کیا تمھارا یہ حال ہو چکا ہے کہ تم (کھلم کھلا) مردوں کی طرف مائل ہوتے ہو اور ڈاکے ڈالتے ہو، اپنی محفلوں میں بےحیائی کے (بُرے بُرے کاموں کے) مرتکب ہوتے ہو۔"؟ ★...... (سورۃ العنکبوت ۲۹ آیت ۲۹ پ ۲۰)

"اے عقل وبصیرت رکھنے والو! عبرت حاصل کرو قومِ لوط کے انجام سے۔"

www.drhasanrizvi.com

قَالُوۡا لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهِ يٰلُوۡطُ لَتَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُخۡرَجِيۡنَ ﴿۱۶۷﴾

(۱۶۷) انھوں نے کہا: "اے لوطؑ! اگر تو اِن باتوں سے باز نہ آیا، تو تجھے نکال باہر کیا جائے گا۔"

قَالَ اِنِّىۡ لِعَمَلِكُمۡ مِّنَ الۡقَالِيۡنَ ؕ ﴿۱۶۸﴾

(۱۶۸) لوطؑ نے کہا: "میں تو حقیقتاً تمھارے برُے کاموں سے نفرت اور دشمنی رکھنے والوں اور ان پر کُڑھنے والوں میں سے ہوں۔

رَبِّ نَجِّنِىۡ وَاَهۡلِىۡ مِمَّا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۶۹﴾

(۱۶۹) اے میرے پالنے والے مالک! مجھے اور میرے گھر والوں کو اُس کام سے، جو یہ کرتے ہیں، نجات دے۔

آیت ۱۶۷ کی تشریح: لوطؑ کی قوم والے پاک دامن لوگوں کو بہت برُی طرح ذلیل کر کے جلاوطن کیا کرتے تھے۔

★ ..... (تفسیر کبیر امام رازی۔ تفسیر روح المعانی)

★ مگر حضرت لوطؑ نے اُن کی دھمکیوں کی کوئی پرواہ نہ کی۔
..... (تفسیر نمونہ)

★ حضرت لوطؑ نے اپنی قوم کو سمجھانے کی کوشش کی اور کہا کہ تم لوگ اِس برُی عادت کو

www.drhasanrizvi.com

ترک کردو اور حلال طریقے سے اپنی بیویوں سے خواہشِ نفسانی کی پیاس بجھاؤ۔"

پس جھوٹے اور لاجواب انسانوں کی طرح دھمکی پر اُتر آئے کہ ہم تم کو نکال باہر کریں گے۔ (اصل میں جب کسی کے پاس کوئی معقول دلیل نہیں ہوتی تو وہ طاقت استعمال کرتا ہے جیسے نمرود، جب حضرت ابراہیمؑ کے سامنے لاجواب ہوگیا تو اُس نے اپنی مادّی طاقت استعمال کی، فرعون جب حضرت موسیٰؑ کے سامنے کوئی دلیل نہ لا سکا تو اُس نے بھی طاقت کی دھمکی دی۔ اِسی طرح یزید ملعون جب امام حسینؑ سے بیعت نہ لے سکا تو اُس نے بھی اپنی مادّی طاقت استعمال کر کے نواسۂ رسولِ خداؐ، جگر گوشۂ بتولؑ کے اہلِ بیتؑ کو اور خاندانِ رسولؐ کو تاراج کر دیا۔) (تفسیر انوار النجف)

نتیجہ ۱: مگر حضرت لوطؑ نے اُن کی دھمکیوں کی کوئی پرواہ نہ کی۔ (تفسیر نمونہ)

آیت ۱۶۸ کی تشریح: قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ حضرت لوطؑ نے یہ فرمایا کہ "میں تمھارے اعمال کا دشمن ہوں"۔ یعنی "مجھے تم سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے۔ مجھے تمھاری بے حیائی کے کاموں سے نفرت ہے، اگر تم اِن بُرے کاموں کو چھوڑ دو گے تو میں تمھارا بہترین دوست ہوں۔

نتیجہ ۲: دشمنی بُرائی سے ہونی چاہیئے، بُرے آدمی سے دشمنی بُرائی کی وجہ سے ہوتی ہے نہ کہ آدمی سے۔

آیت ۱۶۹ کی تشریح: اِس دعا کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ (۱) یعنی: اے خدا ہمیں اِس بُری قوم کے بُرے اعمال کے بُرے انجام سے بچانا۔ (۲) دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اِس بدکردار بستی میں جو گندگی پھیلی ہوئی ہے اِس سے ہماری آل و اولاد کو بچائے رکھنا کہ کہیں وہ نہ بگڑ جائیں اس لیے اے مالک! ہمیں اسی ہر وقت کے عذاب سے نجات عطا فرما جو اِس گندے معاشرے میں زندگی بسر کرنے کی وجہ سے ہم پر گذر رہا ہے۔ (تفہیم القرآن)

★ حضرت لوطؑ کی اپنے خاندان والوں کے لیے دعا کرنا خاندان کی محبت کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ اُن کے ایمان لانے کی وجہ سے تھی۔ (تفسیر نمونہ) اسی لیے اُن کی بیوی کے بارے میں اُن کی دعا قبول نہ ہوئی۔ (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ پس ہم نے اُنھیں اور اُن کے سب گھر والوں کو بچا لیا۔

اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ سوا ایک بُڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔

آیت ۱۷۱ کی تشریح: "بُڑھیا" سے مراد حضرت لوطؑ کی بیوی ہے۔ (تفسیر جلالین)

★ "سورۃ التحریم" میں ارشاد ہوا:

"ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝ (سورۃ التحریم ۶۶ آیت ۱۰، پ ۲۸)

یعنی: "جن لوگوں نے کفر اختیار کیا، اللہ اُن کے لیے نوحؑ اور لوطؑ کی بیویوں کی مثال بیان کرتا ہے وہ دونوں (عورتیں) ہمارے دو صالح بندوں کے ماتحت تھیں پس اُن دونوں (عورتوں) نے دونوں (شوہروں نوحؑ اور لوطؑ) سے خیانت کی پس دونوں (صالح) بندے اللہ کے مقابلے میں اُن کے ذرا بھی کام نہ آسکے (اُنھیں عذاب سے بچا نہ سکے) اور اُن دونوں عورتوں سے کہا گیا کہ تم دونوں بھی جہنمیوں کے ساتھ جہنم کی آگ میں داخل ہو جاؤ۔"

★ سورۃ ہود میں ارشاد فرمایا: "پس (اے لوطؑ) تم کچھ رات باقی رہنے پر اپنے اہل و عیال کو ساتھ لیکر چلے جانا، اور تم میں سے کوئی بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے، مگر تمھاری بیوی (پیچھے مڑ کر ضرور دیکھے گی) کیوں کہ اُس پر وہی کچھ گذرے گی جو اُن (بدمعاشوں) لوگوں پر گذرے گی۔

(سورۃ ہود ۱۱ آیت ۸۱، پ ۱۲)

www.drhasanrizvi.com

ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ پھر باقی لوگوں کو ہم نے تباہ و برباد کر کے تہس نہس کر ڈالا۔

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ (۱۷۳) اور اُن پر ایک بڑی ہولناک بارش برسا دی، جو بہت ہی بُری بارش تھی، جو اُن ڈرائے جانے والوں پر خوب خوب برسی۔

فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۴﴾

حضرت لوطؑ کی قوم پر عذاب کا ذکر

حضرت لوطؑ نے جب اپنی قوم کے معذب ہونے کی خبر سُنی تو دریافت کیا کہ عذاب کب آئے گا؟ جبریلؑ نے جواب دیا۔ اُن پر عذاب کا مقررہ وقت صبح کا وقت ہے۔"

★ قومِ لوطؑ پر دو قسم کے عذاب آئے۔ ایک اُن کے طبقۂ زمین کو اُلٹ دیا گیا۔ اور دوسرا یہ کہ اُن پر پتھروں کی بارش ہوئی۔ پس ممکن ہے کہ پہلے اُن پر پتھروں کی بارش ہوئی ہو۔ یا یہ کہ اُن لوگوں کے دو گروہ ہوں۔ ایک گروہ پر ایک عذاب، اور دوسرے گروہ پر دوسرا عذاب نازل کیا گیا ہو۔ (واللہ اعلم)

★ مروی ہے کہ قومِ لوطؑ کا ایک آدمی اُن دنوں حرم کی حدود میں داخل تھا، اُس کے نام کا پتھر آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہا۔ جب وہ حرم سے باہر آیا تو پتھر گرا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ عذاب میں گرفتار ہونے والوں کی کل تعداد چار لاکھ تھی۔ (مجمع البیان) (ہر آدمی کے نام کا پتھر الگ تھا)

★ مروی ہے کہ جبریلؑ نے اپنے پر کی نوک سے اُن لوگوں کی بستیوں کے طبقے کو زمین سے اُکھاڑا اور اس قدر بلند کیا کہ اُن کے مرغوں کی اذانوں، اور کتوں کے بھونکنے کی آوازیں اہلِ آسمان نے سُنیں

www.drhasanrizvi.com

پس جبریلؑ نے اتنی بلندی سے اُن بستیوں کے طبقے کو اُلٹا کر کے پھینک دیا۔ جیسا کہ قرآن نے سورۃ ہود میں فرمایا: " فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ مَّنضُودٍ مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ " (سورۃ ہود آیت ۸۲-۸۳ پ ۱۲)

یعنی: " پس جب ہمارا امر آیا تو ہم نے اُن کے (طبقوں کے) اوپر کے حصوں کو نیچے (اُلٹا) کر دیا اور اُن پر (کھڑنجے دار) پتھر پے در پے برسا دیے جو اللہ کے نزدیک (لوگوں کے نام سے) معین تھے "۔

★ مروی ہے کہ یہ چار بستیاں تھیں جن کو مؤتفکات بھی کہا گیا ہے۔ "سدوم، عامورا، دوما اور صبوایم"۔ اور اُن کا بڑا شہر سدوم تھا۔ حضرت لوطؑ کی رہائش اسی شہر میں تھی۔

خدا نے اُن کے سروں پر ایک بادل بھیج دیا جس سے اولوں کی طرح اُن پر پتھروں کی بارش برسا دی گئی جو موسلا دھار بارش تھی۔ اور "مُسَوَّمَة" کے معنی "علامت دار" یعنی ہر ایک پتھر پر اُس آدمی کا نام لکھا ہوا تھا جس کے لیے وہ معین تھا۔

★ (از تفسیر انوار النجف جلد ۷ صفحہ ۲۳۰، ۲۳۱)

★ بڑی ہولناک بارش سے مراد خاص قسم کے پتھروں کی بارش ہے جو قومِ لوطؑ پر برسائی گئی۔

★ ..... (تفسیر مجمع البیان)

★ آج بھی بحرِ مردار (Dead Sea) کا جنوب مشرق کا علاقہ انتہائی ویران حالت میں پڑا ہوا ہے۔ جہاں بکثرت کھنڈرات پائے جاتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بہت گھنی اور گنجان آبادیاں تھیں۔ ماہرین کا اندازہ ہے کہ اُس علاقے کی آبادیوں کا خوشحالی کا دور ۲۳۰۰ قبل مسیح سے ۱۹۰۰ قبل مسیح تک رہا۔ ★ (تفہیم القرآن)

★ حضرت لوطؑ اپنے گھر والوں کو لے کر صبح سویرے تک آبادی سے نکل گئے۔ پھر قومِ لوطؑ پر عذاب آیا پہلے اُن پر پتھروں کی بارش برسائی گئی۔ بارش ایسی تیز تھی کہ اُن لوگوں کے محلات کھنڈر بن گئے جو دکھائی تک نہ دیتے تھے۔ پھر اُن کے شہروں کو اُٹھا کر اُلٹا کر دیا گیا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ خاموش آتش فشاں پہاڑ تھے جو بحکمِ خدا لاوا اُگلنے لگے اور آگ کے پتھر برسنے لگے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ پتھر طوفانی ہوا کی وجہ سے بیابانوں سے اُڑ اُڑ کر یا آسمانی فضا سے اُتر کر برسنے لگے ہوں۔ (واللہ اعلم)

★ ..... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۷۴﴾ حقیقت یہ ہے کہ اِس میں ایک (سبق آموز) نشانی ہے، لیکن اُن میں زیادہ تر لوگ ماننے والے نہیں۔

وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۷۵﴾ ع اور واقعاً تمہارا پالنے والا مالک بڑا زبردست طاقت والا، عزّت والا بھی ہے اور بیحد مسلسل رحم کرنے والا بھی۔

ع ۱۲ ۱۲

کَذَّبَ اَصۡحٰبُ لۡئَیۡکَۃِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۱۷۶﴾ ج 'ایکہ' کے رہنے والوں نے بھی خدا کے پیغام لانے والے رسولوں کو جھٹلایا۔

آیت ۱۷۶ کی تشریح: 'اَیکہ' گھنے درختوں والی گھاٹی کو کہتے ہیں۔ گویا یہ لوگ ایسے مقام پر آباد تھے جہاں بکثرت درخت تھے بعضوں نے اِسے مدین کہا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مدین اور اَیکہ دو الگ الگ مقام ہیں حضرت شعیبؑ دونوں کے لیے پیغمبر ہوئے تھے ۔۔۔۔۔۔ (تفسیر انوار النجف)

★ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحابِ ایکہ اور اصحابِ مدین الگ الگ قومیں تھیں، مگر یہ لوگ ایک ہی نسل کی دو شاخیں تھیں حضرت ابراہیمؑ کی جو اولاد اُن کی کنیز قطورا کے بطن سے تھی، وہ تاریخِ عرب میں قطورا کہلاتی۔ اُن کا ایک قبیلہ سب سے زیادہ مشہور ہوا۔ مدیان ابنِ ابراہیمؑ کی نسبت سے مدیانی یا اصحابِ مدین کہلائے۔ اُن کی آبادی شمالی حجاز سے فلسطین کے جنوب تک پھیلی۔ اُن کا صدر مقام مدین تھا۔ اصحابِ مدین اور اصحابِ ایکہ میں ایک ہی نبیؑ آئے۔ دونوں قبیلوں کی ایک ہی زبان تھی، ایک ہی نسل سے تھے، ایک دوسرے سے متصل رہتے تھے، بعض جگہ دونوں قبیلے ایک ساتھ آباد تھے۔ (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ (۱۷۷) جب اُن سے شعیبؑ (پیغمبر) نے
اَلَا تَتَّقُوْنَ ۚ (۱۷۷) کہا: "کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے"؟
اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ (۱۷۸) میں تمہارے لیے ایک امانت دار
خدا کا پیغام لانے والا رسول ہوں۔
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ۚ (۱۷۹) پس تم اللہ سے ڈرتے رہو اور میرا
کہا مانتے رہو (اسی میں تمہارا فائدہ ہے)
وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ (۱۸۰) اور میں اِس کام کا تم سے کوئی
اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى معاوضہ بھی تو نہیں مانگتا۔ میرا
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۘ (۱۸۰) معاوضہ تو تمام جہانوں کے پالنے
والے مالک کے ذمّے ہے۔

آیت ۱۷۹ کی تشریح: "تقویٰ" یعنی خدا کی ناراضگی سے ڈرنے کی دعوت ہر نبیؑ نے دی ہے اور اپنی دیانت اور طہارتِ کردار کا ہر نبیؑ نے حوالہ دیا ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ انبیاءؑ کا پیغام روحانی ہوتا ہے کسی مادی فائدے کے لیے نہیں ہوا کرتا۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ ہر خوشحال قوم کی سب سے بڑی خرابی اخلاقی بدکرداری، غرور و تکبّر، اندھی تقلید، اقتصادی اور معاشی بے ایمانی، کھلم کھلا ظلم اور زیادتی، حق کشی، لوٹ کھسوٹ اور جنسی بدکاری ہوا کرتی ہے۔ (جب خدا کا پیغمبرؑ اِن تمام باتوں سے اُن کو روکتا ہے تو قوم کے بڑے بڑے لوگ اپنی چودھراہٹ ختم ہوتے دیکھ کر پیغمبر خدا کی مخالفت کرتے ہیں۔ آج بھی ایسا ہی ہو رہا ہے) (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا (۱۸۱) ناپ پوری پوری کیا کرو اور
مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ۚ (۱۸۱) نقصان پہنچانے والے نہ بنو۔
وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۚ (۱۸۲) ٹھیک اور درست ترازو سے تولو۔
وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ (۱۸۳) اور لوگوں کو اُن کی چیزیں کم نہ دو
وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ اور زمین میں فساد اور خرابی
مُفْسِدِيْنَ ۚ (۱۸۳) پھیلاتے نہ پھرو۔
وَاتَّقُوا الَّذِىْ خَلَقَكُمْ (۱۸۴) اور اُس ذات سے ڈرو جس نے
وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ (۱۸۴) تمھیں اور پچھلی نسلوں کو پیدا کیا ہے۔

حضرت شعیبؑ پیغمبر نے اپنی قوم کو پانچ حکم دیے۔

(۱) ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ (۲) لوگوں کو نقصان نہ پہنچاؤ (۳) سیدھے ترازو سے تولو۔

(۴) لوگوں کا حق نہ مارو۔ (۵) زمین پر خرابیاں نہ پھیلاؤ۔

★ غور سے دیکھا جائے تو یہ پانچ الگ الگ احکامات ہیں۔ اگرچہ بعض مفسرین کا یہ خیال ہے کہ یہ پانچوں حکم ایک دوسرے کی تاکید کے طور پر آئے ہیں۔

★ اصل میں حضرت شعیبؑ کی قوم تجارتی راستے پر رہتی تھی جہاں سے حجاز اور شام کے تجارتی قافلے گذرتے تھے۔ اِس لیے یہ لوگ مسافروں کو لوٹتے کھسوٹتے تھے۔ اُن کا مال اُن کو مجبور کر کے کم قیمت پر

www.drhasanrizvi.com

خرید لیتے تھے اور اپنی چیزیں زیادہ قیمت پر بیچتے۔ جب اُن کا مال خریدتے تو اُس میں ہزاروں عیب نکالتے اور اپنے مال کی ہزاروں جھوٹی تعریفیں کرتے۔ پھر تولنے میں ڈنڈی مارتے، اور قافلے والوں کو اس ناانصافی کو قبول کرنے پر مجبور کرتے۔ غریبوں کے ساتھ سخت ناروا سلوک کرتے۔ قیمتیں امیر لوگ اپنی مرضی سے معین کرتے۔ کم تول کر دیتے اور زیادہ تول کر لیتے۔

★ ..... (تفسیر نمونہ)

★ "تبخس" کے معنی ظالمانہ طریقوں سے کسی کا حق کم دینا۔

★ نیز یہ لفظ دھوکہ دینے کے لیے بھی آتا ہے۔ غرض لین دین میں ہر قسم کی بے ایمانی اس میں شامل ہے۔

★ "مُخْسِر" کے معنی ایسا شخص جو کسی کو نقصان پہنچاتا ہے۔ ★ ..... (مفردات القرآن امام راغب)

۔ یعنی: خرید و فروخت میں مال لینے والے کو کم دیتا ہے۔ غرض اس لفظ میں ہر قسم کی ناجائز منافع خوری ظلم و ستم، دھوکہ بازی، دوسروں کو نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش شامل ہے۔

★ ..... (مفردات القرآن امام راغب)

آیت ۱۸۲ کی تشریح: یعنی ڈنڈی نہ مارا کرو، اور تولنے کے باٹوں میں گڑبڑ بھی نہ کیا کرو۔ اصل میں یہ زراعت پیشہ اور تجارت پیشہ قوم تھی جو کاروباری بددیانتی میں بہت آگے بڑھ چکی تھی۔ اس لیے ان کو تجارتی دیانتداری کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ کیوں کہ کاروبار میں خیانت رزق کو حرام اور معاشرے کو تباہ و برباد کر دیا کرتی ہے۔ یہ بھی ظلم اور قتل کی ایک قسم ہے۔ (تفسیر صافی ص ۳۹۸، تفسیر قمی)

آیت ۱۸۳ کی تشریح: کیوں کہ اقتصادی اور معاشی بے ایمانی اور ناہمواری پورے اجتماعی نظام کو درہم برہم کر دیتی ہے اس لیے ایسے تمام اعمال کو فساد یعنی خرابی اور معاشرے کی تباہی فرمایا ہے۔ یہ احکام ہر دور کے لیے ہیں۔

آیت ۱۸۴ کی تشریح: آخر میں بتایا جا رہا ہے کہ صرف تم ہی ایک ایسی قوم نہیں ہو جس نے زمین پر قدم رکھا ہے بلکہ تم سے پہلے دوسری قومیں بھی آ چکی ہیں۔ اُن کے انجام کو نہ بھولو۔ ★ ..... (تفسیر نمونہ)

آج کے دور میں اُمتِ محمدیؐ میں مذکورہ بالا تمام عیوب موجود ہیں۔ مزید برآں دواؤں میں ملاوٹ، غذاؤں میں ملاوٹ پانی میں ملاوٹ، ہواؤں میں ملاوٹ، دین میں ملاوٹ اور تباہی و بربادی، قتل و غارت اپنے عروج پر ہے (یا صاحب الزمان ادرکنی)

www.drhasanrizvi.com

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ (۱۸۵) اُنھوں نے کہا: "تُو تو بس ایک
الْمُسَحَّرِيْنَ ۙ﴿۱۸۵﴾ سخت جادو کیا ہوا سحر زدہ آدمی ہے
وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (۱۸۶) اور تُو ہے کیا، سوا ہم ہی جیسا
وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ ایک آدمی، اور ہم تو تجھے بالکل
الْكٰذِبِيْنَ ۚ﴿۱۸۶﴾ جھوٹے آدمیوں میں شمار کرتے ہیں۔
فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ (۱۸۷) اگر تُو سچّا ہے تو ہم پر آسمان کا
السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ کوئی ٹکڑا گرا دے۔
الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۷﴾
قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا (۱۸۸) شعیبؑ نے کہا: "جو کچھ بھی تم
تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ کر رہے ہو اُس سے میرا پالنے والا
خوب واقف ہے۔

آیت ۱۸۷ کی تشریح: حضرت شعیبؑ کے اِس جواب میں کفارِ قریش کے لیے بھی واضح تنبیہ تھی۔ قریش بھی رسولِ خداؐ سے یہی مطالبہ کیا کرتے تھے کہ: "یا پھر گرا دے ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے۔" (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۹۲ پ ۱۵) اِس لئے اُن کو سنایا جا رہا ہے کہ ایسا ہی مطالبہ اصحابِ ایکہ نے اپنے پیغمبرؑ سے کیا تھا۔ وہی جواب تمھارے لیے بھی ہے۔

آیت ۱۸۸: عذاب نازل کرنا میرا کام نہیں ہے، یہ تو اللہ رب العالمین کے اختیار میں ہے۔ وہ تمھارے کرتوت دیکھ رہا ہے جب چاہے عذاب نازل کرے گا (تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (۱۸۹)

غرض اُنھوں نے شعیبؑ کو جھٹلادیا، تو چھتری والے دن کا عذاب اُن پر آگیا، اور حقیقتاً وہ ایک بہت ہی سخت خوفناک دن کا عذاب تھا۔

★ اُس سخت دن سے مراد گرم ترین ہوا چلنے کے دن ہیں۔
★...... (تفسیر صافی، تفسیر قمی)

★ "چھتری" کی تشریح یوں کی گئی ہے کہ: ابر نمودار ہوا جو چھتری جیسا تھا۔ لوگ گرمی سے بچنے کے لیے اُس کے نیچے جمع ہوگئے۔ جب سب آگئے تو پانی کی بجائے اُس میں سے آگ برسنے لگی جس نے اُن سب کو زندہ جلاڈالا۔ (تفسیر جلالین) اِسی لیے فرمایا: "وہ سخت دن تھا۔" (تفسیر تبیان)

★ "ظُلّہ" بادل کے اُس ٹکڑے کو کہتے ہیں جو سایہ کرتا ہے۔
★...... (مفردات القرآن امام راغب)

★ تمام مفسرین نے لکھا کہ: شعیبؑ کی قوم پر سات دن سخت گرم ہوا چلی، پھر آسمان پر بادل ظاہر ہوا۔ اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ پوری احمق قوم گھروں سے خوش خوش باہر نکل آئی، اور بادل کے سائے میں جمع ہوگئی۔ اچانک بادل میں سے بارش کی بجائے ایسی سخت کڑک سنائی دی کہ اُن سب کے کان پھٹ گئے۔ اُس کے فوراً بعد بادل سے آگ برسنے لگی۔ اِس طرح پوری قوم بڑی دردناک اور خوفناک موت سے ایک دوسرے کے سامنے (جل جل کر تڑپ تڑپ کر واصلِ جہنم ہوئے) (تفسیر کبیر، تفسیر نمونہ)

★ امام رازی اور قرطبی کا خیال ہے کہ اصحابِ اَیکہ اور اصحابِ مَدیَن دو مختلف قومیں تھیں۔ اُن پر الگ الگ عذاب آیا۔ ★ (تفسیر کبیر۔ تفسیر قرطبی)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ (۱۹۰) حقیقت یہ ہے کہ اس میں بھی ایک
وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۹۰﴾ نشانی اور دلیل ہے، مگر اُن میں کے
اکثر لوگ ماننے والے نہیں ہیں۔

اسباق، نتائج وتعلیمات

اِن واقعات میں درجِ ذیل اسباق (نشانیاں) پائی جاتی ہیں

(۱) تمام انبیاء کرامؑ کا پیغام توحید بنیادی اعتبار سے بالکل یکساں ہوتا ہے۔

(۲) ایک نبیؑ کی تکذیب یا انکار تمام انبیاءؑ کی تکذیب اور انکار قرار پاتا ہے۔

(۳) تمام انبیاء کرامؑ کے پیغام کا بنیادی نکتہ یا خلاصہ تقویٰ کی زندگی ہے۔ یعنی ایسی زندگی جس میں خدا کی ناراضگی کا خوف ہر لمحہ شامل حال ہو، اور جس کا عملی نتیجہ فرائضِ الٰہی کا پابندی کے ساتھ ادا کرتے رہنا اور محرماتِ الٰہی سے بچے رہنا ہوتا ہے۔

(۴) تمام دولت مند، مغرور قومیں حق کی آواز کو ٹھکرا دیا کرتی ہیں اور بالآخر خدا کے عذاب سے ہمکنار اور دوچار ہو جاتی ہیں۔

(۵) خودسری، خودنمائی، خود کو بڑا سمجھنا قوموں کی تباہی کا راز ہے اور خداشناسی اور تقویٰ قوموں کی کامیابی کا راز ہے۔

(۶) آخر نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں کی اکثریت حق بات کو ہرگز نہیں مانتی۔ گذشتہ امتوں میں یہی بات پائی جاتی تھی،

(۷) اور آج بھی یہی بات مشاہدے میں ہے کہ ہر گروہ اور ہر قوم کے اکثر لوگ نافرمان، فاسق اور حق سے گریزاں نظر آرہے ہیں۔ اللہ کے چند بندے ہیں جو حق کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔

www.drhasanrizvi.com

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۹۱﴾ ع ۱۰/۱۲

اور حقیقت تو یہی ہے کہ تمہارا پالنے والا مالک زبردست طاقت والا عزت و غلبے والا بھی ہے اور بیحد مسلسل رحم کرنے والا بھی۔

خدا کی زبردست طاقت اور رحمت کا ذکر

(۸) آخر میں خدا کی قدرت، غلبہ، طاقت اور رحمت کا ذکر خوف و رجا، بیم و اُمید کا ذکر دونوں کیفیات پیدا کرنے کے لیے ہے۔ یعنی انسان کو خدا کے عذاب سے ڈرے سہمے رہنا بھی ضروری ہے۔ اور اُس کی رحمت و مغفرت کی آس لگائے رہنا بھی ضروری ہے۔

(۹) جنسی اور معاشرتی انحراف قوموں کی تباہی کا سبب ہوا کرتا ہے۔

(۱۰) اِن تمام واقعات اور داستانوں سے مومنین کے دلوں کو ڈھارس، تسلّی اور اطمینان حاصل ہوتا ہے کہ وہ گمراہوں کی اکثریت، قوّت اور دولت سے کبھی مرعوب نہ ہوں، اور اپنے پالنے والے مالک سے ہی لو لگائے رکھیں، اور انجام بخیر کی توقعات وابستہ رکھیں۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی دعا میں ہے کہ: "اے میرے مولا و آقا! جب میری نظر اپنے گناہوں پر جاتی ہے تو خائف و ترساں ہو جاتا ہوں اور جب تیری رحمت و بخشش پر نظر جاتی ہے تو اُمیدوار ہو جاتا ہوں۔" (روح المعانی صفحہ ۲۳۶)

(۱۱) اِن داستانوں میں ظالم و جابر، متکبر و دولتمند قوموں کے لیے سخت تنبیہ ہے۔

(۱۲) برائی کا انجام ہمیشہ بُرا ہوتا ہے، (۱۳) انسان خدا کے عذاب کے سامنے بے بس ہے۔

(۱۴) شرک ساری بُرائیوں کی جڑ ہے۔ اور بُرائیاں انسان کو عذابِ خدا کی طرف لے جاتی ہیں (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ (۱۹۲) یہ حقیقت ہے کہ یہ (قرآن) تمام
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ جہانوں کے پالنے والے مالک کی طرف
سے اُتاری ہوئی چیز ہے۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ جسے ایک امانت دار روح (روح
الامین) نے اُتارا ہے،

عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ (۱۹۴) آپؐ کے دل پر، تاکہ آپؐ،
مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ (لوگوں کو خدا کی ناراضگی کے بُرے
انجام سے) ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں۔

آیت ۱۹۲ کی تشریح: "اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" بلاشبہ یہ قرآن رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔" ظاہری مصداق کے لحاظ سے اِس سے مراد قرآن مجید ہے اور باطنی تاویل کے لحاظ سے اِس سے مراد ولایتِ حضرت امام علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام ہے۔ چنانچہ روایاتِ اہلِ بیتؑ میں تواتر سے منقول ہے، اور صحفِ انبیاءؑ میں بھی اِس کا ذکر موجود ہے۔

چنانچہ بروایتِ کافی "حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ ولایتِ حضرت امام علیؑ تمام انبیاءؑ کی کتابوں میں درج ہے" وَلَمْ يَبْعَثِ اللّٰهُ رَسُوْلًا اِلَّا بِنُبُوَّةِ مُحَمَّدٍ وَوِلَايَةِ وَصِيِّهٖ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ" یعنی: اور خدا نے کسی کو رسول بنا کر مبعوث نہیں فرمایا، مگر حضرت محمدؐ کی نبوت اور حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام کی ولایت کے ساتھ۔"

...... (تفسیر برہان، تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

آیت ۱۹۳ کی تشریح: "روح الامین" سے مراد جبرئیل امین ہیں۔ اور امین کے معنی امانتدار ★...... (تفسیر صافی ۔ تفسیر مجمع البیان)

★ یہ بات قرآن کی صداقت کی واضح دلیل ہے کہ:۔

(۱) قرآن گذشتہ انبیاء کرام کے واقعات کو کتنے پاک صاف اور مفید انداز سے بیان کرتا ہے۔ نہ اس میں کسی قسم کے خرافات ہیں، نہ جہلات، نہ جھوٹے افسانے ہیں، نہ مبالغہ آرائیاں۔ جبکہ وہ ماحول بھی قصہ خوانیوں کا تھا شعر و شاعری، خیالی پلاؤ پکانا، لغو اور فضولیات کی بکواس اُن کی زندگی تھی۔

(۲) پھر یہ کہ تمام واقعات قرآنی زبان میں وہ انسان بیان کر رہا ہے جس نے کسی سے کوئی سبق بھی نہیں پڑھا۔ ★...... (تفسیر نمونہ)

★ اگر اس قرآن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے روح الامین نہ لاتے تو یہ کلام اس قدر روشن، تابناک اور مفید نہ ہوتا۔

پھر ملاحظہ فرمائیں کہ قرآن لانے والے فرشتے کی یہاں دو صفات کو بیان کیا گیا ہے۔

(۱) "روح" (۲) "امین"۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن، زندگی کا سرچشمہ، حیاتِ ابدی و سرمدی کی کامرانیوں کا نسخہ کیمیا ہے۔ "امین" اس لیے فرمایا کہ قرآن جیسا بھیجا گیا ہے، ویسا ہی اُترا ہے اس میں ذرہ برابر ترمیم نہیں ہوئی ہے۔ پھر اُترا بھی رسولِ امین کے قلبِ امین پر ہے۔ نورٌ علیٰ نورٍ۔ رسولؐ کے قلب سے مراد رسولِ اکرمؐ کی پاک و پاکیزہ روح ہے۔ گویا رسولِ اکرمؐ نے اپنے پورے وجود اور روح کے ساتھ قرآن کو روح الامین سے قبول فرمایا ہے۔ غرض قرآن آسمانی معجزۂ عظیم ہے جس کا مرکز قلبِ رسولؐ ہے ★...... (تفسیر نمونہ)

آیت ۱۹۴ کی تشریح: قرآن کے آنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو بُرائی کے بُرے انجام سے ڈرا کر اچھائی کے اچھے انجام کی خوش خبری سنائی جائے۔ اور لوگوں کو وہ تباہ کن انجام دکھایا جائے جو توحید سے منحرف ہونے کا ہوتا ہے، اور ہوا ہے۔ اس طرح لوگوں کے اندر احساسِ ذمے داری، نظم و ضبط discipline کو بیدار کیا جائے۔ غرض قرآن مجید کا اصل مدعا یہ ہے کہ انسانیت کی صحیح تربیت اور نشو و نما کی جائے۔ اس طرح انسان کو انسان بنا دیا جائے۔

★...... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾ وہ بھی صاف صاف، مناسب حال، فصیح و بلیغ (عربی) زبان میں۔

وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ سب کچھ پہلے لوگوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔

آیت ۱۹۵ کی تشریح: قرآن کو واضح عربی زبان میں اس لیے اُتارا گیا کہ مخاطبِ اوّل عرب تھے۔ نیز یہ کہ ایسی عربی زبان میں اُتارا گیا کہ جس میں ہر بات بالکل صاف اور واضح ہو، کسی قسم کا ابہام نہ باقی رہے۔ تاکہ اس کا اثر دل و دماغ پر براہِ راست اتنا گہرا پڑے کہ انسان بیدار ہو جائے۔ عربی زبان دنیا کی کامل ترین زبان ہے جو انتہائی فنّی ادبیات کی حامل ہے۔

دوسرے معنی: عربی کے دوسرے معنی فصاحت اور بلاغت کے بھی ہیں۔ اس طرح اس آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ: "قرآن کو فصیح و بلیغ انداز میں اُتارا گیا ہے۔

★ امام راغب نے لکھا "عربی کا لفظ فصیح اور واضح گفتگو کو کہتے ہیں۔
★ ..... (مفردات امام راغب و لسان العرب)

★ اس صورت میں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ قرآن اپنے مقصد کو بالکل واضح اور صاف صاف بیان کرتا ہے۔ اس کی آیتیں بھی اسی مطلب کی تائید کرتی ہیں۔ کیوں کہ سورۂ حٰمٓ السجدہ میں فرمایا: "وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ط (سورۃ ۴۱ حٰمٓ السجدہ آیت ۴۴ پ ۲۴)

یعنی: "اگر ہم (اس) قرآن (کی آیتوں) کو عجمی (گونگا اور مبہم، غیر عرب) بناتے (اُتارتے) تو یہ لوگ کہتے کہ قرآن کی آیتیں واضح اور روشن، صاف صاف کیوں نہیں بیان کی گئیں؟" (القرآن)

www.drhasanrizvi.com

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے تفسیر صافی میں بروایت علل الشرائع منقول ہے کہ:

"خداوندِ عالم نے کوئی کتاب اور وحی عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں نہیں بھیجی۔ لیکن اُسے ہر نبیؑ اپنی قوم کی زبان میں سُنتا تھا۔ اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کانوں میں وحی اپنی قوم کی زبان عربی میں آتی تھی۔ پس جب آنحضرتؐ اپنی قوم سے باتیں کرتے تھے تو عربی زبان کو استعمال کرتے تھے۔ لیکن جب کوئی آدمی حضورِ اکرمؐ سے کسی دوسری زبان میں باتیں کرتا تھا تو آنحضرتؐ کے کانوں میں وہ عربی بن کر پہنچتا تھا۔ کیوں کہ خداوندِ عالم نے جناب جبریلؑ کو فریضۂ ترجمانی ادا کرنے کے لیے آپؐ کے ساتھ مقرر فرمایا تھا۔"

★ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (تفسیر انوار النجف)، تفسیر نور الثقلین: (بروایت امام محمد باقرؑ)

★ مطلب یہ ہے کہ خدائی پیغام اور تعلیمات کسی مردہ یا اجنبی زبان میں نہیں آتی ہیں اور نہ خدا کی تعلیمات میں ابہام معمّے ہیں، نہ گنجلک زبان ہے، بلکہ خدائی تعلیمات بڑی واضح اور فصیح زبان میں اُترتی ہیں جسے ہر عربی جاننے والا بے تکلف سمجھ سکتا ہے بشرطیکہ طلبِ حق رکھتا ہو۔ (تفہیم)

آیت ۱۹۶ کی تشریح: "قرآن مجید نے بیان فرمایا کہ": یہ سب (قرآن) اوّلین (پہلی۔ گذشتہ) کتابوں میں موجود ہے۔ اس سے محققین نے نتیجہ نکالا کہ کیوں کہ گذشتہ کتابوں میں قرآن عربی زبان میں تو نہ تھا جبکہ قرآن اس کو بھی قرآن فرما رہا ہے، اِس لیے لفظ قرآن کا اطلاق غیر عربی، یعنی قرآن کے ترجمہ پر بھی صادق آتا ہے۔ (جصاص۔ مدارک)

★ شاید اسی لیے امام ابوحنیفہ نے فتوٰی دیا تھا کہ نماز میں قرآن کا فارسی ترجمہ پڑھنا جائز ہے لیکن بعد میں اُنھوں نے اپنا یہ فتوٰی واپس لے لیا تھا۔ (روح المعانی) "زُبُر" زبور کی جمع ہے جس کے اصل معنی ہیں "لکھنا"

★ (مفردات القرآن امام راغب)

www.drhasanrizvi.com

اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۹۷﴾

(۱۹۷) کیا اُن کے لیے یہ ثبوت کافی نہیں ہے کہ اِسے بنی اسرائیل کے پڑھے لکھے لوگ (علماء) تک جانتے ہیں؟

★ قرآن مجید اپنی صداقت پر دوسری دلیل یہ بیان فرما رہا ہے کہ بنی اسرائیل کے علماء نے قرآن کی صداقت کو تسلیم کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ بات سچی نہ ہوتی تو یہودی عیسائی بلا کا غل مچاتے اور قرآن اِس طرح ڈنکے کی چوٹ پر یہ بات نہ کہہ سکتا۔ یہودی عیسائی اِس قدر شور مچاتے کہ تاریخ اس کو ریکارڈ کرتی۔ مگر اُن کی خاموشی بتا رہی ہے کہ قرآن کے نازل ہوتے وقت یہ بات تمام لوگوں کے نزدیک بالکل مسلّم تھی کہ بنی اسرائیل کے علماء قرآن کی حقانیت کو خوب پہچانتے ہیں۔ اسی لئے اس آیت کا کوئی انکار نہ کر سکا۔

★ ۔۔۔۔۔ (تفسیر نمونہ)

★ خود قرآن دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: "وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝" (سورۃ البقرۃ آیت ۸۹ پ ۱)

یعنی: "اور جب اُن کے پاس اللہ کی طرف سے کتاب آگئی، جو اُس کی تصدیق کر رہی تھی جو (کتاب) اُن کے پاس موجود ہے، اور اِس سے قبل وہ اُس کے ذریعہ سے کفّار کے خلاف فتح کی دعاء کیا کرتے تھے، پس جب اُن کے پاس وہ (حق) آگیا جس کو وہ خوب پہچانتے تھے، تو اُنھوں نے اُس (کتاب اور پیغمبرِ اسلام ص دونوں) کا انکار کر دیا۔ پس اُن منکروں، کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔"

★ اصل میں علماء یہود یہ جانتے تھے کہ اگر ہم نے رسولِ خدا ص اور قرآن کو مان لیا تو ہماری چودھراہٹ ملیا میٹ ہو جائے گی اِس لئے انکار کر دیا۔ (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ (۱۹۸) اور اگر ہم اِس قرآن کو کسی عجمی
الْاَعْجَمِيْنَ ﴿۱۹۸﴾ (غیرِ عرب) انسان پر اُتار دیتے
فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا (۱۹۹) اور وہ (یہ فصیح و بلیغ عربی قرآن)
بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ اُن کو پڑھ پڑھ کر سنایا کرتا، تب
بھی یہ لوگ اِسے نہ مانتے۔

ہٹ دھرمی کی انتہا:

★ شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا کہ: "کافر کہتے تھے کہ قرآن آیا ہے عربی میں اور اِس نبی کی زبان بھی عربی ہے۔ اگر غیر عربی زبان والے پر یہ قرآن آتا تو ہم مان لیتے۔" فرمایا: "دھوکے والے (جھوٹے انسان) کا دل کبھی نہیں ٹھہرتا۔ اگر عربی میں قرآن نہ آتا تو یہ شبہ نکالتے کہ ضرور کوئی ہے جو یہ مضامین سکھا جاتا ہے۔"

★ .... (موضح القرآن)

غیر عربیوں کی فضیلت

★ فرزندِ رسولِ خدا، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے روایت فرمائی ہے کہ: "اگر قرآن غیرِ عرب (عجمی) پر اُترتا، تو عرب اُسے کبھی ہرگز نہ مانتے، مگر اب جبکہ قرآن عرب پر اُترا، مگر غیرِ عرب اس کو مانتے ہیں، تو اس سے غیر عربوں کی فضیلت ثابت ہوگئی۔"

★ .... (تفسیر علی ابنِ ابراہیم، تفسیر نور الثقلین)

★ اصل بات یہ ہے کہ عرب بڑے نسل پرست اور سخت متعصب ہیں۔ وہ کبھی کسی غیرِ عرب کی عظمت کو نہیں مانتے: اُن کی ہٹ دھرمی اور حق دشمنی کی انتہا، دیکھیے کہ اب جبکہ قرآن ایک خالص عرب، جو اصلی عربوں کے اعلیٰ ترین خاندان کا فرد ہے، اور جس کے بارے میں پہلی آسمانی کتابیں

www.drhasanrizvi.com

بھی تصدیق فرمارہی ہیں، اور جس کی شرافت کردار سو فیصد مسلّم ہے، جب اُس کو بھی یہ لوگ ماننے کو تیار نہیں ہیں تو بھلا غیر عرب کو کیسے مان سکتے تھے۔

★ دوسرے معنی: اگر عرب کے معنی فصیح اور واضح زبان کے لیے جائیں، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جب یہ قرآن اس قدر فصیح و بلیغ، روشن اور واضح ہے، پھر بھی یہ حق دشمن اس کو نہیں مان رہے ہیں، تو اگر یہ غیر فصیح یا مبہم ہوتا، غیر واضح اور غیر روشن ہوتا، تو بھلا یہ اُسے کیسے مان سکتے تھے۔

★ ..... (تفسیر نمونہ)

تعصّب کی مذمّت

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس کسی شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی (قومی یا لسانی) تعصّب ہوگا، قیامت کے دن خداوندِ عالم اُسے زمانۂ جاہلیّت کے اعراب (جنگلی عربوں) کے ساتھ محشور فرمائے گا۔"

★ ..... (اصول کافی جلد ۲)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

"جس شخص نے تعصّب برتا، اُس نے ایمان کے حلقے کو اپنی گردن سے اُتار پھینکا۔" (اصول کافی جلد ۲)

★ جناب امیر المومنین حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: "خداوندِ عالم چھ قسم کے لوگوں کو چھ صفات کی وجہ سے عذاب کرے گا: (۱) عربوں کو اُن کی عصبیت (تعصّب) کی وجہ سے، (۲) جاگیرداروں (دولتمندوں) کو اُن کے تکبّر کی وجہ سے، (۳) حکمرانوں کو اُن کے ظلم و ستم کی وجہ سے (۴) فقہاء (علماء) کو اُن کے حسد کی وجہ سے، (۵) تاجروں کو اُن کی خیانت کی وجہ سے، (۶) اور دیہاتیوں کو اُن کی جہالت کی وجہ سے سزا دی جائے گی۔"

(بحار الانوار جلد ۷۳)

★ جناب رسولِ خدا روزانہ خداوندِ عالم سے چھ چیزوں سے پناہ طلب کرتے تھے۔ (۱) شک (۲) شرک (۳) تعصّب (۴) غیظ و غضب (۵) ظلم (۶) حسد۔ (بحار الانوار جلد ۷۳) ★

★ اِسی عصبیّت کو حمیّت بھی کہتے ہیں۔ قرآن نے فرمایا: "اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ" (جب زمانۂ جاہلیّت کی حمیّت (غرور و نخوت) نے کفّار کے دلوں میں گھر بنالیا)

(سورۃ الفتح آیت ۲۶)

★ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے خطبۂ قاصعہ[۱۹۰] میں ارشاد فرمایا:

"ابلیس نے حضرت آدمؑ کے مقابلے میں گھمنڈ کیا اور اپنی اصل کی وجہ سے اُن کے سامنے اکڑ گیا۔ چنانچہ یہ خدا کا دشمن عصبیت برتنے والوں کا سرغنہ اور سرکشوں کا پیشرو ہے جس نے تعصب کی بنیاد رکھی۔ اللہ سے اُس کی ردائے کبریائی وعظمت کو چھیننے کا تصور کیا، تکبر وسرکشی کا لباس پہن لیا، عجز وانکساری کی نقاب اُتار پھینکی پھر تم دیکھتے ہو کہ اللہ نے اُسے بڑا بننے کی وجہ سے کس طرح چھوٹا اور کمتر بنا دیا"۔...... پھر آپؑ نے فرمایا:

"اب اگر تمھیں فخر ہی کرنا ہے تو اُس پاکیزگیٔ اخلاق، بلند کردار اور حسنِ سیرت پر فخر کرو کہ جس میں عرب کے گھرانوں کے باعظمت وبلند ہمت سردارانِ قوم اپنی خوش اطواریوں، بلند پایہ دانائیوں، اعلیٰ مرتبوں اور پسندیدہ کارناموں کی وجہ سے ایک دوسرے پر برتری ثابت کرتے تھے، تم بھی ان قابلِ ستائش خصلتوں کی طرفداری کرو جیسے ہمسایوں کے حقوق کی حفاظت کرنا، عہد وپیمان کو نباہنا، نیکوں کی اطاعت اور سرکشوں کی مخالفت کرنا، حُسنِ سلوک کی پابندی اور ظلم وتعدی سے کنارہ کش رہنا، خلقِ خدا سے عدل وانصاف برتنا، غصہ کو پی جانا... الخ

★...... (نہج البلاغہ۔ خطبۂ قاصعہ نمبر ۱۹۰)

★ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے آباءِ طاہرین علیہم السلام کے حوالوں سے روایت فرمائی ہے کہ:

"جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تعصب کی وجہ سے انسان گنہگار ہو جاتا ہے کیوں کہ تعصب کی وجہ سے وہ اپنی قوم کے بُرے لوگوں کو دوسری قوموں کے اچھے اور اہل لوگوں سے بہتر سمجھتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی قوم وقبیلے، زبان سے محبت کرتا ہے تو یہ تعصب نہیں ہے۔ تعصب یہ ہے کہ انسان اپنے قبیلے یا ہم قوم لوگوں کی اُس بات میں مدد کرے کہ وہ دوسروں پر ظلم کریں"۔ (یعنی دوسروں کی حق تلفی کرنا تعصب ہے)

★...... (اصول کافی باب العصبیۃ جلد ۲)

★ حدیثِ قدسی میں اللہ نے ارشاد فرمایا ہے: "اے آدمؑ کے بیٹے! جب بادشاہ ظلم کرنے کی وجہ سے، عرب والے اپنے بیجا تعصب کی وجہ سے، عالم حسد کی وجہ سے، محتاج لوگ جھوٹ کی وجہ سے، تاجر خیانت کی وجہ سے، کسان جہالت کی وجہ سے، عابد ریا کی وجہ سے غنی مالدار لوگ تکبر کی وجہ سے، قاری غفلت کی وجہ سے، ملاوٹ کرنے والے ملاوٹ کی وجہ سے، زکوٰۃ روکنے والے اس وجہ سے جہنم میں جائیں گے تو میری جنت کا طالب کون ہوگا؟

★ (ملخص از... حدیث قدسی ۲۸ صفحہ ۵۶)

www.drhasanrizvi.com

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ (۲۰۰) اِس طرح ہم نے اِس (قرآن) کو
الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۰۰﴾ مجرموں کے دلوں میں گذارا ہے۔

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا (۲۰۱) وہ اِس کو ماننے والے نہیں،
الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۲۰۱﴾ جب تک کہ وہ سخت تکلیف دینے والی
سزا کو اپنی آنکھوں سے (آتا) نہ دیکھ لیں۔

آیت ۲۰۰ کی تشریح: مفسرین نے آیت کا یہ مطلب لکھا کہ عربوں کے اسی تعصب کی وجہ سے ہم نے قرآن کو اُن کے دلوں میں اترنا ناگوار بنا دیا ہے یعنی قرآن اُن سے ہضم نہیں ہوتا حلق سے نہیں اترتا، گویا اُن کے دلوں پر مہر لگادی ہے۔ اسی لیے وہ کسی طرح قرآن کو مان کر نہیں دیتے۔ ★ (تفسیر نمونہ)

★ مطلب یہ ہے کہ قرآن حق کے طلبگاروں کے دلوں کی تسکین اور روح کی شفا ہے اور حق کے دشمنوں کے دل میں یہ قرآن لوہے کی گرم سلاخ بن کر اس طرح گذرتا ہے کہ اُن کے دل کباب ہو جاتے ہیں (تفہیم)

★ آیت ۲۰۱ کی تشریح:

مطلب یہ ہے کہ کافروں، منکروں کو قرآن کی حقانیت کا احساس ہے جو ہمارے ہی دیے ہوئے ضمیر کا فطری، منطقی نتیجہ ہے، مگر یہ لوگ سب کچھ جانتے ہوئے ماننے کو تیار نہیں۔ ★... (تفسیر تبیان)

★ یہ مطلب بھی لکھا گیا ہے کہ: "ہم قرآن کو اُن کے دلوں میں سے گذارتے ہیں، مگر کیوں کہ وہ حق کو ماننا ہی نہیں چاہتے اِس لیے قرآن اُن کو سخت ناگوار ہوتا ہے۔ اِس لیے وہ قرآن کو ماننے پر کسی طرح بھی تیار نہیں ہوتے۔
★..... (تفسیر مجمع البیان)

؎ (ناگوارا کو جو کرتا ہے گوارا انساں
زہر کھا کر کے مزہ شیر و شکر پاتا ہے)

www.drhasanrizvi.com

فَيَأْتِيَهُم بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۲۰۲﴾ پس وہ سزا اُن پر ایک دم سے آپڑے گی، اِس حالت میں کہ انھیں اُس کے آنے کا احساس ہی نہ ہوگا۔

فَيَقُولُوا هَلْ نَحْنُ مُنظَرُونَ ﴿۲۰۳﴾ اُس وقت وہ (بس اتنا) کہیں گے: "کیا اب ہمیں کچھ مہلت مل سکتی ہے"؟

آیت ۲۰۲ کی تشریح: اُسی تنگ نظری کی وجہ سے وہ لوگ قرآن کو اُس وقت تک نہ مانیں گے جب تک خدا کے عذاب کو اپنے اوپر آتا نہیں دیکھ لیں گے۔ مگر اُس وقت قرآن کو ماننا اُن کے کسی کام نہ آئے گا۔ پھر اُن کے لیے اپنے شرمناک ماضی پر پچھتانے اور اپنے ہولناک مستقبل پر خوف کھانے کے سوا کچھ چارہ کار نہ ہوگا۔ ★ .... (تفسیر نمونہ)

آیت ۲۰۳ کی تشریح: دنیا میں واپس جانے کی آرزو اور مہلت کا ذکر قرآن میں کئی جگہ آیا ہے:

سورۃ الانعام میں ہے کہ: "وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (سورۃ الانعام ۶ آیت ۲۷ پ ۷)

یعنی: اور اگر تم اُن کو دیکھو جب وہ جہنم کے دہانے پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے (ہائے افسوس) کاش کہ ہم (دنیا میں) لوٹا دیے جاتے تو اپنے رب کی آیات کی تکذیب نہ کرتے' اور ایمان والوں میں سے ہو جاتے۔"

★ سورۃ المؤمنون ۲۳ میں ہے: "حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ۝" (آیت ۹۹ پ ۱۸)

یعنی: "حتیٰ کہ جب اُن میں سے کسی کو موت آجاتی ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے (دنیا میں) لوٹا دے۔"

لیکن اب پچھتانے سے اُن کو کوئی فائدہ نہ پہنچ سکے گا کیوں کہ مہلت کا وقت ختم ہو چکا ہے

أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿٢٠٤﴾ تو کیا اب یہ لوگ ہمارے عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہیں ؟

أَفَرَءَيْتَ إِن مَّتَّعْنَٰهُمْ (۲۰۵) کیا تم نے غور کیا، کہ اگر ہم اُنھیں سِنِينَ ﴿٢٠٥﴾ برسوں عیش اُڑانے اور فائدہ اُٹھانے کا موقع دوبارہ بھی دے دیں۔

ثُمَّ جَآءَهُم مَّا كَانُوا۟ (۲۰۶) اور پھر وہی چیز اُن پر آجائے يُوعَدُونَ ﴿٢٠٦﴾ جس سے اُنھیں ڈرایا جا رہا ہے۔

مَآ أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا۟ (۲۰۷) تو یہ سب دنیا کا ساز و سامان يُمَتَّعُونَ ﴿٢٠٧﴾ جس سے وہ فائدہ اُٹھاتے رہے ہیں، اُس دن اُن کے کس کام آئے گا ؟"

آیت ۲۰۴ کی تشریح: جب مجرم لوگوں کو موت آچکی ہوگی تو وہ دوبارہ دنیا میں پلٹ آنے کی تمنا کریں گے۔ تاکہ گناہوں کی تلافی کرسکیں۔ اُس وقت اُن کو یہ جواب دیا جائے گا کہ "تم تو اس عذاب کے جلدی سے جلدی آنے کا تقاضے کرتے تھے اب جب یہ عذاب آگیا تو اس سے چھٹکارے کی درخواستیں کر رہے ہو۔ دنیا میں تو تم عذاب کو مذاق سمجھتے تھے۔ (تفہیم)

★ کافر عذاب کی جلدی صرف اس لئے مچاتے تھے کہ اُن کو یقین تھا کہ عذاب کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ وہ احمق سمجھتے تھے کہ ہم ہمیشہ چین سے رہیں گے۔ اِس پر بتایا جا رہا ہے کہ اگر ابھی تم پر عذاب نہیں آیا ہے تو یہ خدا کی مہلت اصلاح ہے۔ مگر جلد یا دیر سے عذاب آجائے گا تو دنیا کی زندگی کے یہ چند سال کے عیش کس کام آئیں گے ؟ (تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

وَمَآ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ (۲۰۸) اور ہم نے کسی بستی کو اس کے بغیر
اِلَّا لَهَا مُنۡذِرُوۡنَ ۞ۖ (۲۰۸) ہلاک نہیں کیا مگر ان کے لیے عذابِ الٰہی
سے ڈرانے والے بُرے انجام سے خبردار کرنے والے
ذِكۡرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ (۲۰۹) حقِ نصیحت ادا کرنے کو موجود تھے کیوں کہ
ہم کبھی ظالم نہیں رہے۔

ع ۹ عند المتقدمین ۱۲

آیت ۲۰۸ کی تشریح: خداوندِ عالم کا اٹل قانون ہے کہ وہ جب تک کسی قوم کو عمل اور اصلاح کی مہلت نہیں دے دیتا اور اس طرح اتمامِ حجت نہیں کر لیتا، کسی قوم کو عذاب میں مبتلا نہیں کیا کرتا لیکن مہلتِ عمل اور مہلتِ اصلاح مل جانے کے بعد جب قوم اپنی اصلاح نہیں کرتی، پھر جب اُسے سزا میں پکڑ لیا جاتا ہے، پھر اُسے چھٹکارا ابھی نہیں ملا کرتا۔ یعنی اتمامِ حجت کے بعد مہلت نہیں ملا کرتی۔ * (تفسیر نمونہ)

★ کیوں کہ اگر خدا انھیں مہلت دیے بغیر سزا دے دیتا تو یہ ظلم ہوتا، اسی لیے اللہ نے اپنے قانون کو واضح طور پر یوں بیان فرمایا ہے کہ: "وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيۡنَ حَتّٰى نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا" (بنی اسرائیل آیت ۱۵) یعنی: "اور ہم کسی قوم کو اُس وقت تک) عذاب نہیں دیتے جب تک کہ اُن میں اپنے کسی رسولؑ کو نہ بھیج دیں"۔ جو انھیں اچھی طرح حقائق سے آگاہ نہ کر دے۔ (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۵ پ ۱۵)

آیت ۲۰۹ کی تشریح: یعنی جب انھوں نے ہمارے بھیجے ہوئے خبردار کرنے والے نبیؑ کی تنبیہ اور نصیحتوں کو قبول ہی نہ کیا، ہماری دی ہوئی مہلت سے کوئی فائدہ ہی نہ اٹھایا، تو ہم نے اُن کو ہلاک کر دیا۔ تو ظاہر ہے کہ یہ ہماری طرف سے اُن پر کوئی ظلم نہ تھا، ظلم تو اُس وقت ہوتا جب ہلاک کرنے سے پہلے اُن کو ہم سمجھانے کی کوشش نہ کرتے۔ * ... (تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾ اور اس (قرآن) کو شیطانوں نے نہیں اُتارا۔

وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ اور یہ کام نہ تو اُن پر کھپ سکتا ہے نہ سج سکتا ہے اور نہ ہی وہ ایسا کرنے کے لائق ہیں۔

اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾ حقیقتاً وہ تو اس کے سننے تک سے روک دیے گئے ہیں۔

آیت ۲۱۰ تا ۲۱۲ کی تشریح: مشرک کہتے تھے کہ یہ قرآن جنوں اور شیطانوں نے رسولؐ پر اُتارا ہے۔ اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ: "بھلا جن اور شیاطین ایسی اعلیٰ اخلاقی باتیں اور قوانین بیان کرسکتے ہیں؟ یعنی قرآن کے مضامین تو اخلاقی پاکیزگی، عدالت، تقویٰ، اور ہر قسم کے شرک و کفر کی نفی کرتے ہیں اور شیاطین اور جنوں کا کام تو فساد پھیلانا ہوتا ہے جبکہ قرآن اصلاحِ عمل اور پاکیزگیٔ نفس کا درس دیتا ہے۔ پھر یہ کہ اگر قرآن جیسی کتاب شیاطین نازل کرسکتے ہوتے تو قرآن کے مقابلے پر ایک سورۃ تو ضرور بنا لاتے، تاکہ قرآن کا چیلنج توڑ سکیں۔ (تفسیر نمونہ)

(آیت ۲۱۲:) اس کے علاوہ کاہنوں نے اس بات کا از خود اعتراف کرلیا تھا کہ جناب رسولِ خدا کی ولادت کے بعد شیاطین کو آسمانوں پر جانے سے روک دیا گیا ہے۔ اب وہ آسمانی خبریں نہیں لاسکتے۔ (تفسیر نمونہ)

★ سورۃ الملک میں فرمایا: "اور یقیناً ہم نے دنیا کے آسمان کو چراغوں (ستاروں) سے مزین کیا اور انہیں شیاطین کو مارنے کا ذریعہ قرار دیا۔" (سورۃ الملک آیت ۵ پ ۲۹)

www.drhasanrizvi.com

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (۲۱۳) پس اللہ کے ساتھ دوسرے معبود
فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾ کو نہ پکارو، ورنہ تم بھی سزا پانے
والوں میں شامل ہو جاؤ گے۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ اور اب آپؐ اپنے قریب ترین
رشتہ داروں کو بُرائی کے بُرے انجام
سے ڈرائیے۔

آیت ۲۱۳ کی تشریح: "فَلَا تَدْعُ" آیت میں خطاب حضور اکرمؐ سے ہے لیکن مراد ساری اُمت ہے۔
★ ..... (تفسیر انوار النجف)

★ کیوں کہ جناب رسولِ خداؐ تو خود بالکل واضح طور پر توحید کے علمبردار تھے ہی، اس لیے آپؐ کے بارے میں توحید کے عقیدے سے انحراف کا تو کوئی تصوّر ہی نہیں ہو سکتا۔
(او خویشتن گم است کجا رہبری کند) یعنی: جو خود ہی گمراہ ہو وہ رہبری کیسے کر سکتا ہے۔)
مگر توحید کے عقیدے کی اہمیت کو بیان کیا جا رہا ہے کہ یہ عقیدہ بنیادی طور پر اس قدر اہم ہے کہ اگر بالفرض (معاذ اللہ) تم بھی ایسا کرو گے تو "سزا پانے والوں میں شامل ہو جاؤ گے"۔
پھر دوسرے اپنا حساب خود لگالیں کہ اگر وہ توحید کے عقیدے سے ہٹ جائیں گے تو اُن کا کیا حشر نشر ہوگا۔
★ ..... (تفسیر نمونہ)

آیت ۲۱۴ کی وضاحت: اِس آیت میں جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا جا رہا ہے کہ آپؐ اپنے قریب ترین رشتے داروں سے یہ (تبلیغی) کام شروع فرمائیں۔ کیوں کہ وہ آنحضرتؐ کے پاکیزہ

www.drhasanrizvi.com

کردار کو اوروں سے کہیں زیادہ جانتے ہیں۔

* "عشیرۃ" "عشرہ" سے نکلا ہے۔ جس کے معنی دس کے ہوتے ہیں۔ کیوں کہ اس کا عدد ایک مکمل عدد ہے۔ اس لیے بہت قریبی رشتہ داروں کو عشیرہ کہتے ہیں، اس لیے کہ بہت قریبی لوگ عام طور پر دس ہی ہوا کرتے ہیں۔ غرض یہ ایک کامل مجموعہ ہوتا ہے۔

* ..... (مفردات القرآن امام راغب)

دعوتِ ذوالعشیرہ

اس آیت کے اترنے کے بعد آنحضرتؐ نے اپنے اعلانِ نبوت کے تیسرے سال اپنے عزیزوں، قریبی رشتہ داروں کو دعوت پر بلایا۔ اُس وقت بہت ہی کم لوگ اسلام لائے تھے۔

جناب رسولِ خداؐ نے حضرت ابوطالبؑ کے گھر پر دعوت دی۔ چالیس افراد شریک ہوئے آپؐ کے چچاؤں میں سے حضرت ابوطالبؑ، حضرت حمزہؓ، اور ابولہب بھی شریک ہوئے۔ کھانا کھانے کے بعد جب رسولِ خداؐ نے تقریر کرنی چاہی تو ابولہب نے سب کو وہاں سے بھگا دیا۔ اور آپؐ کو تقریر کرنے نہ دی۔

آپؐ نے دوسرے دن پھر کھانے پر بلایا اور کھانا کھلانے کے بعد فرمایا:

"اے عبدالمطلبؑ کے بیٹو! پوری قوم میں مجھے کوئی ایسا شخص دکھائی نہیں دیتا جو اپنی قوم کے لیے مجھ سے بہتر چیز لایا ہو۔ میں تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی لایا ہوں۔ کیوں کہ خداوندِ عالم نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں دینِ اسلام کی طرف بلاؤں۔ تم میں سے کون ہے جو اس کام میں میرا ہاتھ بٹائے تاکہ وہ میرا بھائی، میرا وصی، میرا خلیفہ ہو"؟

* ..... (سیرت ابنِ ہشام جلد ۱ ص ۲۸۰)

* سب لوگ خاموش رہے سوائے علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے، جو سب سے کمسن تھے۔ علیؑ اُٹھے اور عرض کی: "اے اللہ کے رسولؐ! اس راہ میں، میں ہی آپؐ کا مددگار رہوں گا۔"

www.drhasanrizvi.com

یہ سُن کر جناب رسولِ خدا ؐ نے اپنا ہاتھ حضرت علی ؑ کی گردن پر رکھا اور فرمایا:

" اِنَّ هٰذَا اَخِیْ وَ وَصِیِّیْ وَخَلِیْفَتِیْ فِیْکُمْ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِیْعُوْهُ "

یعنی: " یقیناً یہ (علیؑ) تمہارے درمیان میرا بھائی، میرا وصی، میرا خلیفہ (جانشین) ہے پس تم اِس کی باتوں کو سنو اور اِس کی اطاعت کرو۔"

★ " یہ سُن کر سب لوگ ہنستے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ابوطالبؑ سے کہنے لگے: " اب تم اپنے بیٹے کی باتیں سنا کرو اور اُس کی اطاعت کیا کرو۔"

★.... (سیرت ابنِ ہشام جلد اص۲۰ ، ابنِ جریر، ابنِ ابی حاتم، ابنِ مردویہ، ابونعیم

★.... بیہقی، ثعلبی، طبری، مورخ ابنِ اثیر، تاریخ کامل، ابوالفدا اور عام مورخین)

★ اِس روایت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قریش، ابوطالبؑ کو جناب رسولِ خدا ؐ کا ماننے والا مانتے تھے۔ دوسرے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جناب رسولِ خدا ؐ نے اپنے پہلے ہی اعلان میں حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی وصایت، خلافت اور بھائی ہونے کا اعلان فرما دیا تھا۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ جناب رسولِ خدا ؐ جیسا سچا (صادق) انسان اپنے پہلے ہی اعلان کو بھلا دے۔

ع " وصی اب بھی جو نہ سمجھے تو پھر اُس کو خدا سمجھے "

★...... (مؤلف)

★ اِس کے بعد جناب رسولِ خدا ؐ نے قریش کے ہر ہر قبیلے کو نام لے لے کر بلایا اور اُنھیں جہنّم کے عذاب سے ڈرایا، فرمایا: " اے بنی کعب! خود کو جہنّم سے بچاؤ۔ اے بنی عبد شمس! خود کو جہنّم سے بچاؤ۔ اے بنی عبدِ مناف! خود کو جہنّم سے بچاؤ۔ اے بنی ہاشم! خود کو جہنّم سے بچاؤ۔ اے بنی عبد المطّلبؑ! خود کو جہنّم سے بچاؤ۔ اِس لیے کہ اگر تم کافر مرے تو میں تمہارا دفاع نہیں کر سکوں گا۔"

★...... (تفسیر قرطبی جلد ۷)

www.drhasanrizvi.com

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۱۵﴾ (۲۱۵) اور ایمانداروں میں سے جو لوگ آپؐ کی پیروی اختیار کریں، اُن کے لیے اپنا بازو جھکائے رکھیے۔

فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۲۱۶﴾ (۲۱۶) لیکن اگر وہ آپؐ کا کہنا نہ مانیں تو آپؐ اُن سے فرمادیں کہ: "جو کچھ بھی تم کرتے ہو، میں اُس سے بے تعلق ہوں۔"

آیت ۲۱۵ کی تشریح: اِس آیت میں آنحضرتؐ کو ایسی تواضع کا حکم دیا جارہا ہے جس میں بہت ہی نرمی اور محبت ہو۔ جس طرح کہ پرندے اپنے بچّوں سے محبت کا اظہار کرتے ہیں تو اپنے بال و پر کھول کر اپنے بچّوں کو اپنے پروں کے اندر چھپا لیتے ہیں۔ اِس طرح وہ بچّوں سے محبت کا اظہار بھی کرتے ہیں اور اُن کی حفاظت بھی۔ اِسی طرح جناب رسولِ خداؐ کو حکم دیا جارہا ہے کہ: سچّے مومنین کو اپنے بازوؤں کے نیچے لے (کر دشمن سے چھپا) لیں۔ اُن سے اتنی ہی محبت فرمائیں (جتنی اپنے بچّوں سے۔)

★..... (تفسیر نمونہ)

★ آیت ۲۱۶ کی تشریح: جناب رسولِ خداؐ کو حکم دیا جارہا ہے کہ اگر آپؐ کے قبیلے والے آپؐ کے پیغام کو قبول نہ کریں اور دشمنی پر اُتر آئیں تو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ بس اُن سے اتنا فرمادیں کہ میں تمہارے اِس عمل سے بیزار ہوں۔ اِس طرح اپنا لائحۂ عمل آشکار فرمادیں۔" قرآن کی یہ پیشگوئی حرف بہ حرف درست ثابت ہوئی قریش نے آپؐ کی بھرپور مخالفت کی، سوائے حضرت علیؑ کے۔ بظاہر کسی نے دعوتِ اسلام قبول نہ کی، کچھ لوگوں نے خاموشی اختیار کرلی، کچھ نے تقیہ فرمایا۔ جیسے جناب ابوطالبؑ۔ لیکن اکثریت نے کھل کر مخالفت کی اور مذاق اُڑایا۔

www.drhasanrizvi.com

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ (۲۱۷) اور اُس زبردست طاقت والے
الرَّحِيْمِ ۙ (۲۱۷) عزّت والے اور بے حد مسلسل رحم
کرنے والے (خدا) پر بھروسہ کیجیے۔
الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ (۲۱۸) جو آپؐ کو اُس وقت بھی دیکھتا
تَقُوْمُ ۙ (۲۱۸) ہے جب آپؐ کھڑے ہوتے ہیں۔

آیت ۲۱۷ کی تشریح: آخر کار خداوندِ عالم نے جناب رسولِ خداؐ کو حکم دیا کہ آپؐ خدا پر بھروسہ کریں۔ مخالفوں کو خاطر میں نہ لائیں۔ کیوں کہ آپؐ کی پناہ گاہ خداوندِ عالم ہے جسے کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ پھر وہ رحیم بھی ہے اور مہربان بھی۔ وہ خدا جس نے لامحدود قوّت اور طاقت سے فرعون و نمرود اور اُن کے لشکروں کو غرق کر کے تباہ و برباد کر دیا۔ جس نے نوحؑ کی قوم کو، اور عاد و ثمود جیسی سرکش قوموں کو اور شدّاد وارم والی قوموں کو آناً فاناً تباہ کر دیا، بس اُسی بے پناہ طاقت والے زبردست خدا پر بھروسہ کیجیے۔

★ ..... (تفسیر نمونہ)

★ مطلب یہ ہے کہ اے رسولؐ! تم دنیا کی کسی بڑی سے بڑی طاقت کی بھی پرواہ نہ کرو، اور خدا کی ذات پر بھروسہ کرو۔ اور اپنا کام کرتے رہو۔ خداوندِ عالم کا "عزیز" یعنی زبردست، غالب، طاقت ور ہونا، اس بات کی علامت ہے کہ جس کی پشت پر خدا کی طاقتیں ہوں اُسے کوئی زیر نہیں کر سکتا۔ اور خدا کا "رحیم" ہونا اس اطمینان کے لیے بہت کافی ہے کہ جو شخص خدائے رحیم کی خاطر کام کرے گا اُس کی کوششوں کو خدا کبھی برباد نہ ہونے دے گا۔

★ ... ... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ اور (خدا) سجدہ کرنے والے لوگوں میں آپؐ کی نقل وحرکت اور آنے جانے پر بھی (نگاہ رکھتا ہے۔)

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾ حقیقتاً وہی سب کچھ سننے والا اور بڑا جاننے والا ہے۔

آیت ۲۱۹ کی تشریح: اس آیت کا ظاہری مفہوم تو یہی ہے کہ جب آپؐ کھڑے ہوتے ہیں تب بھی خداوندِ عالم آپؐ کو دیکھتا ہے، جب آپؐ سجدہ کرنے والوں میں نقل وحرکت فرماتے ہیں تب بھی خدا آپؐ کو دیکھتا ہے، کھڑے ہونے سے مراد فرادا نماز میں کھڑا ہونا بھی ہے اور جماعت کی نماز میں کھڑا ہونا بھی مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے رسولؐ! آپؐ کے تمام حالات پر خدا خود گواہ ہے۔ ۱۲ (تفسیر نمونہ)

باطنی تفسیر ★ "سجدہ کرنے والوں میں حرکت" کا مطلب یہ ہے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت رسولِ خداؐ کے والد ماجد جناب عبداللہؑ تک آنحضرتؐ کا نور پاک وپاکیزہ صلبوں میں منتقل ہوتا ہوا آیا ہے۔ یعنی آپؐ کا نور ہمیشہ ہمیشہ ان لوگوں کے اصلاب میں منتقل ہوتا رہا جو سجدہ کرنے والے موحد تھے۔
(تفسیر علی ابن ابراہیم)

★ فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام محمد باقرؑ علیہ السلام نے فرمایا کہ: "جناب رسولِ خداؐ کا نور انبیاء کرامؑ کی صلبوں میں رکھا گیا۔ پھر ایک پیغمبرؑ سے دوسرے پیغمبرؑ کی صلب میں منتقل ہوتا رہا، یہاں تک کہ آپؐ کو آپؐ کے والدِ ماجد کی صلب سے خدا نے باہر نکالا۔ اس طرح خداوندِ عالم نے ہمیشہ پاکیزہ نکاح کے ساتھ آپؐ کو ایک صلب سے دوسری صلب میں منتقل فرمایا، اور ہر طرح کی نجاست اور رجس وگندگی سے دور رکھا۔
★ ..... (تفسیر مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

★ تفسیر برہان میں ابنِ بابویہ سے بسندِ متصل جناب جابرؓ ابنِ عبداللہ انصاری سے مروی ہے:
حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا: "جب حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تھے تو آپؐ کہاں تھے"؟

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: "میں اُنؑ کی صُلب میں تھا، جب وہ زمین پر تشریف لائے تو میں اُن کی صُلب میں تھا۔ جب حضرت نوحؑ علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو میں اُنؑ کی صُلب میں تھا جب حضرت ابراھیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے تو میں اُنؑ کی صُلب میں تھا۔ میرے آبائی سلسلے میں کبھی زنا نہیں ہوا۔ اور خداوندِ عالم، مجھے اصلابِ طاہرہ سے ارحامِ طیبہ کی طرف منتقل فرماتا رہا دراں حالیکہ میں ھادی و مھدی رہا ہوں، مجھ سے خداوندِ قدیر نے نبوت و اسلام کا عہد و میثاق لیا ہے، اور اُس نے میری ہر صفت کو واضح فرمایا ہے۔ تورات و انجیل میں میرا ذکر فرمایا ہے، اور مجھے آسمانوں میں بلند فرمایا ہے، اور میرا نام اُس نے اپنے ناموں سے مشتق فرمایا ہے۔ میری اُمت حمّاد ہے۔ وہ محمود ہے اور میں محمدؐ ہوں۔ (ابنِ بابویہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت طُرقِ کثیرہ سے وارد ہوئی ہے۔) (برہان)

★ حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ میں نے بگوشِ ہوش جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: "خُلِقْتُ اَنَا وَعَلِیُّ بْنُ اَبِی طَالِبٍ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ"
یعنی: میں اور علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ایک ہی نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔"

چنانچہ ہم حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے عرشِ خداوندی کے پاس تسبیح کرتے رہے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا تو ہمارا نور اُن کی صُلب میں ودیعت ہوا، جب وہ جنت میں تھے تو ہم اُن کی صلب میں تھے، زمین آئے تو ہم اُن کی صلب میں تھے جب حضرت نوحؑ کشتی میں سوار ہوئے تو ہم اُن کی صلب میں تھے جب حضرت ابراھیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا تو ہم اُن کی صلب میں تھے۔ پس اللہ ہمیں پاک صلبوں سے پاک رحموں میں منتقل فرماتا رہا یہاں تک کہ حضرت عبدالمطلبؑ تک پہنچا پھر میرا نور جناب عبداللہؑ کی صلب میں اور علیؑ کا نور ابوطالبؑ کی صلب میں منتقل ہوا مجھے نبوت و برکت عطا ہوئی اور علیؑ کو فصاحت اور شجاعت عطا ہوئی۔ ہمارے نام اپنے ناموں سے مشتق کیے وہ محمود ہے اور میں محمدؐ ہوں اور اللہ اعلیٰ ہے اور یہ علیؑ ہے۔ (تفسیر انوار النجف) (تفسیر برہان)

www.drhasanrizvi.com

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ (۲۲۱) کیا میں تمھیں بتادوں کہ شیاطین
تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ﴿۲۲۱﴾ کس پر اُترتے ہیں ؟
تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ (۲۲۲) وہ اُترتے ہیں ہر جھوٹی تہمت لگانے
أَثِيمٍ ﴿۲۲۲﴾ والے گنہگار جعل ساز بدکار لپاڈیئے پر۔
يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ (۲۲۳) جو سنی سنائی باتیں کانوں میں
كَاذِبُونَ ﴿۲۲۳﴾ پھونکتے ہیں (کاہنوں کے) اور اُن میں کے
اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔

★ آیت ۲۲۱ کی تشریح : کفارِ قریش چونکہ کہتے تھے کہ محمدؐ پر شیطان القاء کرتے ہیں۔ خدا نے اُن کا جواب دیا ہے کہ ہم بتاتے ہیں شیاطین کیسے لوگوں پر اُترتے ہیں۔ وہ ہر جھوٹے، فاسق، بدکار گنہگار انسان پر اُترتے ہیں۔ لہٰذا کہیے کہ مجھ پر شیاطین نہیں اُترتے کیوں کہ میں نہ جھوٹا ہوں، نہ فاسق، بلکہ مجھ پر فرشتے اُترتے ہیں۔

★ آیت ۲۲۳ کی تشریح : یعنی شیطان سُنی سنائی باتیں کاہنوں اور جھوٹے لوگوں پر القاء کرتے ہیں۔ (تسہیل انوار البیان)

★ اس سے مراد، وہ کاہن، نجومی، جیوتشی، فال نکالنے والے، رمّال، عامل قسم کے لوگ ہیں جو غیب دانی کا ڈھونگ رچا کر، لچھے دار باتیں سنا کر بزعم خود لوگوں کی قسمتیں بنانے بگاڑنے کا کاروبار کرتے، جھوٹے دعوے کرتے، اور جنّوں اور روحوں اور موکّلوں پر قابو رکھنے کا جھوٹا دعویٰ کر کے لوگوں کو لوٹتے ہیں۔ (تفہیم)

★ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ: "بعض لوگوں نے آنحضرتؐ سے سوال کیا کاہنوں کے بارے میں۔" آپؐ نے فرمایا: "وہ کچھ نہیں ہیں۔" اُنھوں نے عرض کی: حضورؐ! کبھی کبھی تو وہ ٹھیک بات بتا دیتے ہیں۔" آپؐ نے فرمایا: "وہ ٹھیک بات کبھی کبھار جن اپنے دوست کاہن کے کان میں پھونکتے ہیں، پھر وہ کاہن اپنی طرف سے جھوٹی باتیں ملا کر ایک داستان بنا لیتے ہیں۔ (بخاری شریف)

www.drhasanrizvi.com

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ (۲۲۴) اور رہے شاعر، تو اُن کے پیچھے تو بہکے ہوئے گمراہ لوگ چلا کرتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ (۲۲۵) کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔

وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ (۲۲۶) اور وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جن پر وہ (خود) عمل نہیں کرتے۔ (یعنی بدعمل ہوتے ہیں)

آیت ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ کی تشریح: کفّار ہمارے رسولؐ پر الزام لگاتے تھے کہ یہ شاعری کرتے ہیں۔ اسی لیے وہ آپؐ کو شاعر اور مجنون کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ قرآن میں اللہ نے اس بات کو نقل فرمایا:

" وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ؕ " (سورۃ الصّٰفّٰت آیت ۳۶ پ ۲۳)

یعنی: "اور وہ کہا کرتے تھے کہ کیا ہم ایک دیوانے شاعر کے لیے اپنے معبودوں کو ہی چھوڑ دیں"؟

لیکن خداوندِ عالم یہاں شاعر کی مذمّت میں فرماتا ہے کہ (۱) شعراء تو تخیلاتی اور تصوّراتی دنیا میں کھوئے رہتے ہیں۔ (۲) شعراء عیش و عشرت، شراب و کباب کے طالب، خوبصورت معشوق کے بالوں اور گالوں اور رُخسار کے تلوں کی تعریف میں ہی اُلجھے ہوئے، ویرانوں اور خرابوں میں دیوانہ وار پھرتے رہتے ہیں۔ اسی لیے فرمایا کہ شعراء کی پیروی (اُنہی جیسے) گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ جبکہ قرآن میں اِس قسم کی بکواس موجود ہی نہیں ہے۔ (قرآن اور اللہ کا رسولؐ تو دعوتِ حق دیتا ہے۔)

...... (تفسیرِ نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

★ دونوں گروہوں یعنی انبیاءِ کرامؑ اور شاعروں میں واضح فرق نظر آتا ہے (لیکن صاحبانِ عقل کے لیے، بے عقلوں اور سفلوں کے لیے نہیں) ایک طرف انبیاءِ کرامؑ میں انتہائی سنجیدگی، تہذیب، شرافت، صداقت اور خوفِ خدا کا رنگ، ہر بات میں احساسِ ذمہ داری، حقوق کا لحاظ، معاملات میں دیانت و امانت، گفتگو میں خیر ہی خیر ہوتا ہے۔ رات دن مقصدِ زندگی کے امور میں مصروف و مشغول۔

دوسری طرف کاہنوں، جادوگروں، شاعروں کا حال یہ ہے کہ کہیں عشق بازی اور شراب نوشی کے مضامین بیان ہو رہے ہیں، اور حاضرین اُچھل اُچھل کر اُن کو دادِ تحسین دے رہے ہیں۔ کہیں کسی زنِ بازاری یا کسی گھر کی بہو، بیٹی کا حُسن، گلوکاری، اداکاری، فن کاری موضوعِ سخن ہے، اور سننے والے مزے لے رہے ہیں، کہیں جنسی ملاپ کی حکایت اشاروں، کنایوں میں بیان ہو رہی ہے اور پورے مجمع پر شہوانیت کا بھوت مسلط ہے۔ کہیں کسی شریف آدمی کی ٹوپی اچھالی جا رہی ہے تو کہیں کسی رذیل و ذلیل کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جا رہے ہیں۔ جھوٹ بولنے میں کمال حاصل ہے۔

آیت ۲۲۵ کی تشریح: شاعروں کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ کبھی ایک لہر اُٹھی تو حکمت و عظمت کی باتیں ہونے لگیں کبھی دوسری لہر آگئی تو اُسی زبان سے انتہائی گندے اور سفلے جذبات آنے لگے کسی سے بگڑ گئے تو اُسے تحت الثریٰ میں اُتار دیا، اور کسی سے خوش ہوئے تو ساتویں آسمان پر بٹھا دیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

★ "تفسیر مجمع البیان" میں ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ: ان سے مشرکین کے شعراء (تفہیم) مراد ہیں جنھوں نے آنحضرتؐ کی ہجو اور ناشائستہ کلمات کو اپنے اشعار میں نظم کیا۔ اور جاہلوں سے دادِ تحسین حاصل کی۔

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو علم و فہم سے کورے ہونے کے باوجود علم کا لباس پہنے بیٹھے ہیں، عوام اُن کو عالم سمجھ کر اُن کی پیروی کرنے لگے۔ وہ خود تو گمراہ تھے ہی، عوام کو بھی گمراہ کر دیا۔

★ اور تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ: اس سے مراد وہ فقیہ لوگ ہیں جو لوگوں کے دلوں میں باطل کا بیج بوتے ہیں۔ ... الخ (تفسیر انوار النجف)

(تفسیر برہان)

www.drhasanrizvi.com

اِن شعراء کی تین علامتیں بتائی ہیں

غرض قرآن نے شعراء کی تین علامتیں بتائی ہیں۔

(۱) ان کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں اور وہ خیالی دنیا میں مست و مگن رہتے ہیں، حقائق سے بھاگتے ہیں۔ جبکہ قرآن کی پیروی صرف نیک لوگ کرتے ہیں، اور قرآن ٹھوس حقیقتوں کو بیان کرتا ہے۔ قرآن ہمیں خیالی دنیا میں مست و مگن رہنے کی تعلیم نہیں دیتا

(۲) شعراء کی دوسری خاصیت یہ ہوتی ہے کہ اُن کا کوئی خاص اعلیٰ مقصد نہیں ہوا کرتا۔ اُن کی فکر ہمیشہ بدلتی رہتی ہے۔ جیسا موڈ (مزاج) ہوا ویسے ہی اشعار بکنے لگتے ہیں۔
جبکہ قرآن کا نقطۂ نظر شروع سے آخر تک ایک ہی ہے۔ اس میں کہیں کوئی تضاد یا اختلاف نہیں پایا جاتا۔ راہِ حق کی ہدایت ہی ہدایت ہے۔

(۳) شاعروں کی تیسری علامت یہ ہے کہ وہ باتیں تو بڑی اچھی اچھی کرتے ہیں، مگر خود اُن پر عمل نہیں کرتے۔ ڈاکٹر اقبال نے خود اس عیب کا اعتراف کیا ہے: کہتے ہیں:

اقبال بڑا اُپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے۔
گفتار کا غازی تو وہ بنا کردار کا غازی بن نہ سکا۔ (اقبال)

★ آپ خود ملاحظہ فرمالیں کہ جناب رسولِ خدا میں اِن تینوں علامتوں میں سے کوئی ایک علامت بھی ذرہ برابر موجود نہ تھی۔ آپؐ تو از سر تا پا عمل ہی عمل تھے۔

★ تاریخ گواہ ہے کہ شاعروں نے اکثر و بیشتر جابر بادشاہوں کی تعریف کی ہے۔
جبکہ قرآن میں یا حدیث میں اُن کی کوئی تعریف تو کیا بلکہ سخت مذمت ملتی ہے۔

★ پھر یہ کہ شاعر بے حیائی کے ذکر پر خوب جھومتے اور دادِ تحسین کے خواہاں ہوتے ہیں جذبات بھڑکاتے ہیں جبکہ قرآن اصلاح، اور امن و آشتی کا علمبردار ہے اور بیحیائی کی سخت مذمت کرتا ہے۔

★ ..... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا (۲۲۷) سوا اُن لوگوں کے جنھوں نے
الصّٰلِحٰتِ وَذَکَرُوا اللّٰہَ ایمان کی زندگی اختیار کی، اور اچھے اچھے
کَثِیْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْ کام کیے، اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا،
بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَیَعْلَمُ اور جب اُن پر ظلم ڈھایا گیا تو اُنھوں نے
الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ صرف (ظلم کے برابر) بدلہ لیا، اور
یَّنْقَلِبُوْنَ ع (۲۲۷) ظلم کرنے والوں کو عنقریب معلوم
ہو جائے گا کہ وہ پلٹا کھا کر کیسی (بدترین) جگہ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں؟

ع ۱۱ ۳۶ ۱۵

شعراء کی تعریف بزبانِ رسالت مآب ﷺ

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ:

★ کعب بن مالک نے حضور رسالت مآب ﷺ سے عرض کی: "حضور! آپ شعراء کے متعلق کیا فرماتے ہیں"

★ آپ نے فرمایا: "مومن تلوار کے ذریعے سے جہاد کرتا ہے اور قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، شاعر لوگ (جو دین کی ترجمانی اور مدح میں شعر لکھیں) اُن کو تیر مارتے ہیں۔

★ آپ نے حسان بن ثابت سے فرمایا تھا کہ: "تم اُن (دینِ اسلام کے دشمنوں) کی ہجو میں شعر کہا کرو، روح القدس تمھارے ساتھ ہوں گے۔

★ ..... (تفسیر انوار النجف)

★ اچھی اور بامقصد شاعری کو الگ کر کے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ جناب رسولِ خدا ﷺ کو بھی اچھے اشعار پسند آتے تھے، اور آپ اُن کی داد بھی دیا کرتے تھے۔ آپ کا ارشاد ہے "اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ الْحِکْمَۃَ" یعنی: "یقیناً بعض شعر حکیمانہ ہوتے ہیں۔"

www.drhasanrizvi.com

★ اُمیہ بن ابی الصلت کا کلام سُن کر آپؐ نے فرمایا تھا: "اُس کا شعر تو مومن ہے مگر اُس کا دل کافر ہے"۔

★ ایک صحابی نے ایک مرتبہ آپؐ کو سو عمدہ اشعار سنائے، آپؐ یہی فرماتے گئے "اور سناؤ"۔
★ ..... (تفہیم القرآن)

★ فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:
"جو شخص ہم اہلِ بیتؑ کی مدح میں ایک شعر کہے گا، خدا اُس کا گھر جنت میں بنائے گا"۔
★ ..... (الغدیر جلد ۲)

★ تاریخ گواہ ہے کہ بنی اُمیہ اور بنی عباس کے دورِ ظلم و جور میں ایسے شاعر بھی تھے جو اُن کے جھوٹ، فریب اور ظلم کا پردہ چاک کر دیتے تھے، مظلوموں کی حمایت کرتے تھے، آلِ محمدؐ کی مدح اُن ظالموں کے سامنے کیا کرتے تھے (مثلاً فرزدق: جنھوں نے فرزندِ رسول خداؐ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی مدح میں حج بیت اللہ کے طواف کے موقع پر ہشام بن عبدالملک کے سامنے چالیس اشعار فی البدیہ کہہ سنائے تھے۔) یہ آیت ۲۲۷ ایسے ہی شعراء پر صادق آتی ہے۔
★ ..... (تفسیر نمونہ)

★ فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:
"جو شاعر ہماری مدح میں شعر کہتا ہے تو روح القدس اُس کی مدد کرتا ہے"۔
★ ..... (عیون الاخبار الرضاؑ)

★ فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے دوستوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ
"اپنی اولاد کو عبدی کے اشعار تعلیم دو۔ کیوں کہ وہ خدا کے دین پر تھا"۔
★ ..... (تفسیر نور الثقلین)

★ عبدی کے کچھ اشعار کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) لوگوں نے کہا کہ رسولِ خداؐ نے اپنے بعد کسی کو امام نہیں بنایا۔ ہم خود اپنا امام بنائیں گے۔

(۲) ہم تو ایسے امام کا انتخاب کریں گے کہ اگر وہ سیدھا چلے گا تو ہم اُس کی اطاعت کریں گے، اور وہ

www.drhasanrizvi.com

ٹیڑھا چلے گا تو ہم خود ہی اُسے سیدھا کر دیں گے۔

(۳) ہم نے اُن سے کہا کہ پھر تم خود اپنے امام کیوں نہیں بن جاتے، بحمداللہ تم تو خوب سرگرداں پھر رہے ہو لیکن ہم سرگرداں نہیں۔ کیوں کہ:

(۴) ہم نے اُن کو اپنا امام تسلیم کرلیا ہے، جنھیں غدیر خم کے دن رسولِ خدا نے ہمارے لیے ہمارا امام بنایا تھا۔ ہم اس سے ذرہ برابر بھی انحراف نہیں کریں گے۔

(۵) ہم اللہ کے واضح نور پر ہیں۔ اے ہمارے مالک! تو ہمارے اِس نور میں اور اضافہ فرما، اور ہمیں ثابت قدم رکھ۔

* ..... (الکنیٰ والالقاب جلد۲)

ذکرِ کثیر سے مراد

فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"یہاں "ذِکْرًا کَثِیْرًا" ذکرِ کثیر" سے مراد (اولین معنی میں) تسبیح فاطمہ زہرا ہے۔"

★ حضرت امام علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

"وہ سخت اور اہم کام جسے خداوندِ عالم نے اپنی مخلوق پر فرض کیا ہے "خدا کا ذکرِ کثیر" ہے میری مراد یہ نہیں ہے کہ لوگ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ" پڑھتے رہیں۔ اگرچہ یہ بھی خدا ہی کا ذکر ہے، لیکن میرا مقصد (سب سے افضل ذکر سے ہے، اور وہ یہ ہے کہ جب) انسان حلال اور حرام پر قادر ہوتا ہے، اُس وقت خدا کو یاد کرے۔ اور اُس وقت خدا کو یاد کرنا یہ ہے کہ اگر وہ کام خدا کی اطاعت سے ہے تو اُسے انجام دے اور اگر وہ کام خدا کی معصیت یا نافرمانی سے ہے تو اُس کو چھوڑ دے۔"

..... (اصول کافی)

★ آخر میں دعا ہے کہ خداوندِ عالم ہم سب کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ ہم حلال اور واجب پر عمل کریں یعنی جو چیز خدا کو پسند ہے اُس کو اپنائیں، اور جو خدا کو ناپسند ہے اور اُس کو ناراض کرتی ہے، اُس کو چھوڑ دیں۔

* ..... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

★ " وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا " (اور عنقریب ظالموں کو معلوم ہو جائے گا)

★ تفسیر برہان میں قمی سے منقول ہے کہ: " یہ اُن لوگوں کے لیے ہے جنھوں نے آلِ محمدؐ پر ظلم ڈھائے اور جناب رسالت مآبؐ سے مروی ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: " جو شخص میرے دین سے تمسک رکھنا چاہے، اور میری کشتیٔ نجات پر سوار (ہو کر جہنم کے عذابوں سے نجات حاصل کرنا) چاہے، وہ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی اقتداء و پیروی کرے۔ اور اُس کے دشمن سے دشمنی کرے، اُس کے دوست سے دوستی رکھے، اور علیؑ ابنِ ابی طالبؑ میرا وصی ہے، اور میری اُمت پر میرا خلیفہ ہے میری زندگی میں بھی، اور میری وفات کے بعد بھی۔ وہ ہر مسلم و مومن کا میرے بعد امیر ہے۔ اُس کا حکم، میرا حکم ہے اور اُس کی نہی میری نہی۔ اُس کی اتباع کرنے والا، میری اتباع کرنے والا ہے، اور اُس کا ناصر و مددگار میرا ناصر و مددگار ہے پس جس نے اُس کو چھوڑ دیا، اُس نے مجھے چھوڑ دیا۔

پھر فرمایا: جس نے علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کو چھوڑا، قیامت کے دن، نہ وہ مجھے دیکھے گا، اور نہ میں اُسے دیکھنا پسند کروں گا۔ اور جو علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کا مخالف ہوگا، اللہ تعالیٰ نے اُس پر جنت کو حرام کیا ہے، اور دوزخ اُس کا ٹھکانہ ہے، اور جو علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی مدد کو ترک کر دے گا، خدا اُس کی کوئی بات نہ سُنے گا جب وہ اُس کے پیش حاضر ہوگا۔ اور جو علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی مدد کرے گا، خدا اُس کی مدد کرے گا، اور یومِ جزاء اُس کو اپنی جنت تسلیم کرے گا۔ (تفسیر برہان بروایت تفسیر قمی)

★ پھر فرمایا: حسنؑ و حسینؑ اپنے باپ کے بعد لوگوں کے امام ہوں گے، اور یہ دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں، اور اُن کی ماں عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں، اور اُن دونوں کے باپ تمام اوصیاءؑ کے سردار ہیں اور امام حسینؑ کی اولاد میں سے نو امام ہوں گے جن کا نواں قائم مہدیؑ ہوگا، اُن سب کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ میں اللہ کی طرف اُن لوگوں کی شکایت کرتا ہوں جو اُن کی فضیلت کا انکار کریں گے اور میرے بعد اُن کے حق کو ضائع کریں گے اللہ ولی ہے میری عترت کا اور میری اُمت کے ائمہؑ کا، اور وہ انتقام لے گا اُن سے جو اُن کے حق کا انکار کریں گے۔" پھر آپؐ نے یہی آیت پڑھی: وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ..... يَنْقَلِبُونَ ۔ ★ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

سورۃ ۲۷ النمل کی خصوصیات

۱۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جو شخص سورۃ طسٓ (نمل) کو پڑھے تو حضرت سلیمان، ہود و شعیب و صالح اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کی تصدیق یا تکذیب کرنے والوں کی تعداد سے دس گنا زیادہ نیکیاں اُس کے اعمال نامے میں درج ہوں گی، اور محشر کے روز اپنی قبر سے کلمۂ توحید پڑھتا ہوا اُٹھے گا۔

۲۔ تفسیر بُرہان میں "خواص القرآن" سے منقول ہے کہ جو شخص اِس سورۃ کو ہرن کی جھلّی پر لکھ کر اپنے گھر میں رکھے تو سانپ، بچھو، کیڑے، چوہا، پاگل کتا اور بھیڑیا، یا کوئی موذی جانور اُس کی منزل کے قریب نہ آئے گا۔ ایک روایت میں مچھر کا نام بھی درج ہے۔

۳۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص بوقتِ شب اس کو ہرن کی جھلّی پر لکھے اور اُس کو رنگے ہوئے چمڑے میں بند کرے جس سے کچھ کاٹا نہ گیا ہو، اور اُس کو صندوق میں رکھ دے تو سانپ، بچھو، مچھر غرض کہ کوئی موذی شے اُس کے گھر کے قریب نہ آئے گی۔

★ ..... (ماخوذ از تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

اٰیاتھا ۹۳ سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ رُکوعاتھا ۷

★ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کے ساتھ ' مدد مانگتے ہوئے
جو سب کو فیض پہنچانے والا بیحد مسلسل رحم کرنے والا ہے

طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ (۱) طا سین، یہ آیتیں ہیں
الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۞ قرآن اور ایک روشن واضح کتاب کی۔

★ اس آیت میں قرآن کو واضح روشن کتاب فرمایا گیا ہے۔

★ کتاب ' اصطلاح میں اُس چیز کو کہتے ہیں جس میں کچھ لکھا ہو۔ اور مختلف فصلوں میں مسائل کو جمع کر کے بیان کیا گیا ہو۔

(اقرب) .....★

★ اس سے معلوم ہوا کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے ہی میں قرآن مرتب ہو کر لکھا جا چکا تھا۔

(مؤلف) .....★

www.drhasanrizvi.com

★ روشن کتاب اور قرآن دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں۔ بطور پڑھے جانے کے یہی قرآن ہے۔ (اس لیے کہ قرآن کے معنی وہ چیز جو پڑھی جائے) اور بطور واضح روشن بیان کے یہی قرآن کتابِ مبین ہے۔

★ ...... (تفسیر ماجدی)

★ کتابِ مبین کا ایک مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب اپنی تعلیمات، پیغامات، ہدایات اور احکامات کو بالکل واضح طور پر بیان کرتی ہے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ: "یہ کتاب حق اور باطل کا فرق نمایاں طریقوں سے کھول دیتی ہے"

تیسرا مطلب یہ ہے کہ: "اس کتاب کا خدا کی کتاب ہونا بالکل، واضح ظاہر اور اظہر من الشمس ہے۔ جو شخص بھی اس کتاب کو آنکھیں اور دماغ کھول کر پڑھے گا، وہ از خود سمجھ جائے گا کہ یہ کلام حضرت محمد مصطفےٰ ص کا گھڑا ہوا کلام نہیں ہے۔

★ ...... (تفہیم القرآن)

★ تِلْكَ: یہ اشارہ ہے اُس کی طرف جو پہلے وعدہ کیا گیا تھا۔

★ "اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ" قرآن اور آیات قرآن دونوں ایک چیز ہیں، البتہ یہاں قرآن اور کتاب دونوں کو ذکر کرکے اِس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ دونوں سے مراد ایک ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ قرآن کا لفظ قرأت کو ظاہر کرتا ہے اور کتاب کا لفظ کتابت کو نمایاں کرتا ہے یعنی یہ لکھی اور پڑھی جانے والی چیز ہے۔

پس یہ بمنزلہ اُس ناطق (بولنے والے) کے ہے جو لکھ بھی سکتا ہو اور پڑھ بھی سکتا ہو۔ بنا بریں اس کو مبین کی صفت سے موصوف کرنا اِس کی ناطق سے تشبیہ کو مزید پختگی دیتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ قرآن کے مضامین و مطالب اِس قدر واضح اور مبرہن ہیں گویا کہ یہ کتاب خود اپنے مقام پر بولتا ہوا مُقرِّر ہے، جو مطالب و مقاصد کو نہایت سلجھے ہوئے انداز سے بیان کرتا ہوا چلا جا رہا ہے۔ اِسی لیے اِس کو بعض جگہ "بیان" کی صفت سے بھی متصف کیا گیا ہے۔

★ ...... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ﴿۲﴾ جو ہدایت اور خوش خبری ہے مومنین کے لیے۔

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ (۳) جو نماز (حقوق اللہ) کو پابندی سے ادا کرتے رہتے ہیں، اور زکوٰۃ (حقوق الناس) کو ادا کرتے رہتے ہیں، اور جو آخرت کی زندگی پر یقین رکھتے ہیں۔

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾

آیت ۲ کی تشریح : یہاں قرآن کی آیتوں کی چار خصوصیات بیان کی گئی ہیں:

(۱) یہ آیتیں قرآن کی ہیں۔

(۲) یہ آیتیں بالکل واضح اور روشن ہیں۔

(۳) یہ آیتیں حقیقتوں کو ماننے والوں کے لیے بہترین اور کامل ترین ذریعۂ ہدایت ہیں۔

(۴) یہ آیتیں مومنین کے لیے خوش خبری بھی ہیں۔ (تفسیر ماجدی)

* ..... *

★ یعنی یہ آیتیں ہدایت بھی ہیں اور بشارت بھی۔ ہدایت اور بشارت دینے والی آیتیں کہنے کی بجائے ان آیتوں کو خود بشارت اور ہدایت کہا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ آیتیں بے انتہا شدت کے ساتھ ہدایت اور بشارت دیتی ہیں۔ جیسے کسی کو سخی کہنے کی بجائے مجسم سخاوت، اور حسین کہنے کی بجائے مجسم حسن، یا سراپا حسن، کہہ دیں۔ (تفہیم القرآن)

★ هُدًى وَّبُشْرٰى : یعنی اپنے بیان، برہان، اور اعجاز کے لحاظ سے ہدایت اور ایمان

www.drhasanrizvi.com

لانے والوں کے لیے جنّت کی بشارت بھی ہے۔

* ...... (تفسیر انوار النجف)

آیت ۳ کی تشریح: "وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ" (اور وہ آخرت کی زندگی پر یقین رکھتے ہیں)

عقیدۂ آخرت ہی سے انسان میں (۱) احساسِ ذمّے داری بھی پیدا ہوتا ہے۔ اور (۲) زندگی کی صحیح قدر و قیمت بھی معیّن ہوتی ہے۔ (۳) زندگی بامعنی، بامقصد بن جاتی ہے۔ (۴) خاص طور پر انسانی فکر و عمل کا قبلہ درست ہو جاتا ہے۔ (۵) اور زندگی میں اعتدال اور سکون پیدا ہو جاتا ہے (۶) اخلاقی قدروں والی زندگی جنم لیتی ہے۔

(تفسیر ماجدی)

اعتدال کا فلسفہ بزبانِ امیر المومنینؑ

(آخرت پر یقین سے زندگی میں اعتدال پیدا ہوجاتا ہے)

* حضرت امام علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السّلام کی ایک تقریر سن کر ایک یہودی نے کہا: اے فرزندِ ابو طالبؑ! اگر آپؑ نے فلسفہ بھی سیکھ لیا ہوتا تو آپؑ کا بڑا مقام ہوتا۔" آپؑ نے فرمایا:

"فلسفے سے تمھاری کیا مراد ہے؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ جس شخص کی طبیعت میں اعتدال پیدا ہوجائے تو اُس کا مزاج از خود پاکیزہ ہوجاتا ہے، اور * جس کے مزاج میں پاکیزگی راسخ ہوجاتی ہے تو اُس کے اثراتِ نفس قوی ہوجاتے ہیں، * جو اپنے نفس کے اثرات میں قوّت حاصل کر لیتا ہے، تو وہ (انسان) منتہائے کمال پر بلند ہوجاتا ہے اور * جو اس معراجِ کمال پر پہنچ جاتا ہے تو وہ فضائلِ نفسانیّہ سے آراستہ ہوجاتا ہے، اور * جو فضائلِ نفس سے مزیّن ہوجائے تو ظاہر ہے کہ اُس میں تمام کمالاتِ انسانی موجود ہوتے ہیں، تو ایسا انسان ملکوتی صفات بن جاتا ہے۔ بس اب اس سے زیادہ انسانی عروج کا تصور نہیں۔" یہ سن کر وہ یہودی عالم بیساختہ بول اُٹھا کہ اے فرزندِ ابو طالبؑ! آپؑ نے تو بالکل فلسفہ ہی میں گفتگو فرمائی ہے۔

(العرب، ص۹ عبد المنعم عدوی مصری طبع بمبئی)

(تحقیقی مضمون "فلسفۃ التاریخ الاسلامی" از ڈاکٹر استاد مصطفےٰ جواد)

www.drhasanrizvi.com

قرآن کس کی ہدایت کرتا ہے؟

مطلب یہ ہے کہ قرآن کی آیات صرف اُن لوگوں کی ہدایت کرتی ہیں، اور صرف اُنہی کو خوش خبری دیتی ہیں جن میں دو صفات پائی جاتی ہیں۔ (۱) وہ ایمان لائیں۔ یعنی قرآن، اور محمدؐ کے پیغام کو دل سے مان لیں۔ خدائے واحد کو اپنا خالق و مالک مان لیں، اور قرآن کی تعلیمات کو اپنا عملی پیشوا بنالیں۔ (۲) یہ عقیدہ بھی اختیار کرلیں کہ یہ دنیا کی زندگی، زندگی کا خاتمہ نہیں، بلکہ زندگی کی ابتدا ہے۔ اِس کے بعد ایک اور زندگی ہے جس میں ہمیں اپنے اعمال کا حساب دینا ہے، اور جزا و سزا پانی ہے۔

اِن صفات کے ضمن میں وہ اِن باتوں کو صرف دل و زبان سے مان کر ہی نہ رہ جائیں، بلکہ اپنے تمام وجود سے اُس کی عملاً اطاعت کرنے پر آمادہ بھی ہوں اور اِس آمادگی کی اوّلین علامت یہ ہے کہ نماز، روزہ کی پابندی کریں (یعنی حقوق اللہ کو ادا کریں) اور زکوٰۃ دیں۔ (یعنی حقوق النّاس کو ادا کریں۔)

اب جو لوگ یہ تمام شرطیں پوری کردیں گے اُنہی کو قرآن کی آیتیں زندگی کا سیدھا راستہ بتائیں گی۔ اُس راستے کے ہر مرحلے میں اُن کو صحیح اور غلط کا فرق سمجھائیں گی، زندگی کے ہر موڑ پر اُنھیں غلط راستوں پر جانے سے بچائیں گی، اور اُن کو یہ اطمینان بھی بخشیں گی کہ سیدھے راستے پر چلنے کے نتائج دنیا میں خواہ کچھ بھی ہوں، آخرکار ابدی صلاح و فلاح اِسی پر عمل کرنے سے حاصل ہوگی، اور وہ اللہ کی خوشی کو حاصل کرلیں گے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے۔ جیسے ایک عالم کے علم سے صرف وہی فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو اُس کے علم پر اعتماد کرکے واقعی عملاً اُس کی شاگردی قبول کرلے، اور پھر اُس کی ہدایت کے مطابق کام بھی کرے۔ ایک ڈاکٹر سے صرف وہی مریض فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو اُسے عملاً اپنا معالج بنالے، اور دوا اور پرہیز کے تمام معاملات میں اُس کی ہدایات پر عمل کرتا رہے تب ہی مریض کو شفا میسّر آسکے گی۔ (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ (۴) حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اُن کے
بِالْاٰخِرَةِ زَیَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ کاموں، کرتوتوں، بدکاریوں کو، جو آخرت
فَهُمْ یَعْمَهُوْنَ ۝۴ کی زندگی کو نہیں مانتے، اُن کے لیے
خوب سجا بنا دیا ہے اِس لیے وہ بھٹکتے
پھرتے ہیں

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَهُمْ (۵) یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے بہت
سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ بڑی اور کڑی سزا ہے، اور وہ آخرت
فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝۵ کی دوسری زندگی میں بڑا سخت
نقصان اُٹھانے والے ہیں۔

★ خداوندِ عالم کا فرمانا کہ جو لوگ بعد میں آنے والی زندگی کو نہیں مانتے، ہم نے اُن کے لیے اُن کے کاموں کو خوب سجا بنا کر خوبصورت بنا دیا ہے۔" کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اُن کی بداعمالیوں کی وجہ سے اور حق کی طرف سے غفلت برتنے کی وجہ سے اُن میں احساسِ جرم کو ختم کر دیا ہے۔ اُن کا ضمیر مردہ ہو گیا ہے۔ (تفسیر ماجدی)

★ اِس آیت سے یہ بات سمجھانی مقصود ہے کہ جو لوگ آخرت کے قائل نہ ہوں، اُن کے لیے اِس قرآن کے راستے پر چلنا محال ہے کیوں کہ اِس طرزِ فکر کے لوگ اپنا معیار صرف اُنہی نتائج سے معین کرتے ہیں جو اِس دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں یا ہو سکتے ہیں۔ پس ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ نے اِس دنیا کو خوب صورت کر دیا ہے۔ اور وہ اسی میں مست رہ کر راہِ خدا سے بھٹکتے پھرتے ہیں۔ آخرت کا سخت عذاب ایسے ہی لوگوں کے لیے تیار ہے۔ (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ (۶) اور حقیقتاً یہ قرآن آپ کو دیا اور
مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ۝ (۶) سکھایا جاتا ہے اُس کی طرف سے جو
دانائی اور حکمت والا (یعنی) بڑی گہری مصلحتوں اور سمجھ بوجھ
کے ساتھ بالکل ٹھیک ٹھیک کام کرنے والا اور ہر چیز کا
پورا پورا علم رکھنے والا ہے۔

یہ آیت دو غلط تصورات کو رد کرتی ہے

(۱) یہ تصور کہ یہ قرآن خود رسولؐ کے ذہن کی پیداوار ہے۔ جیسا کہ آج کے بہت سے نام نہاد دانشور، مستشرقین اور نام نہاد ترقی پسند مفکرین لکھا کرتے ہیں۔

(۲) دوسرا یہ غلط تصور کہ کوئی پڑھا لکھا آدمی رسولؐ کو یہ سب چیزیں سکھاتا ہے۔ اِن دونوں جھوٹے الزامات کی نفی کرنے کے بعد خداوندِ عالم فرما رہا ہے کہ: "یہ خدا کا رسولؐ ہے اور اس کو خود خداوندِ عالم جو خالقِ کائنات ہے، قرآن کی تعلیم دیتا ہے۔

..... (تفسیر ماجدی)

آیت کا پیغام یہ ہے کہ قرآن کی یہ تمام باتیں کوئی ہوائی باتیں نہیں ہیں، اور نہ یہ کسی انسان کے ظن و تخمین، وہم و گمان پر مبنی ہیں، بلکہ اِن کو ایک حکیم و علیم ذات القاء کر رہی ہے، جو حکمت و دانائی میں اکمل ہے، جسے اپنی مخلوقات کے تمام مصالح، اُن کے ماضی، حال اور مستقبل کا پورا پورا علم ہے، جو اپنے بندوں کی صلاح و فلاح کے لیے بہترین طریقے تجویز کرتا ہے۔

..... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ (۷) (اِنھیں اِس وقت وہ بات سناؤ کہ)
اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ جب موسیٰؑ نے اپنے گھر والوں سے کہا:
سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ "میں نے ایک آگ سی محسوس کی ہے
اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ تو میں ابھی یا تو وہاں سے تمھارے
لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝ لیے (آگے جانے والے راستے کی)

کوئی خبر لے آتا ہوں، یا پھر تمھارے لیے ایک لکڑی میں لگا ہوا انگارہ ہی چُن لاتا ہوں، تاکہ تم لوگ گرم ہو سکو (یا تاپ سکو)

---

* حضرت موسیٰؑ، حضرت شعیبؑ کی بیٹی سے شادی کرنے کے بعد جب وہاں رہنے کی مقررہ مدت ختم ہوئی تو وہاں سے (یعنی حضرت شعیبؑ کے شہر مَدیَن سے) رخصت ہو رہے تھے۔ (رات کا وقت راستے میں ہوا) سردی شدت پر تھی اندھیرا چھا چکا تھا، راستے کا دامن ہاتھ سے چھوٹ چکا تھا، قریب کہیں آگ جلتی ہوئی نظر آئی تو طبیعت میں سکون پیدا ہوا، اور اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ میں تمھارے تاپنے کے لیے آگ لیکر آتا ہوں۔ اور وہاں سے راستے کا سراغ دریافت کروں گا۔ (تفسیر الوارالنجف)

* یہ اُس وقت کا قصہ ہے جب حضرت موسیٰؑ مَدیَن میں ۸ یا ۱۰ سال گذار کر اپنے اہل وعیال کو ساتھ لے کر کوئی ٹھکانہ تلاش کرنے جا رہے تھے۔ مَدیَن کا علاقہ خلیج عقبہ کے کنارے عرب اور جزیرہ نما سینا کے سواحل پر واقع تھا وہاں سے چل کر حضرت موسیٰؑ جزیرہ نمائے سینا کے جنوبی حصّے میں اُسی مقام پر پہنچے جو آب کوہِ سینا اور جبلِ موسیٰؑ کہلاتا ہے نزولِ قرآن کے زمانے میں طور کے نام سے مشہور تھا۔ اُسی کے دامن میں یہ واقعہ پیش آیا جس کا یہاں ذکر ہو رہا ہے۔ (تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۸

(۸) پس جب موسیٰؑ اُس آگ کے پاس آئے تو اُن کو آواز دی گئی کہ: "بڑی برکت والا قائم و دائم ہے وہ خدا جس کا جلوہ (اس) آگ میں بھی ہے، اور اس کے چاروں طرف بھی۔ اور اللہ ہر عیب سے پاک ہے۔ جو تمام جہانوں کا پالنے والا مالک ہے۔

یٰمُوْسٰۤی اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝۹

(۹) اے موسیٰؑ! حقیقتاً میں ہی اللہ ہوں، زبردست طاقت والا، عزّت والا، اور حکمت والا۔

آیت ۸ کی تشریح: آیت کے آخری الفاظ نے پوری طرح واضح کر دیا کہ خداوندِ عالم، جہت، رنگ، مقدار، وزن، بلکہ ہر قسم کے تعیّنات سے پاک ہے، تاکہ کوئی شخص تجلّی کو جو آگ کی شکل میں متعیّن تھی، عینِ ذاتِ خدا نہ سمجھ لے۔ بھلا وہ خدا جو ناقابلِ فہم وسعتیں رکھتا ہے، آگ کے چند شعلوں میں کیسے محدود ہو سکتا ہے؟ (ابنِ کثیر)

؎ اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
از ہر چہ گفتہ ایم، و شنیدیم و خواندہ ایم

www.drhasanrizvi.com

★ اس کی تشریح یوں بھی کی گئی ہے کہ: آگ جو جلوہ گر تھی، وہ فرشتے تھے اور اُن کے ارد گرد کم درجے کے فرشتے تھے۔ (فتح الرحمٰن)

★ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ وہ خدا کی قدرت کی جلوہ نمائی تھی جو ویسے تو مظاہرِ قدرت کی شکل میں تمام کائنات میں پھیلی ہوئی ہے۔ وہ اُس کی ایک خاص شکل تھی جو فوراً بلا اسباب وجود میں آگئی تھی۔ مقصد یہ ہرگز نہیں کہ خدا نے آگ میں حلول فرمالیا تھا۔ بلکہ یہ سب کچھ خدا کی قدرتِ خاص کا ایک مظاہرہ تھا۔ (فصل الخطاب)

★ یہ مقام جہاں حضرت موسیٰؑ نے جھاڑی میں آگ لگی دیکھی تھی کوہِ طور کے دامن میں سطح سمندر سے 5000 فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ یہاں رومی سلطنت کے پہلے عیسائی بادشاہ قسطنطین نے ۳۶۵ء کے لگ بھگ ٹھیک اُسی مقام پر ایک کنیسہ تعمیر کرایا تھا۔ جہاں حضرت موسیٰؑ سے خدا نے گفتگو کی تھی۔ اس کے دو سو سال بعد قیصر جسٹینین نے یہاں ایک دَیر Monastery تعمیر کرایا۔ جس کے اندر قسطنطین کے بنائے ہوئے کنیسہ کو بھی شامل کر لیا۔ یہ دَیر اور کنیسہ آج تک موجود ہیں اور یونانی کنیسہ پر Greek Orthodox church کے راہبوں کا قبضہ ہے۔

سورۂ قصص میں ہے کہ: آواز ایک درخت سے آرہی تھی۔ "اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وادی کے کنارے ایک خطہ میں آگ سی لگی ہوئی تھی مگر نہ کچھ جل رہا تھا، نہ کوئی دھواں اُٹھ رہا تھا۔ اس آگ کے اندر ایک ہرا بھرا درخت کھڑا تھا جس پر سے یکایک یہ آواز آنی شروع ہوئی۔ ★ (تفہیم القرآن)

★ آگ کے اندر سے محبت آمیز اور پیار بھرے انداز سے خوش آمدید یوں ہوئی: "بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا" یعنی: "مبارک ہے وہ ذات جو آگ کے اندر ہے اور جو اُس کے ارد گرد ہے"۔ ان الفاظ نے حضرت موسیٰؑ کے قلب و جگر میں محبت کی ایک لہر پیدا کر دی، اور مزید پیاری گفتگو کے لیے دل بیچین ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ یہ ندائے وحی تھی جس نے آگ کے اندر اور باہر کھڑے ہوئے فرشتوں نے حضرت موسیٰؑ کو تحیہ و تہنیتِ وحدت کا پیغام سنایا۔ پھر آواز آئی سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ پھر آواز آئی: اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ (ملخص از تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَاَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا (۱۰) اور ذرا اپنی لاٹھی کو پھینکو۔ تو
تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى اب جو موسیٰؑ نے دیکھا تو وہ لاٹھی سانپ
مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ کی طرح بل کھا رہی ہے۔ وہ تو پیٹھ
يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۖ قف اِنِّىْ پھیر کر بھاگے، اور پیچھے مڑ کر بھی نہ
لَا يَخَافُ لَدَىَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝۱۰ صلے دیکھا۔ (ہم نے آواز دی) اے موسیٰؑ!
ڈرو نہیں۔ میرے پاس (میرے) رسولؑ
ڈرا نہیں کرتے۔

اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ (۱۱) سوا اس کے کہ کسی سے کوئی
حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّىْ قصور یا زیادتی ہو جائے، پھر
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۱ اگر اُس برائی کے بعد بھی اُس نے نیک کام
کر کے اُسے بھلائی سے بدل لیا، تو میں
بڑا معاف کرنے والا بیحد مسلسل رحم کرنے والا ہوں۔

وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِىْ (۱۲) اور (اے موسیٰؑ!) ذرا اپنا ہاتھ اپنے
جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ گریبان میں ڈالو، چمکتا ہوا نکلے گا،

www.drhasanrizvi.com

مِنۡ غَيۡرِ سُوۡٓءٍ ۟ فِىۡ تِسۡعِ بغیر کسی تکلیف یا بیماری کے۔

اٰيٰتٍ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَقَوۡمِهٖ یہ (دو نشانیاں) نو نشانیوں،

اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ ﴿۱۲﴾ معجزوں میں سے ہیں، فرعون اور

اُس کی قوم کی طرف (لے جانے کے لیے جو) حقیقتاً بڑے حد سے

نکل جانے والے بدکردار اور بداعمال فاسق لوگ ہیں۔

آیت ۱۰ کی تشریح : نتیجہ :

عرفاء و فقہاء نے نتیجہ نکالا کہ خوفِ طبعی کمال کے منافی نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ کوئی بھی فطری تقاضا کمال کے منافی نہیں ہوا کرتا جبکہ یہ خوف عقلی اور فطری تھا۔ کیوں کہ اس میں غیرِ خدا کو کوئی دخل تک نہ تھا۔ اس لیے یہ خوف شانِ نبوت کے ہرگز منافی نہیں تھا۔

★ ..... (مرشد تھانوی)

★ حقیقت میں یہ خدا کی طرف سے حضرت موسیٰ ؑ کو تسلّی دی جا رہی تھی کہ "ڈرنا تو انھیں چاہیے جو گنہگار ہوں، تم تو معصوم ہو، تم جیسے مُرسلین کو میرے پاس ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

★ ..... (تفسیر تبیان۔ تفسیر مجمع البیان)

★ سورۃ الاعراف اور سورۃ الشعراء میں سانپ کے لیے "ثُعبان" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے "ثُعبان" کے معنیٰ "اژدہا" ہوتا ہے۔ مگر یہاں اُس کو "جانّ" کہا گیا۔ جس کے معنیٰ چھوٹے سانپ کے ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جسامت کے اعتبار سے وہ اژدہا تھا۔ مگر اُس کی حرکت کی تیزی چھوٹے سانپ کی سی تھی۔ "سورۂ طٰہٰ" میں اسی کو "حَيَّةٌ تَسۡعٰى" "دوڑتا ہوا سانپ" فرمایا گیا ہے۔ (تفہیم۔ تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.com

فَلَمَّا جَآءَتۡهُمۡ اٰيٰتُنَا (۱۳) مگر جب ہماری کھلی، روشن اور
مُبۡصِرَةً قَالُوۡا هٰذَا سِحۡرٌ واضح نشانیاں اُن کے پاس آئیں، تو
مُّبِيۡنٌ ﴿۱۳﴾ اُنھوں نے کہا: "یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔"
وَجَحَدُوۡا بِهَا وَاسۡتَيۡقَنَتۡهَاۤ (۱۴) اور اُنھوں نے جان بوجھ کر سراسر
اَنۡفُسُهُمۡ ظُلۡمًا وَّعُلُوًّا ؕ ظلم و ستم اور غرور و تکبّر سے اُن کا
فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ انکار کیا۔ حالانکہ اُن کے دلوں کو
الۡمُفۡسِدِيۡنَ ﴿۱۴﴾ اُن نشانیوں اور معجزوں کا یقین تھا۔ ع ۱۴
تو اب دیکھ لو کہ اُن فسادیوں کا کیسا (بدترین) انجام ہوا۔؟

آیت ۱۴ کی تشریح: اُن کا ظلم و ستم یہ تھا کہ اُنھوں نے خدا کی نشانیوں کو نہ مانا، اور اُن کو اُن کے مرتبے سے گرانے کی کوشش کی، اور بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا کر رکھا، اور اُن کے لڑکوں کو ذبح کرتے رہے۔ پھر اُن کا غرور و تکبّر یہ تھا کہ وہ خود کو حقیقتوں پر غور و فکر کرنے، اور اُن کو ماننے سے بلند و بالا سمجھتے تھے۔ *...... (تفسیر ماجدی)

★ "سورۃ الاعراف" میں اُن کی ہٹ دھرمی کا یوں ذکر ہے کہ:

"اور جب اُن پر عذاب آتا تو کہتے: "اے موسیٰ! تم ہمارے لیے اپنے رب سے اُس عہد کے بموجب جو اُس نے تم سے کر رکھا ہے، دعا کرو۔ اگر تم اِس عذاب کو ہم سے دور کرا دو گے تو ہم ضرور تم پر ایمان لے آئیں گے، اور ضرور تمھارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دیں گے۔ پس جب عذاب دور ہو جاتا تو وہ پھر اپنا عہد توڑ دیتے۔" (سورۃ الاعراف پ ۹ ع ۷ آیات ۱۳۴-۱۳۵)

★ اسی قسم کی بہت سی بدعہدیوں کے بعد اُن فسادیوں کا بدترین انجام ہوا۔ * (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ (۱۵) اور (اسی طرح) ہم نے داؤد اور
عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ سلیمانؑ کو (ایک خاص) علم عطا
الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ کیا۔ تو اُن دونوں نے کہا: "ساری
مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾ تعریف (حمد) اور شکر ہے اُس اللہ
کے لیے جس نے ہمیں اپنے بہت سے ماننے والے مومن بندوں
پر فضیلت عطا فرمائی۔

★ یعنی "حقیقت کا علم" اِس بات کا علم عطا فرمایا کہ درحقیقت اُن کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، جو کچھ بھی ہے وہ خدا کا عطیہ ہے۔ اور اُس کے صَرف کرنے کے جو بھی اختیارات اُن کو بخشے گئے ہیں، اُن کو بھی اللہ ہی کی مرضی کے مطابق استعمال کیا جانا چاہیے اور اِس اختیار کے صحیح اور غلط استعمال پر اُن کو مالکِ حقیقی کے حضور جواب دینا ہے۔ یہ علم اُس جہالت کی ضد ہے جس میں فرعون مبتلا رتھا۔ اُس جہالت میں جو اُس نے اپنی سیرت تعمیر کی تھی اُس کا نمونہ اوپر بیان ہوا۔ اب بتایا جا رہا ہے کہ یہ علم کیسی سیرت کا نمونہ تیار کرتا ہے بادشاہی دولت، طاقت، حشمت دونوں طرف یکساں ہیں۔ (تفہیم القرآن) (بلکہ حضرت داؤد و سلیمانؑ کی طاقت زیادہ ہے فرعون کے پاس اگرچہ کم طاقت ہے لیکن جہالت زیادہ بڑھ گئی، حضرت داؤد و سلیمانؑ کے پاس زیادہ طاقت تھی، مگر جہالت اور علم کے فرق نے ان دونوں طاقتوں کے درمیان کتنا عظیم الشان فرق پیدا کر دیا۔ کہ فرعون متکبر بن گیا اور داؤد و سلیمانؑ خدا کے شکر گذار، کہ خدا نے اپنے بہت سے اپنے مومن بندوں میں اُن کو منتخب فرمایا، اور علم منطق الطیر اور فیصلہ کا علم عطا فرمایا۔)
(مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ (۱۶) اور (جب) داؤد کے وارث
وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ سلیمان ہوئے تو انھوں نے کہا:
عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ "اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولیاں
وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ بھی سکھائی گئی ہیں، اور ہمیں ہر طرح
اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ کی چیزیں دی گئی ہیں۔ حقیقتاً یہ
الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ (ہم پر خدا کا) کھلا ہوا فضل وکرم ہے۔"

وراثۃ الانبیاءؑ کا مسئلہ

اس آیت سے بالکل واضح ہوگیا کہ انبیاءِ کرام ورثہ لیتے بھی ہیں اور خود بھی وارث ہوتے ہیں۔ اب یہ کہنا کہ یہ علمی وراثت تھی، تو آیت میں صاف موجود ہے: "کیوں کہ ہمیں ہر طرح کی چیزیں دی گئی ہیں۔" اس لیے علم کے ساتھ مالی اور مادّی وراثت بھی ثابت ہوگئی۔ اب ایسی ہر حدیث قرآن کی اس آیت سے غلط ثابت ہوگئی جس میں یہ کہا جائے کہ: "ہم انبیاءؑ نہ وارث ہوتے ہیں، نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے۔"

★ یہی آیت جناب فاطمہؑ بنتِ رسول اللہؐ نے اسی حدیثِ وضعی کے جواب میں پڑھی تھی، جب آپؑ نے اپنے پدرِ گرامی جناب رسولِ خداؐ کے دیے ہوئے باغِ فدک کا دعویٰ حکومتِ حضرت ابوبکر کے سامنے دائر کیا تھا۔

★ یاد رہے کہ ورثہ اور میراث ہمیشہ جائیداد کا ہوتا ہے۔ علم یا نبوت قابلِ انتقال چیزیں نہیں ہوتیں، جو میراث بن سکیں۔ اسی لیے محققین نے نتیجہ نکالا کہ پیغمبروں کے مال کا ورثہ اُن کے فطری

www.drhasanrizvi.com

وارثوں کو پہنچتا ہے، جیسے کہ وہ اپنے باپ دادا کے وارث بنتے ہیں۔

٭...... (تفسیر مجمع البیان)

٭ آیتِ مجیدہ میں صاف اعلان ہے کہ حضرت سلیمانؑ اپنے باپ حضرت داؤدؑ کے وارث ہوتے۔ اِس سے صاف معلوم ہوا کہ نبیوںؑ کے مال کی اولاد وارث ہوتی ہے جس طرح دوسرے لوگوں کی وارث اُن کی اولاد ہوا کرتی ہے اور نبیؑ اپنے آباء کے وارث ہوتے ہیں جس طرح دوسرے لوگ اپنے آباء کے وارث ہوتے ہیں۔ اور خانوادہ رسالت واہلِ بیتِ عصمت سے اسی طرح مروی ہے۔

حضرت داؤدؑ کی مالی جائیداد کے وارث اُن کے سب بیٹے اور بیٹیاں تھے اور حضرت سلیمانؑ اُن میں شریک تھے لیکن علم و نبوت اور ملک کے وارث باقی برادری سے امتیازی صورت میں صرف حضرت سلیمانؑ تھے

٭..... (تفسیر انوار النجف)

٭ مطلب یہ ہے کہ اللہ کا دیا ہوا ہمارے پاس سب کچھ ہے۔ اِس بات کو لفظی معنیٰ میں لینا درست نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد اللہ کے بخشے ہوئے مال و دولت اور ساز و سامان کی کثرت ہے، یہ بات حضرت سلیمانؑ نے فخریہ نہیں بیان فرمائی تھی، بلکہ اللہ کے فضل و کرم کا شکریہ ادا کرنا مقصود ہے۔

٭...... (تفہیم)

٭ تفسیر صافی میں قمی سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو خداوندِ کریم نے دیگر علوم کے علاوہ اُس زمانے کی مروجہ تمام زبانوں کی معرفت بھی عطا فرمائی تھی بلکہ وہ پرندوں، درندوں اور جملہ حیوانوں کی بولیاں بھی جانتے تھے۔ علاوہ ازیں جب کسی دشمن سے لڑتے تھے فارسی زبان استعمال کرتے تھے، جب حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں، کارکنوں سے خطاب کرتے تو رومی (انگریزی) زبان بولتے تھے۔ خانگی اور گھریلو معاملات میں سُریانی و نبطی زبان استعمال کرتے تھے اور جب بیرونِ ملک سے وفود آتے یا چیف جسٹس کی کرسی پر رونق افروز ہوتے تو عبرانی زبان استعمال کرتے، اُس وقت کی گویا یہی زبان تھی۔ اور جب آپؑ محرابِ عبادت میں مناجات کے لیے اپنے خالقِ بے نیاز کے سامنے جاتے تو عربی زبان استعمال کرتے تھے۔

٭.... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ (۱۷) اور سلیمان کے لیے جنوں اور
مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ انسانوں اور پرندوں کے لشکر
وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ (کے لشکر) جمع کیے گئے تھے، اور وہ
قواعد وضوابط کے ساتھ رکھے جاتے تھے۔

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ (۱۸) یہاں تک (ایک دفعہ) جب وہ
النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ چیونٹیوں کے ایک میدان یا وادی
يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا:
مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ "اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں
سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ گھس جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمانؑ
لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾ اور اُن کے لشکر بے خیالی میں تمھیں
کچل ڈالیں، اور اُنھیں اُس کی خبر بھی نہ ہو۔"

★ معجزات کے منکر نیاز فتحپوری صاحب نے لکھا کہ وادیٔ نمل سے مراد ایسا مقام ہے جہاں بنی نمل کے مکانات تھے اور "نملہ" اُس قبیلے کی عورت تھی۔" مگر کاش اُن بزرگوار کو عربی آتی ہوتی تو وہ جانتے ہاشمی قبیلے کی عورت کو ہاشمیہ، اور بنی اسد کی عورت کو اسدیہ کہتے ہیں۔ ہاشمہ یا اسدہ نہیں کہتے۔ اگر یہاں

www.drhasanrizvi.com

بنی نمل کے قبیلے کی عورت مراد ہوتی تو قرآن نملۃ نہ کہتا، بلکہ نملیۃ فرماتا۔

★ ..... (فصل الخطاب)

ے "خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں "

★ پھر یہ کہ ایسا کونسا لشکر ہوگا جو کسی قبیلے کے لوگوں کو روندتا ہوا اُن کے اوپر سے گذر جائے اور اُسے اِس بات کی خبر بھی نہ ہو؟ یہ تو چیونٹیوں ہی کے لیے ہوسکتا ہے جو بے خیالی میں پیروں کے نیچے آسکتی ہیں، اور لوگوں کو خبر بھی نہیں ہوتی۔

★ پھر اگر یہ بات کسی عورت نے کہی ہوتی، تو حضرت سلیمانؑ خدا کا شکر کیوں ادا کرتے، کہ میری فوج اتنی حُسنِ کردار کی مالک ہے کہ وہ کسی چھوٹی سے چھوٹی مخلوقِ خدا کو بھی ضرر نہیں پہنچاتی، اور پھر اسی کردار کو قائم رکھنے کی دعا کیوں کرتے۔؟

★ ..... (تفسیر مجمع البیان)

★ اسی سلسلے میں مولانا مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ:

" لیکن یہ بھی احمقانہ تاویل ہے جس کا ساتھ قرآن کے الفاظ نہیں دیتے۔ اگر بالفرض النمل کسی وادی کا نام مان لیا جائے کہ جہاں بنی نمل کا کوئی قبیلہ آباد تھا، تب بھی یہ بات عربی ادب کے خلاف کہ قبیلۂ نمل کے ایک فرد کو نملہ کہا جائے، اگرچہ جانوروں کے نام پر عرب کے بہت سے قبائل کے نام ہیں۔ مثلاً بنی کلب، بنی اسد وغیرہ۔ لیکن کوئی کسی بنی کلب کے فرد کو قال کلب یا قال اسد نہیں کہتے کہ ایک کتے نے کہا، یا ایک شیر نے کہا۔ وغیرہ۔

جدید معلومات کی روشنی میں یہ بات بعید از عقل نہیں ہے، کہ ایک چیونٹی اپنی ہم جنس چیونٹیوں کو لشکر سے بچنے کے لیے اپنے بلوں میں گھس جانے کو کہے۔ ماہرین نے اِس بات کو تسلیم کیا ہے کہ چیونٹیاں اپنی ہم جنس کو اشارات کے ذریعے خطروں سے بچاتی ہیں۔ اب رہا یہ سوال کہ چیونٹی کی آواز کو حضرت سلیمانؑ نے کیسے سن لیا؟ تو جو شخص وحی جیسی لطیف ترین آواز کو سُن سکتا ہے، وہ چیونٹی کی آواز کو کیوں نہیں سن سکتا، جو وحی کے مقابلے میں کثیف Crude ہوتی ہے۔

★ ..... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّن قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ (۱۹)

(۱۹) پس سلیمانؑ اُس کی اِس بات پر مسکراتے ہوئے ہنس پڑے، اور بولے (دعاء مانگی) "اے میرے پالنے والے مالک! مجھے توفیق عطا فرما کہ میں ہمیشہ تیری اُس نعمت کا جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائی ہے، شکر ادا کرتا رہوں، اور (اپنا) ایسا اچھا کردار (قائم) رکھوں جو تجھے پسند آئے۔ اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔

★ یہاں رحمت سے مراد خدا کی خاص رحمت ہے یعنی نبوت ہے، اور نیک بندوں سے مراد اعلیٰ درجے کے نیک بندے یعنی محمدؐ و آلِ محمدؐ ہیں۔ ★ (فصل الخطاب)

★ حضرت سلیمانؑ کی اِس دعاء میں یہ حقیقت بتائی جارہی ہے کہ انسان کا صرف عمل اُس کو جنّت میں داخل نہیں کرسکتا، جنّت میں داخلہ صرف خدا کی رحمت اور فضل و کرم سے ممکن ہے۔ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "تم میں سے کسی کو بھی صرف اُس کا عمل جنّت میں داخل نہیں کرسکتا۔" کسی نے دریافت کیا: "کیا آپؐ بھی اِس میں شامل ہیں؟" فرمایا: "ہاں، میں بھی صرف اپنے اعمال کے بل پر جنّت میں داخل نہیں ہوسکتا جب تک کہ خدا کی رحمت مجھے نہ ڈھانک لے۔" (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ (۲۰) اور (جب) سلیمانؑ نے پرندوں کی
مَالِيَ لَآ أَرَى الْهُدْهُدَ ۖ حاضری لی تو کہا: "کیا بات ہے کہ میں
أَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِينَ ۝۲۰ فُلاں ہُدہُد کو نہیں دیکھ رہا ہوں۔
کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے"؟

لَأُعَذِّبَنَّهُۥ عَذَابًا شَدِيدًا (۲۱) میں ضرور اُسے سخت سزا دے کر
أَوْ لَأَاْذْبَحَنَّهُۥٓ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي رہوں گا یا پھر اُسے ضرور ذبح کر ڈالوں گا
بِسُلْطَٰنٍ مُّبِينٍ ۝۲۱ یا پھر اُسے میرے سامنے کوئی کھلا ہوا
ثبوت یا واضح عُذر (اپنے غائب ہونے کی) معقول وجہ پیش کرنی ہوگی"۔

★ ہُدہُد کو پنجابی زبان میں درکھان کہتے ہیں۔ تفاسیر میں ہُدہُد کے بارے میں دو وجوہ مذکور ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب حضرت سلیمانؑ اپنے تخت پر جلوہ گر ہوتے تو پرندے آپؑ کے اوپر صف بستہ ہوتے۔ ایک دفعہ آپؑ کی گود میں دھوپ کا نشان پیدا ہوا تو فوراً سر اُٹھا کر دیکھا تو ہُدہُد غائب تھا۔

دوسری وجہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ بیان فرمائی کہ جب حضرت سلیمانؑ کو دورانِ سفر پانی کی تلاش کی ضرورت محسوس ہوئی، جس کے لیے ہُدہُد کو حکم دینا تھا، کیوں کہ ہُدہُد زمین کے اندر پانی کو اسی طرح دیکھ لیتا ہے جس طرح تم لوگ کسی شیشی میں تیل کو دیکھ سکتے ہو۔ (تفسیر انوار النجف)

★ مروی ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کسی نے دریافت کیا کہ: "حضرت عیسیٰؑ مُردوں کو

www.drhasanrizvi.com

خدا کے اِذن سے زندہ کرتے تھے' اور حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ پرندوں کی بولیاں جانتے تھے' تو کیا حضورِ اکرمؐ بھی یہ کام کر سکتے تھے ؟

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: "جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہُدہُد کو غائب پایا تو آپؑ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں اُس کو اُس کی غیر حاضری کی سزا دوں گا۔" کیوں کہ وہ پانی کے متعلق صحیح خبر دیتا تھا۔ تو گویا اُس پرندے کو وہ چیز عطا کی گئی تھی' جو حضرت سلیمانؑ کو عطا نہ ہوئی۔ بیشک ہوا' چیونٹیاں' جن' انس اور شیاطین وغیرہ سب اُن کے اطاعت گذار تھے لیکن ہوا میں پرواز کرنے کے باوجود اُنھیں پانی کا علم نہ تھا (اور اس بات میں وہ ایک پرندے کے محتاج تھے) اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ: "قرآن کے ذریعے سے پہاڑ چلائے جا سکتے ہیں' زمینوں کے فاصلے طے کیے جا سکتے ہیں' اور مُردے زندہ کیے جا سکتے ہیں۔ اور ہم اُسی قرآن کے وارث ہیں جس میں پہاڑوں کا چلایا جانا' مسافتوں کا طے کرنا' اور مُردوں کا زندہ کیا جانا مذکور و موجود ہے۔ اور ہم ہوا کے نیچے پانی کے وجود کو جانتے ہیں۔ خدا قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ: "آسمانوں اور زمین میں کوئی غائب ایسا نہیں ہے جس کا ذکر کتابِ مبین میں نہ ہو۔" نیز فرمایا کہ "ہم نے کتاب کا وارث اپنے منتخب بندوں کو کیا ہے۔" پس ہم ہی وہ اللہ کے منتخب بندے ہیں جن کو اُس نے چُن لیا۔ اور ہم کو ہی اُس نے کتاب کا وارث بنایا ہے' جس میں ہر چیز کی وضاحت موجود ہے۔ (ملخصاً)

..... (تفسیر برہان بحوالہ کافی، تفسیر انوار النجف)

★ بروایت کافی فرزندِ رسولؐ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک بار حضرت سلیمانؑ کے زمانے میں سخت قحط ہوا' لوگ حضرت سلیمانؑ کے پاس جمع ہوئے اور بارش کے لیے دعا کی فرمائش کی۔ آپؑ نے فرمایا: کل صبح نماز کے بعد آنا۔ چنانچہ دوسرے روز نمازِ صبح کے بعد رعایا کے ہمراہ دعا کے لیے روانہ ہوئے۔ آپؑ نے ایک جگہ دیکھا کہ ایک چیونٹی اپنے پیر زمین پر جمائے ہوئے' دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں مناجات کر رہی ہے کہ: "اے اللہ! ہم تیری مخلوق تیرے رزق سے بے نیاز نہیں ہو سکتے تو ہمیں بنی آدمؑ کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک نہ کر۔" یہ سن کر حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ اب پلٹ جاؤ۔ دوسری مخلوق کے صدقے میں تمھیں بھی سیراب کیا جائے گا۔ چنانچہ اُس سال خوب بارش ہوئی۔

(تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ (۲۲) پس کچھ زیادہ نہیں نہ گذری تھی کہ
اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ ہُدہُد نے آکر عرض کی: "حضور! میں نے
وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ ایک ایسی بات معلوم کی ہے، جو (شاید)
يَّقِيْنٍ ﴿۲۲﴾ آپ کے علم میں بھی نہیں ہے۔ اور (وہ
یہ ہے کہ) میں (ملکِ) سبا کے متعلق یقینی
خبر لے کر آیا ہوں۔

اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ (۲۳) میں نے وہاں ایک عورت کو
وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ دیکھا جو اُس قوم پر حکومت کرتی ہے
وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ اور اُسے ہر ہر چیز کا سامان دیا گیا ہے
اور اُس کا ایک عظیم الشان تختِ
سلطنت ہے۔

وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا (۲۴) میں نے اُسے اور اُس کی قوم کو
يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ اللہ کی بجائے سورج کے سامنے
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ سجدہ کرتے پایا اور شیطان نے اُن کے کاموں کو
لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ اُن کی نظروں میں خوب سجا بنا کر خوشنما کر دیا ہے

www.drhasanrizvi.com

فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾

پس (اس طرح) اُن کو سیدھے راستے سے ہٹا دیا ہے۔ اِسی لیے وہ ہدایت (سیدھا راستہ) نہیں پاتے۔

اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾

(۲۵) کہ اللہ کو سجدہ نہیں کرتے، جو آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو باہر نکالتا ہے، اور جو، وہ سب کچھ جانتا ہے جسے تم لوگ چھپاتے ہو یا ظاہر کرتے ہو۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۶﴾ السجدة

(۲۶) (وہی) اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو عرشِ عظیم (یعنی پوری کائنات کی حکومت کا مالک ہے"۔

السجدة

آیت ۲۲ کی تشریح : ہُدہُد کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ میری غیر حاضری کسی نافرمانی کی بناء پر نہ تھی، بلکہ میں سرکاری کام پر گیا تھا۔ ..... (تفسیر ماجدی)

★ اَحَطْتُّ : "میں نے احاطہ کیا" جس کا آپؑ نے نہیں کیا۔ یعنی میں وہ معلومات حاصل کر کے لایا ہوں، جو آپؑ کو نہ جن فراہم کر سکے، اور نہ انسان، اور میں ایسے مقام پر پہنچا ہوں کہ آپؑ

www.drhasanrizvi.com

بھی آج تک وہاں نہیں پہنچ پائے۔

یہ سُن کر حضرت سلیمانؑ کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور پوری توجہ سے آپؑ نے ہُدہُد کی بات سُنی۔

اِس مقام پر حضرت سلیمانؑ کا یہ دعوٰے کہ اُوتِینَا مِن کُلِّ شَیٔ "یعنی ہم کو ہر شئے میں سے عطا کیا گیا ہے" سے مراد یہ ہے کہ جو اشیاء نظامِ حکومت اور تدبیرِ سلطنت کے لیے، نیز جو علوم و معارف مقامِ نبوّت کے لیے ضروری ہیں، ہم کو وہ عطا کیے گئے ہیں، نہ کہ ہر چیز۔ ورنہ ہُدہُد کی لائی ہوئی خبر کے بارے میں اُن کو علم نہ تھا۔

* غرض ہُدہُد نے عرض کی: "حضور! میں ابھی ملکِ سبا سے آیا ہوں کہ وہاں ایک عورت حکمراں ہے۔ بعض نحویوں نے سباء کو منصرف اور بعض نے غیر منصرف پڑھا ہے اور بعض نحویوں نے منصرف اور غیر منصرف پڑھنا برابر قرار دیا ہے۔ جنھوں نے سباء ایک شخص کا نام قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یمنی لوگ سب اُس کی نسل سے ہیں، اور وہ سباء بن یشجب بن یعرب بن قحطان تھا۔

* بعضوں نے کہا ہے کہ یہ ایک شہر کا نام ہے جو ملکِ یمن میں واقع ہے اُس کا دوسرا نام مارب ہے۔ اور یہ صنعاء سے تین دن کی مسافت پر واقع ہے۔ * تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ خداوندِ عالم نے سباء میں بارہ نبی بھیجے۔

* ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ سے سباء کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: "سباء ایک آدمی کا نام تھا جس کے دس بیٹے تھے اُن میں سے چھ یمن میں آباد ہوئے، اور چار شام جا بسے۔ اُن کے نام لخم، جذام غسان اور عاملہ تھے اور یمنیوں کے نام کندہ، اشعر، ازد، مذحج، حمیر اور انمار ہیں۔ اور انمار کے دو قبیلے خثعم اور بجیلہ۔" * غرض وہاں ایک عورت حکمراں ہے جس کا نام بلقیس بنتِ شراحیل بن مالک بن ریان تھا۔ (تفسیر انوار النجف) * اس ملکہ کا نام بلقیس بنتِ شاحیل بن مالک بن ریان تھا۔ (تفسیر صافی ص ۲۷۱)

* عرشِ عظیم: یعنی اس کا تختِ مملکت بہت بڑا تھا۔ لمبائی چوڑائی میں تیس تیس ذراع تھا جس کا سامنے کا حصّہ سونے کا ہے اور یاقوت و زمرّد جڑے ہوئے ہیں اور پچھلا حصّہ چاندی کا ہے جس میں بھی رنگ برنگ کے جواہر مرصّع ہیں۔

ملخص از (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾ (۲۷) سلیمانؑ نے کہا: "ہم ابھی ابھی دیکھے لیتے ہیں کہ تُو نے سچ کہا ہے یا تُو جھوٹوں میں سے ہے۔

اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ (۲۸) (اچھا تو) میرا یہ خط لے جا کر اُن کے ہاں ڈال دے۔ پھر ذرا الگ ہٹ کر دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔؟

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۹﴾ (۲۹) (خط دیکھ کر ملکہ نے کہا: "اے سردارو! میری طرف ایک بہت اہم اور محترم خط ارسال کیا گیا ہے۔

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾ (۳۰) بلاشبہ وہ سلیمانؑ کی طرف سے ہے اور اُس کا مضمون یہ ہے (شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو (بیحد) فیض اور فائدے پہنچانے والا، اور مسلسل بیحد رحم کرنے والا ہے۔

www.drhasanrizvi.com

اَلَّا تَعۡلُوۡا عَلَیَّ وَ اۡتُوۡنِیۡ (۳۱) (دیکھو!) میرے مقابلے پر سرکشی
مُسۡلِمِیۡنَ ﴿۳۱﴾ اور تکبر نہ کرو، اور مسلمان ہو کر میرے ع۲ ۱۷
پاس آجاؤ۔"

آیت ۲۷ تا ۳۱ کی تشریح: ہُدہُد کے قول کی تصدیق، مکتوبِ حضرت سلیمانؑ

★ جب ہُدہُد نے اپنے غائب ہونے اور سفر کی رپورٹ پیش کی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: "تیری خبر کی تصدیق کا ہم ابھی امتحان لیتے ہیں۔" چنانچہ آپؑ نے ایک خط تحریر فرمایا، اور سربمہر کرکے ہُدہُد کے حوالے کیا، اور فرمایا: "میرا خط ملکہ بلقیس کے پاس لے جا اور اس کا جواب لے آ۔"

ہُدہُد تربیت یافتہ پرندہ تھا کیوں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اُس سے فرما رہے ہیں کہ: خط پہنچا کر اُن کی نظروں سے پوشیدہ ہو جانا، اور حالات کا جائزہ لیتے رہنا کہ وہ اس کے جواب میں کیا کیا تجاویز پیش کرتے ہیں۔

ہُدہُد نے خط لے کر ملکہ بلقیس کو کس طرح پہنچایا

چنانچہ جب ہُدہُد خط لے کر وہاں پہنچا تو رات کا پچھلا پہر تھا۔ اُس کے پہنچنے کے بعد سورج طلوع ہوا۔ اپنی چونچ میں خط لیکر موقع کی تلاش میں رہا۔ ملکہ اپنے محل کے کمرے کے اندر محوِ خواب تھی۔ اُس کمرے میں ایک روشندان تھا کہ چڑھتے سورج کی روشنی اُس سے گذر کر کمرے کے اندر پہنچ جاتی تھی اور ملکہ اُٹھ کر سورج کو سجدہ کر لیتی تھی۔ ہُدہُد نے جاتے ہی سب سے پہلے یہ کام کیا کہ اپنے پر مار مار کر اُس روشندان کی کھڑکی کو بند کر دیا۔ کمرے میں اندھیرا ہو گیا اور سورج کے طلوع ہونے کا علم ملکہ کو نہ ہو سکا، جب وہ اُٹھی تو ہُدہُد نے اُس کے سامنے خط ڈال دیا۔ ملکہ نے سربمہر خط کو کھولا، مضمون پڑھا اور کمرے سے باہر آکر اپنے ارکینِ سلطنت، مشیران اور سرداروں کو

www.drhasanrizvi.com

طلب کیا۔ وہ سب تعداد میں ۳۱۲ تھے۔ اُن کے سامنے خط کا مضمون پڑھ کر اُن سے مشورہ کیا۔
*۔۔۔۔۔۔ (تفسیر انوار النجف)

"کِتَابٌ کَرِیْمٌ" ملکہ بلقیس نے خط کو "کریم" کہا: اس کی کئی وجوہات ذکر کی گئی ہیں۔ (۱) خط بند تھا اور سر بمہر تھا' اس لیے کریم کہا۔ حضورِ اکرمؐ نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ: "خط کا اکرام یہ ہے کہ اُس کو بند کر کے مہر کیا جائے۔" (۲) بسم اللہ سے خط کی ابتداء کی وجہ سے اُسے کریم کہا۔ (۳) حسنِ تحریر اور بیان کی عمدگی کی وجہ سے کریم کہا۔
*۔۔۔۔۔ (تفسیر انوار النجف، تفسیر صافی ۳۷، تفسیر قمی، الجوامع، بیضاوی، مدارک)

★ حضرت امام علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام نے فرمایا کہ: "خَیْرُ الْکَلَامِ مَاقَلَّ وَدَلَّ"۔ یعنی "بہترین کلام وہ ہوتا ہے جو مختصر ہو مگر نفسِ مطلب کی واضح کر دینے والا ہو۔"
(نہج البلاغہ)

★ "مسلم ہوکر میرے پاس حاضر ہو جاؤ" کا مطلب یہ ہے کہ: اسلام قبول کر کے میرے پاس آؤ"۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ: "میرے مطیع ہو کر حاضر ہو جاؤ۔ مگر یہ مطلب نبی کے اندازِ کلام کے منافی ہے۔ پہلا مطلب ہی شانِ پیغمبری کے مطابق ہے کہ: "تم مسلمان ہو کر نظامِ اسلامی میں میرے برابر کے حصہ دار بن جاؤ۔"
*۔۔۔۔۔ (تفہیم القرآن)

ملکہ سباء کا اپنے مشیروں سے اہم مشورہ

ملکہ سباء بلقیس نے جب اپنے ارکانِ دولت اور شجاعانِ لشکر کے سامنے حضرت سلیمانؑ کے خط کا مضمون پڑھا جس میں توحید پروردگارِ عالم کا سب سے پہلے اعلان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے تھا۔ اس کے بعد "اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ" "مجھ سے سرکشی نہ کرو۔" بصورتِ انکار جنگ کا اعلان اور تہدید کا پہلو بھی ظاہر تھا' اور آخر میں "وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ" "اور آجاؤ مسلمان بن کر" اس سے صلح کی پیشکش بھی تھی۔
چنانچہ سب نے مل کر خط کے تینوں پہلوؤں پر غور و خوض کے بعد فوجی افسران نے اپنی وفاشعاری کا یقین دلایا کہ ہم اپنے فریضے کو پوری ذمہ داری' قوت و طاقت سے ادا کریں گے۔ دشمن سے بھرپور مقابلہ کریں گے۔ باقی رہا حکومتی فیصلہ۔ تو اُس کے بارے میں تیرے حکم کے سامنے ہمارے سر حاضر ہیں۔ *۔۔۔ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾

پھر ملکہ نے کہا: "اے سردارو! میرے اِس معاملے میں تم مجھے اپنی رائے دو (کیوں کہ) میں کسی بھی معاملے میں کوئی قطعی فیصلہ اُس وقت نہیں کیا کرتی جب تک تم لوگ موجود (نہ) ہو۔"

قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿۳۳﴾

اُنھوں نے عرض کی: "ہم طاقتور بھی ہیں اور سخت جنگ کرنے والے (جنگجو) بھی۔ آگے فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے، اَب آپ خود ہی غور فرمالیں کہ آپ کو کیا حکم دینا ہے۔"

آیت ۳۲ کی تشریح: محققین نے اِس آیت سے نتیجہ نکالا کہ ملک سبا کا اُس وقت کا آئین جمہوری یا شورائی تھا۔ (تفسیر ماجدی)

* یا پھر اِس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ سبا کی قوم میں بادشاہی نظام تو تھا، مگر وہ استبدادی جابرانہ نظام نہ تھا، بلکہ بادشاہ یا ملکہ سرداروں کے مشوروں کے مطابق احکام صادر کرتے تھے۔ سرداروں سے مشوروں کے بعد فیصلہ آخر بادشاہ یا ملکہ کا ہوتا تھا۔ (مؤلف)

* ..... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً ۖ وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿٣٤﴾

(۳۴) ملکہ نے کہا: "درحقیقت یہ بادشاہ جب کسی ملک یا بستی میں گھس آتے ہیں، تو اُسے تباہ و برباد بھی کر ڈالتے ہیں اور وہاں کے عزت والے لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں، اور اسی طرح یہ لوگ بھی کریں گے۔

وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِم بِهَدِيَّةٍ فَنَاظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ ﴿٣٥﴾

(۳۵) اور (میرا فیصلہ تو یہ ہے کہ) میں اُن کے پاس ایک (قیمتی) تحفہ ارسال کرتی ہوں، پھر دیکھتی ہوں کہ میرے بھیجے ہوئے ایلچی کیا جواب لاتے ہیں"؟

حکومتوں کے لیے صائب مشورہ | آیت ۳۴ کی تشریح:

★ فقہاء نے نتیجہ نکالا کہ: "ہر وقت یہ مناسب نہیں ہوتا کہ انسان انقلاب کا خواہاں رہے۔ انقلابی اقدامات سے پہلے دعا اور کوشش کرنی چاہیئے کہ موجودہ حکومت کس طرح اپنی اصلاح کرے۔ ظلم وستم، جور و جبر بند کرے اور عدل وانصاف کے اصولوں کو اپنا لے۔

www.drhasanrizvi.com

من مانے قوانین بنانے یا نافذ کرنے کی بجائے خدائی قوانین کی پابندی کرے۔ اِس لیے کہ انقلابات میں بڑی خوں ریزی ہوتی ہے۔ اکثر ناحق خون بہتا ہے۔

★ ..... (ابوبکر جصاص)

★ فقہائے جعفریہ کے نزدیک دفاعی جنگ تو بغیر مجتہد کی اجازت کے لڑی جاسکتی ہے، مگر کسی ملک پر اس لیے حملہ کرنا کہ وہاں مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے، کسی معتبر مجتہد کے فتوے کے بغیر جائز نہیں۔

★ ..... (توضیح المسائل وغیرہ)

ملکہ بلقیس کے تحفے، اور حضرت سلیمانؑ کے فیصلے

★ ملکۂ سبا بلقیس نے اس لیے تحفے بھیجے تھے تاکہ یہ تحقیق ہو جائے کہ حضرت سلیمانؑ نبیٔ خدا ہیں یا دنیاوی بادشاہ ہیں۔ اگر انھوں نے وہ ہدیے و تحفے قبول نہ کیے تو وہ لازماً نبیٔ خدا ہیں، ورنہ دنیاوی بادشاہ۔

★ "تفسیر مجمع البیان" میں ہے کہ ملکہ نے پانچ چیزیں ہدیے کے لیے تیار کیں:۔

(۱) نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کو ایک رنگ کا لباس پہنا دیا۔ تاکہ مذکر و مؤنث کی شناخت نہ ہو سکے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ دو سو لڑکوں کو لڑکیوں کے لباس اور زیورات پہنائے، اور لڑکیوں کو لڑکوں کے۔

(۲) اس میں بھی دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ اطلس اور دیباج کے قیمتی کپڑوں میں سونے کی اینٹیں لپیٹ کر بھیجیں دوسرا قول یہ کہ: سونے اور چاندی کی پانچ پانچ اینٹیں، اور ایک یاقوت و جواہرات سے مرصع تاجِ شاہی بھیجا۔

(۳) ایک ڈبیہ میں ایک بغیر سوراخ کا موتی اور ایک مہرہ جس میں ٹیڑھا سوراخ تھا۔

تفسیر صافی میں قمی سے منقول ہے کہ موتی میں سوراخ نہ لوہے سے کیا جائے نہ آگ سے۔ اور ٹیڑھے سوراخ والے مہرے میں دھاگہ ڈالا جائے، دھاگہ ڈالنے والا نہ انسان ہو نہ جن۔

(۴) دوسری روایت میں ہے کہ ملکہ نے ایک ایسا عصا بھی بھیجا تھا جس کے دونوں سرے برابر تھے، یہ پتہ چلانے کے لیے کہ اس عصا کا سرا کونسا ہے؟ (یہ عصا بعد میں حمیری بادشاہوں میں منتقل ہوتا رہا تھا)

(۵) ایک خالی پیالہ بھیجا کہ اس کو ایسے پانی سے بھرا جائے جو نہ آسمان کا پانی ہو، نہ زمین کا۔

www.drhasanrizvi.com

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ملکہ بلقیس نے یہ سب تحفے (آزمائشی چیزیں) اپنے ایک نامزد سفیر منذر بن عمرو کے سپرد کیں اور خط بھی ساتھ دیا۔ اور اُس کو یہ سمجھا دیا کہ جب پہلی بار حضرت سلیمانؑ سے ملاقات ہو تو یہ دیکھنا کہ اگر وہ غصے سے بھرپور ہوکر تجھے رعب وجلال سے دیکھیں تو سمجھ لینا کہ وہ دنیاوی بادشاہ ہے پس اُس وقت گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ کیوں کہ ہماری طاقت اُس سے کم نہیں ہے لیکن اگر وہ تجھے پیار محبت اور لطف و کرم کی نگاہوں سے دیکھیں، تو سمجھ لینا وہ خدا کے فرستادہ نبیؑ ہیں۔

نوٹ: (حضرت سلیمانؑ کی آزمائش کے لیے بھیجے ہوئے تمام مندرجہ بالا سوالات ملکہ بلقیس کی غیر معمولی ذہانت اور علم کی نشان دہی کرتے ہیں۔ بظاہر یہ تمام سوالات ملکہ کے اپنے ذہن اور معلوماتِ عامہ کی پیداوار ہیں، جو اُس کے اپنے مشیروں وغیرہ کے ذہنوں سے مافوق ہیں۔)

★ اِدھر ہدہد نے ملکہ کی اِس تیاری کو ملاحظہ کیا اور فوراً حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر سارا ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت سلیمانؑ نے ہدہد سے اطلاع پاکر جنوں کو حکم دیا کہ یہاں سے چند فرسخ راستہ صاف کرکے سونے چاندی کی اینٹوں سے سڑک بنائی جائے، سڑک کے اطراف کو سونے چاندی کے کنگروں گملوں وغیرہ سے بخوبی آراستہ کردیا جائے اور ایک طرف جنوں اور شیاطین کو صف بستہ کردیا گیا، دوسری طرف انسانوں کو کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ اور دور تک وحشی جانوروں، درندوں، حشرات الارض اور پرندوں کو خوشنما انداز میں صف بستہ کیا گیا، جو ملکہ کے سفیر کے استقبال کے لیے ہر صورت سے چاق وچوبند منتظر تھے۔ جب ملکہ کے قاصد اُس کے سفیرِ خاص منذر کی سربراہی میں ہدیے تحفے لیکر یہاں وارد ہوئے تو یہ عجیب وغریب تزک واحتشام دیکھ کر حیران وششدر رہ گئے اور جو تحفے وہ لائے تھے اُن کو حقیر جان کر میدان کی چہار دیواری کے باہر پھینک دیے۔ اور شرمندگی کے عالم میں حضرت سلیمانؑ کے شاہی دربار میں پہنچ کر آدابِ شاہانہ سے سلام عرض کیا۔

چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نہایت خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ رسمی خوش آمدید کے بعد فرمایا: سناؤ! کیا خبر لائے ہو۔؟ منذر بن عمرو نے آگے بڑھ کر ملکہ بلقیس کا تحریر کردہ خط پیش کیا۔

www.drhasanrizvi.com

حضرت سلیمان علیہ السلام نے منذر بن عمرو سے فرمایا: وہ ڈبیہ جو ملکہ بلقیس نے تم کو دی تھی، وہ کہاں ہے؟

منذر نے ڈبیہ پیش کی: آپؑ نے فرمایا: اِس میں ایک بغیر سوراخ کا موتی ہے، اور ایک ٹیڑھے سوراخ والا مہرہ ہے"؟ منذر نے عرض کی: جی ہاں۔" آپؑ نے دیمک کو بلا کر حکم دیا کہ اِس میں سوراخ کرنا ہے۔" دیمک نے فوراً موتی میں سوراخ کر دیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: "اس مہرے میں دھاگہ کون ڈالے گا۔"؟

ایک سفید رنگ کے کیڑے نے عرض کی: "حضور! یہ کام میں ابھی انجام دیتا ہوں"۔

پس اُس نے باریک دھاگہ منہ میں لیا اور مہرے کی ایک جانب سے دوسری جانب تک پار ہو گیا۔

پھر منذر بن عمرو نے عرض کی: حضور! ملکہ نے کچھ لڑکوں اور لڑکیوں کو آپؑ کی خدمت میں اس لیے بھیجا ہے تاکہ آپؑ اُن میں امتیاز پیدا کریں کہ اُن میں لڑکے کون سے ہیں اور لڑکیاں کونسی ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اُن سب کو حاضر کرو۔

جب وہ سب آپؑ کے سامنے لائے گئے تو آپؑ نے اُن میں سے ہر ایک کو ہاتھ، منہ دھونے کا حکم دیا۔ تو آپؑ نے دیکھا کہ لڑکیاں اپنی فطرت کے مطابق منہ دھونے کے لیے ایک ہاتھ میں پانی لے کر دوسرا ہاتھ ساتھ ملاتی تھیں اور منہ پر پانی ڈالتی تھیں جبکہ لڑکے ایک ہاتھ میں پانی لے کر چلو بنا کر منہ پر پانی ڈالتے تھے۔ ہاتھ دھوتے وقت لڑکیاں کہنیوں کے اندر پانی ڈالتی تھیں، اور لڑکے کہنیوں کے اوپر پانی ڈالتے تھے۔ اسی طرح پانی ڈالنے میں بھی فرق تھا کہ لڑکیاں کہنیوں کے باطن میں ایک بار پانی ڈال لیتیں پھر ہاتھ کو ملتی تھیں۔ جبکہ لڑکے پانی ہاتھ پر ڈالنے کے ساتھ ساتھ ہاتھ پر ہاتھ پھیرتے جاتے تھے۔

اِن علامتوں کو آپؑ نے دیکھ کر لڑکوں اور لڑکیوں کو الگ الگ کر دیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ عصا کا سر اور نیچے کا حصہ دیکھنے کے لیے آپؑ نے فرمایا کہ عصا کو اوپر کی طرف پھینکا جائے اور جو کنارہ زمین پر واپس آئے، وہ اُس کا سرا ہے۔ پھر آپؑ نے گھوڑوں کو دوڑا کر اُن کے پسینے سے پیالے کو بھروا دیا اور فرمایا کہ یہ نہ آسمان کا پانی ہے نہ زمین کا ...... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾

(۳۶) پھر جب (ملکہ کا سفیر) سلیمان اُن کے پاس (قیمتی تحفے لے کر) پہنچا تو اُنھوں نے کہا: "کیا تم مال و دولت سے میری مدد کرنا چاہتے ہو؟ تو جو کچھ خدا نے مجھے دے رکھا ہے، وہ تو اُس سے کہیں زیادہ اور بہتر ہے جو تمھیں دیا ہے بلکہ تمھارا تحفہ تمھیں ہی مبارک ہو۔"

اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

(۳۷) (اے سفیر!) واپس ہو جا اُن ہی کے پاس۔ اب ہم اُن پر ایسے ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کا وہ ذرا بھی مقابلہ نہ کر سکیں گے، اور پھر ہم اُنھیں وہاں سے ذلیل کر کے نکالیں گے اور وہ خوار ہو کر رہ جائیں گے

قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ

(۳۸) پھر سلیمان نے فرمایا: "معزز حاضرین! تم میں سے ایسا کون شخص ہے

www.drhasanrizvi.com

يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ﴿٣٨﴾

جو اُس (ملکہ) کا تخت میرے پاس لے آئے، اِس سے پہلے کہ وہ لوگ مسلمان مطیعِ فرمان ہو کر میرے پاس حاضر ہوں؟

آیت ۳۶ کی تشریح: حضرت سلیمانؑ کے جواب کا مطلب یہ تھا کہ تمہارے تحفے تمہیں ہی مبارک ہوں، تمہارے تحفوں سے وہی بادشاہ خوش ہو سکتا ہے جو مالِ دنیا جمع کر کے اپنے خزانے میں اضافہ کرنے کی فکر رکھتے ہیں مجھے تو خداوندِ عالم نے اِس خبط سے بے نیاز کر دیا ہے۔ لہٰذا تمہارے تحفے تمہیں مبارک ہوں۔ (تفسیر مجمع البیان)

★ فقہاء نے نتیجہ نکالا کہ "کافروں کے تحفوں کو رد کر دینا اُس وقت جائز ہے، بلکہ مستحب ہے جب دینی مصلحت کا یہی تقاضا ہو۔" (تفسیر کبیر امام رازی)

★ آیت ۳۷ کی تشریح: پھر حضرت سلیمانؑ نے قاصد سے فرمایا کہ "ملکہ سے جا کر واضح الفاظ میں میرا پیغام پہنچا دینا کہ اسلام قبول کرو، ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ لیکن تم میرے جنّوں اور دیو ہیکل فوجیوں سے ہرگز مقابلہ نہ کر سکو گی۔ لہٰذا ذلّت و خواری سے بچو، اور اسلام کے دامن میں پناہ لو اور امن و امان میں داخل ہو جاؤ۔" (تفسیر انوار النجف)

★ پس جب ملکہ کا سفیر واپس پہنچا تو اُس نے حضرت سلیمانؑ کی سلطنت، نظامِ حکومت، شان و شوکت، فوج کے متعلق آنکھوں دیکھا حال سنایا، ہدیے بھی واپس لوٹا دیے، تمام سوالات کے صحیح جوابات بھی مل گئے، اور اُس کی رعایا اور افسروں کو یقین ہو گیا کہ وہ نبیؑ مرسل ہیں، تو اسلام قبول کرنے کے لیے ملکہ نے رختِ سفر باندھا۔ (تفسیر انوار النجف)

★ جب ملکہ بلقیس نے حضرت سلیمانؑ کی صداقت کو پوری طرح بھانپ لیا، اور مسلمان ہو کر حضرت سلیمانؑ سے ملنے کے لیے چلی ..... (تفسیر مجمع البیان)

★ ادھر حضرت جبرئیلؑ نے حضرت سلیمانؑ کو ملکہ کی روانگی کی اطلاع دے دی، تو آپؑ نے اپنے درباریوں سے فرمایا: تم میں کون ایسا ہے جو ملکہ بلقیس کے آنے سے پہلے اُس کا تخت میرے لے آئے؟ (تفسیر انوار النجف، تفسیر مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ (۳۹) (اِس پر) جنّوں میں سے ایک طاقتور
اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ دیو نے کہا: "میں اُسے آپ کی خدمت
تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ میں حاضر کر دوں گا اِس سے پہلے کہ آپ
عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ۝۳۹ اپنے دربار سے اُٹھ کھڑے ہوں، اور
میں اِس کام کی طاقت بھی رکھتا ہوں اور
امانت دار بھی ہوں۔"

قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ (۴۰) (مگر) اُس شخص نے جس کے پاس کتاب (خدا)
مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ کا تھوڑا سا علم تھا، کہا: "میں آپ
قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ کی پلک جھپکنے سے پہلے ہی اُسے لائے
طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا دیتا ہوں"۔ پس جُوں ہی سلیمان نے
عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ وہ تخت اپنے پاس رکھا دیکھا تو فرمایا:
فَضْلِ رَبِّيْ ۖ لِيَبْلُوَنِيْٓ "یہ بھی میرے پالنے والے مالک کا فضل وکرم ہے،
ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ تاکہ وہ میرا امتحان لے، کہ میں اُس کا شکر بھی
شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ ادا کرتا ہوں یا میں کفرانِ نعمت کرتا ہوں"
اور جو

www.drhasanrizvi.com

وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ ﴿۴۰﴾

کوئی بھی (خدا کا) شکرگذار ہوگا، تو اُس کی شکرگذاری خود اُسی کو فائدہ پہنچائے گی، اور جو خدا کی نعمتوں کا انکاری ہوگا (یا) ناشکری کرے گا تو درحقیقت میرا پالنے والا مالک بے نیاز (بے پرواہ) بھی ہے، اور اپنی ذات میں بزرگ اور عزت والا بھی۔

آیت ۳۹ کی تشریح: حضرت سلیمانؑ نے تختِ بلقیس لانے کا حکم دیا | تو ایک دیو بولا:

* حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بہت رُعب دار اور صاحبِ جلال انسان تھے۔ خود پہلے کلام نہ کرتے تھے جب تک کوئی دوسرا سوال نہ کرے۔

پس ایک دن اپنے تختِ حکومت پر شاہانہ شان سے جلوہ فرما تھے کہ نزدیک ہی غبار اُٹھتا ہوا دیکھا تو دریافت فرمایا: یہ کیسا غبار ہے"؟

کسی درباری نے عرض کی: "حضور! ملکہ بلقیس آرہی ہے اور اب فلاں مقام پر قیام پذیر ہے۔ اُس وقت آپؑ کوفہ اور حیرہ کے درمیان موجود تھے، اور ملکہ کا قیام وہاں سے ایک فرسخ (تقریباً ۳ میل) کے فاصلے پر تھا۔

پس آپؑ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی ایسا ہے جو اُس کا تخت اُس کے مسلمان بن کر آپہنچنے سے پہلے میرے پاس لا حاضر کرے"؟

ایک دیو نے عرض کی "حضور! مجلسِ دربار برخواست ہونے سے قبل میں آپؑ کی خدمت میں پیش کردوں گا"۔

www.drhasanrizvi.com

اور حضرت سلیمان علیہ السلام دربارِ شاہی میں مقدمات سننے اور فیصلے صادر فرمانے کے لیے صبح سے دوپہر تک تشریف فرما ہوتے تھے۔ جب دیو نے کہا کہ مجلسِ دربار برخواست ہونے سے پہلے لاکر حاضر کردوں گا، تو آپؑ نے فرمایا: بلکہ اس سے جلد آنا چاہیئے (کیوں کہ ملکہ بلقیس قریب ہی آچکی تھی، بس پہنچنے والی ہی تھی۔)

★ ..... (تفسیر انوار النجف)

★ اور امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ: "ملکِ یمن اور ملکِ فلسطین کا درمیانی فاصلہ سمندری سفر سے کئی مہینوں کا تھا اسی لیے اُس دیو نے اپنے کو "قوی" کہا کہ وہ تخت لاکھ وزنی اور بڑا کیوں نہ ہو میں اُسے آپؑ کے دربار برخواست ہونے سے پہلے حاضر کردوں گا۔ یاد رہے کہ حضرت سلیمانؑ صبح سے رات تک دربار فرمایا کرتے تھے۔

★ ..... (تفسیر کبیر امام رازی)

آیت ۴۰ کی تشریح | حضرت آصفؑ بن برخیا کی کرامت

"الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ"

"جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا۔" اس سے مراد حضرت آصف بن برخیاء ہیں۔ جو حضرت سلیمانؑ کے بھانجے بھی تھے اور اُن کے وزیر بھی تھے اُن کے پاس اسم اعظم تھا کہ اُس کے ذریعہ سے ہر دعا مستجاب ہوتی تھی۔ بعضوں نے اُن کا نام بلخیا، اسطوم، خضر بھی لکھا ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ جبرئیل تھے، خدا نے اُن کو حضرت سلیمانؑ کا تابع کردیا تھا۔

غرض آصف بن برخیا نے عرض کی، کہ "اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ" یعنی "میں آپؑ کی پلک جھپکنے سے پہلے لاحاضر کروں گا۔" معاً حضرت سلیمانؑ نے آسمان کی طرف نظر کی پھر جب نیچے دیکھا تو تختِ بلقیس حاضر تھا۔ ★ (تفسیر انوار النجف)

یہ علمِ اسمِ اعظم کا اعجاز تھا

تفسیر صافی میں بصائر الدرجات اور کافی سے منقول ہے کہ فرزندِ رسول حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ: "اللہ کا اسم اعظم تہتر حرفوں پر تقسیم ہے، اور جناب آصفؑ بن برخیاء کے پاس اُن میں سے صرف ایک حرف تھا، پس اُنھوں نے جیسے ہی وہ حرف زبان پر جاری کیا، تختِ بلقیس کے نیچے سے زمین کھنچ گئی اور آصفؑ نے تخت کو پکڑ لیا اور

www.drhasanrizvi.com

زمین پھر اپنی حالت پر چشم زدن میں پلٹ گئی اور ہمارے پاس اسم اعظم کے بہتر حروف ہیں، اور ایک حرف صرف اللہ کے لیے مخصوص ہے۔

★ بروایت عیاشی فرزند رسول خدا حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے منقول ہے کہ:
" الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ ": "جس کے پاس کتاب میں سے کچھ علم تھا" کے مصداق آصفؑ بن برخیا، ہیں۔ لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام خود بھی اُس اسم اعظم سے عاجز نہ تھے لیکن وہ چاہتے تھے کہ جن و انس پر یہ بات واضح کردیں کہ میرے بعد تم سب پر حجتِ خدا یہ ہیں۔ اور یہ بھی حضرت سلیمانؑ کا ہی علم تھا جو انھوں نے آصفؑ کو تعلیم فرمایا تھا اللہ کی اجازت سے۔ اور اُن کو اللہ نے فہم عطا فرمائی تاکہ بعد میں اُن کی امامت میں اختلاف نہ رہے۔ جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کی زندگی میں خدا نے فیصلے کی فہم حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا فرمائی تھی، تاکہ حضرت داؤدؑ کے بعد اُن کی امامت و نبوّت میں کسی کو شک و شبہ کرنے کی گنجائش نہ رہے۔

★ تفسیر بُرہان میں بروایت بصائر الدرجات فرزند رسول خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے پاس اسم اعظم کے دو حروف تھے، حضرت موسیٰؑ کے پاس چار حروف تھے حضرت ابراہیمؑ کے پاس آٹھ حروف تھے، حضرت نوحؑ کے پاس پندرہ حروف تھے، اور حضرت آدمؑ کے پاس پچیس حروف تھے، حضرت محمد مصطفےٰؐ کو خداوند کریم نے وہ سب عطا فرمائے تھے، اسم اعظم کے بہتر حروف ہیں اور بہتر خدا نے اپنے حبیبؐ کو عطا فرمائے، ایک مخصوص طور پر اللہ نے اپنے پاس رکھا۔" اور پھر امامؑ نے فرمایا کہ: "خدا کی قسم ہمارے پاس ساری کتاب کا علم ہے۔" ★ روایت میں ہے کہ جناب امیر المومنینؑ نے دو آدمیوں کا فیصلہ کیا، وہ فیصلہ ایک خارجی کے خلاف ہوا تو اُس نے کہا کہ آپؑ نے ہمارا فیصلہ عدل کے خلاف کیا ہے خدا کو یہ فیصلہ پسند نہیں ہے آپؑ نے فرمایا: "اے دشمنِ خدا! کتے! دور ہو یہاں سے۔" وہ شخص کتا بن گیا۔ وہ کتا آپؑ کے سامنے عاجزی سے رونے لگا۔ آپؑ نے اُسے معاف کردیا، وہ پھر اپنی اصل شکل میں آگیا۔ (ائمہ معصومینؑ کے ایسے بیشمار معجزات موجود ہیں)

★..... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ ﴿٤١﴾

(۴۱) پھر سلیمانؑ نے حکم دیا: "ملکہ کے تخت کی ذرا صورت و شکل بدل کر انجانے طریقے سے اُسی کے سامنے رکھ دو، بھلا دیکھیں وہ اسے پہچان بھی لیتی ہے یا وہ بھی اُن لوگوں میں سے ہے جو صحیح بات سمجھ ہی نہیں سکتے۔"؟

فَلَمَّا جَاءَتْ قِيلَ أَهَكَذَا عَرْشُكِ ۖ قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ ۚ وَأُوتِينَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ ﴿٤٢﴾

(۴۲) پس جب ملکہ حاضر ہوئی تو اُس سے پوچھا گیا: "کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے"؟ وہ بولی: "گویا یہ وہی ہے۔ اور ہم تو پہلے ہی سے جان گئے تھے، اور ہم نے سرِ تسلیم خم کر لیا تھا۔ (کہ آپ نبیؑ ہیں)

★ آیتِ ۴۱ کی تشریح: **ملکہ بلقیس کی آزمائش**

جب تختِ بلقیس حضرت سلیمانؑ کے سامنے لایا گیا اور ملکہ بھی پہنچنے والی تھی تو آپؑ نے حکم دیا کہ اِس تخت کی شکل وصورت میں کچھ تبدیلی کر دی جائے، تاکہ ہم اُس کی عقل وفہم کا امتحان لیں۔ آیا وہ تبدیلی کے بعد بھی اپنے تخت کو پہچان سکتی ہے یا نہ؟ اور یہ امر اُس کی ایمانی ہدایت کا باعث ہو سکتا ہے یا نہ؟ کیونکہ اعجاز سے تخت کا اتنی دور سے چشم زدن میں آنا، خدا کی قدرت سے حضرت سلیمانؑ کی

www.drhasanrizvi.com

نبوت کی تصدیق کا پیش خیمہ تھا۔ پس اُس تخت کے جڑے ہوئے موتیوں، اور جواہرات کو اکھاڑ کر اُن کی جگہ مختلف قسم اور رنگ کے جواہرات جڑ دیے گئے۔ اور ملکہ کے استقبالیہ کا اُسی تخت پر انتظام کیا گیا۔
(تفسیر انوار النجف) ......★

★ اصل میں حضرت سلیمانؑ کا مقصد ملکہ بلقیس کی ذہانت کا امتحان لینا تھا۔
(تفسیر بیان) ......★

★ بلقیس کی عقل آزمانا بھی مقصود تھا اور اپنا معجزہ دکھانا بھی۔
(موضح القرآن) ......★

★ آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ ملکہ سبا کا امتحان لینا چاہتے تھے کہ اپنے تخت کو معجزانہ طریقے سے یہاں اپنے سامنے دیکھ کر وہ ہدایت کی طرف راغب ہوتی ہے یا اپنی گمراہی پر قائم رہتی ہے؟
(تفہیم القرآن) ......★

تختِ بلقیس کی معجزانہ آمد

رہا یہ سوال کہ ڈیڑھ ہزار میل سے آناً فاناً یہ تخت یہاں کیسے پہنچ گیا؟ تو اِس پر تعجب کی ضرورت نہیں ہے، یہ کام اللہ کی کتاب کے علم سے انجام پایا ہے۔ جو خدا چاند، سورج اور اِن سے بھی بڑے بڑے سیاروں کو آناً فاناً لاکھوں میل کی رفتار سے گھما پھرا سکتا ہے، اُس کی طاقت کے سامنے ملکہ سبا کا تخت کیا حیثیت رکھتا ہے؟ ★ (تفہیم القرآن)

اللہ کے بندوں کا معجزہ بھی دیکھیے

تاریخ اسلام میں کم از کم دو ۲ معجزے آفتاب کو پلٹانے کے بھی مرقوم ہیں۔ (۱) وصیِ حضرت موسیٰؑ حضرت یوشع بن نون (۲) وصیِ حضرت محمد مصطفیٰؐ حضرت امام علی ابنِ ابی طالبؑ اور حضرت امام علیؑ نے تو سورج کو غروب ہونے کے بعد پلٹا دیا۔ اسی لیے علامہ اقبال نے فرمایا:

ہر چہ در آفاق گردد بوترابؑ ⁂ باز گرداند ز مغرب آفتاب (اقبال)

یعنی: جو کائنات میں ابوترابؑ (زمین کا مالک) ہوگا وہ سورج کو مغرب سے پلٹا دے گا۔

★ ملکہ کا جواب: تخت کو دیکھ کر ملکہ نے فرمایا: "گویا یہ وہی ہے۔" بہترین جواب ہے۔ نہ نفی، نہ اثبات۔
(از تفسیر انوار النجف)

آیت ۴۲ کی تشریح:

★ ملکہ کے فرمانے کا مطلب تھا کہ آپ یہ معجزہ کیوں دکھا رہے ہیں، ہم تو آپ پر پہلے ہی سے ایمان لا چکے ہیں۔ (تفسیر کبیر امام رازی)

www.drhasanrizvi.com

وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ (۴۳) اور اُس کو (ایمان لانے سے) جس چیز نے
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ روک رکھا تھا' وہ اُن (جھوٹے) خداؤں
مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾ کی عبادت تھی جنھیں وہ اللہ کے سوا پوجا
کرتی تھی' کیوں کہ وہ کافر قوم سے متعلق تھی۔

قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ (۴۴) اب اُس سے کہا گیا کہ: "محل میں داخل
فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً ہو جائیے"۔ تو جب اُس نے دیکھا تو سمجھی کہ
وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ پانی کی لہریں ہیں' اور اُترنے کے لیے
قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ اُس نے اپنے پائنچے اپنے ٹخنوں سے اونچے
قَوَارِيْرَ ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ اُٹھا لیے۔ سلیمانؑ نے فرمایا: "بلاشبہ (چلی
ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ آئیں) یہ تو شیشے کے محل کا فرش ہے۔
مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ (پانی فرش کے نیچے ہے)۔ اِس پر وہ پکار
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾ اُٹھی: "اے میرے پالنے والے مالک! میں تو

اپنے اوپر بہت بڑا ظلم کرتی رہی ہوں' اور اب میں سلیمان کے ساتھ اللہ پر ایمان لا کر اُسی کے لیے سرِ تسلیم خم کرتی ہوں' جو تمام جہانوں کا پالنے والا مالک ہے۔

ع ۳ ۱۷ ۱۸

www.drhasanrizvi.com

آیت ۴۴ کی تشریح:

ملکہ بلقیس کی شیشے کے محل میں آمد

★ اصل میں حضرت سلیمانؑ کا محل صاف شفاف شیشے کا بنا ہوا تھا۔ مگر دیکھنے میں پانی کی طرح جھلملا رہا تھا۔ جس سے ملکہ بلقیس کو اپنی عقل کا نقص بھی معلوم ہوگیا اور حضرت سلیمانؑ کی عقل کا کمال بھی۔ وہ سمجھ گئی کہ دین کے معاملات میں جو یہ سمجھے ہیں وہی درست ہے۔

★...... (موضح القرآن)

★ ______ ملکہ بلقیس حضرت سلیمانؑ کی روحانی عظمت اور نبوت کی تو پہلے ہی قائل ہو چکی تھی۔ اب جب اُس نے یہ سمجھ لیا کہ دُنیوی اعتبار سے بھی حضرت سلیمانؑ مجھ سے کہیں بلند اور عظیم ہیں، تو اُس نے سمجھ لیا کہ اِن سے بہتر میرا محافظ اور پناہ دینے والا کون ہوسکتا ہے؟ اِس لیے اب اُس نے اپنے ایمان کا اعلان کر دیا۔

روایاتِ یہود میں ہے کہ اِس کے بعد ملکہ بلقیس حضرت سلیمانؑ کے عقد آگئیں۔

★..... (تفسیر کبیر امام رازی)

★ تفسیر "مجمع البیان" میں مروی ہے کہ جب ملکۂ سبا بلقیس پہنچ گئی تو حضرت سلیمانؑ نے قومِ جنّ کو حکم دیا کہ ایک عالی شان محل تیار کریں جس کا فرش شیشے کا بچھایا جائے، اُس کے نیچے پانی کا بہت بڑا حوض بنایا جائے جس میں مچھلیاں، مینڈک وغیرہ چھوڑ دیے جائیں، دیواروں کی آئینہ کاری ہو۔ ★ اور مروی ہے جنّوں نے حضرت سلیمانؑ سے ملکہ بلقیس کا غلط تعارف کرایا تھا کہ ملکہ کے پیر گدھے کے پاؤں کی طرح ہیں اور اُس کی عقل میں فتور ہے کیوں کہ ملکہ بلقیس کی ماں قومِ جنّ سے تھی۔ جنّوں کو یہ خدشہ تھا کہ حضرت سلیمانؑ اُس سے شادی کرلیں گے تو اُن کی اولاد کا ہمیں تابعِ فرمان رہنا پڑے گا۔ ★ اور بعض کہتے ہیں کہ ملکہ کے پاؤں پر بال بکثرت تھے۔ آزمائش کی وجہ یہی تھی تاکہ حقیقت سامنے آجائے۔ ★ غرض محل تعمیر ہوگیا اور آپؑ نے اپنا تخت اُسی محل میں نصب کرایا۔ ملکہ کو محل میں لایا گیا۔ جب ملکہ قریب پہنچی تو فرش کے پانی کو دیکھ کر گھبرا گئی، قدرے جھجک محسوس کی لیکن پیچھے ہٹنا شان کے خلاف سمجھا اور اپنے پائنچے اُٹھا کر قدم رکھا، اُدھر حضرت سلیمانؑ محل کے اندر سے یہ سب کچھ دیکھ کر فرمانے لگے کہ یہ محل کا فرش ہے جو شیشے کا بنا ہوا ہے۔ ملکہ اندر داخل ہوگئی۔ آپؑ نے ملکہ کے پیروں (ٹخنوں) پر بال دیکھ لیے۔ تو نورہ کی ایجاد کی جس سے بال صاف ہوسکیں۔ وہ ملکہ کو استعمال کے لیے دیا گیا۔ مروی ہے کہ آپؑ نے ملکہ سے شادی کرلی، ملکِ سبا ملکہ کے حوالے کر دیا۔

★..... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ (۴۵) اور ہم نے قومِ ثمود کی طرف
اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اُن کے بھائی صالحؑ کو (یہ پیغام دے کر)
اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ بھیجا کہ: "اللہ کی عبادت کرو"۔ تو
يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ یکایک وہ جھگڑا کرنے والے دو فرقے
بن گئے۔

حق بات کڑوی لگتی ہے

مطلب یہ ہے کہ کچھ لوگ حق تھے، وہ ایمان لے آئے۔ اور کچھ (لوگوں کو حق بات کڑوی لگی) وہ ایمان نہ لائے۔ اِس لیے آپس میں جھگڑا کرنے لگے۔
* ..... (تفسیر تبیان)

* یہ اصول ہے کہ جب بھی کوئی اصلاح کا کام شروع کیا جاتا ہے تو شر پسند، حق دشمن لوگ فوراً جھگڑا اور فساد برپا کرنے پر اُتر آتے ہیں۔ کیوں کہ دلیل کا جواب دلیل سے نہیں دے پاتے، اِس لیے حق کا جواب پتھروں سے دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں، پھر طاقت اور غنڈہ گردی سے حق کی آواز کو دبانے اور کچلنے کی کوششیں کرتے ہیں۔

مگر اِس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ کبھی کوئی اصلاحی کام نہ کیا جائے، تاکہ یہ فتنہ و فساد نہ ہو۔ ہر اعلیٰ چیز کی کوئی نہ کوئی قیمت ضرور ادا کرنی پڑتی ہے۔ قوم کی اصلاح کی کوششوں کی قیمت شر پسندوں کی مخالفت ہوتی ہے۔ * (تفسیر ماجدی)

؎ گفتارِ صدق مایۂ آزار می شود ∴ چوں حرفِ حق بلند شود دار می شود (عرفیؔ)
یعنی: سچی بات تکلیف کا سبب بنتی ہے۔ جب حق کی آواز بلند ہوتی ہے تو پھانسی کا پھندہ بھی حق کہنے والے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ (پھانسی کے پھندہ سے ڈرنا نہیں چاہیئے)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾

صالحؑ نے کہا: "اے میری قوم! کیا تم بھلائی یا نیکی سے پہلے بُرائی (عذابِ الٰہی) کے لیے جلدی کرتے ہو؟ (اس کے بجائے) تم اللہ سے معافی کیوں نہیں مانگتے؟ شاید کہ تم پر رحم کیا جائے۔"

★ "بھلائی" سے مراد ایمان، عافیت، رحمت اور ثوابِ آخرت ہے۔
"بُرائی" سے مراد خدا کی ناراضگی اور عذاب الٰہی ہے۔
★ ..... (تفسیر کبیر امام رازی۔ معالم)

★ اونٹنی کا معجزہ دیکھنے سے پہلے حضرت صالحؑ کی قوم نے اُن سے کہا کہ "ہم پر دردناک خدا کا عذاب لے آؤ۔" اصل میں اُن کا مقصد حضرت صالح علیہ السلام کا امتحان لینا تھا۔
اِس پر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: "اے احمقو! تم رحمت کے آنے سے پہلے ہی خدا کا عذاب کیوں طلب کر رہے ہو"؟ خدا کا عذاب کوئی طلب کرنے کی چیز ہوتی ہے، یہ تو بچنے اور بھاگنے کی چیز ہوتی ہے۔
★ ---- (تفسیر جلالین، تفسیر تبیان، تفسیر صافی، تفسیر قمی)

★ قرآن میں دوسرے مقام پر قومِ صالحؑ کے سرداروں کا قول نقل ہوا ہے کہ:
"اے صالحؑ! لے آ وہ عذاب ہم پر جس کی تو ہمیں دھمکیاں دیتا ہے، اگر تو واقعی رسولوں میں سے ہے۔" (القرآن)

www.drhasanrizvi.com

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۚ قَالَ طٰۤئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾

(۴۷) اُنھوں نے کہا: "ہم تو تم کو اور تمھارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔" صالحؑ نے جواب دیا: "تمھاری اصل نحوست تو اللہ کے ہاں ہے، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ تم لوگوں کا امتحان لیا جا رہا ہے۔"

وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾

(۴۸) اور اُس شہر میں نو قبیلوں کے بڑے سردار تھے جو ملک میں فساد پھیلاتے تھے اور کبھی کوئی ٹھیک کام نہ کرتے تھے۔

قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾

(۴۹) اُنھوں نے آپس میں کہا: "خدا کی قسم کھا کر عہد کرلو کہ ہم صالحؑ اور اُن کے گھر والوں کو راتوں رات قتل کر ڈالیں گے۔ پھر اُن کے وارث سے کہیں گے کہ ہم اِس گھر والوں کی ہلاکت کے موقع پر موجود یا شریک نہ تھے، اور یقین مانو کہ ہم سچے ہیں۔"

www.drhasanrizvi.com

آیت ۴۷ کی تشریح : خداوندِ عالم نے اُن لوگوں کو قحط کے عذاب میں مبتلا کیا تو کہنے لگے کہ:
(اے صالحؑ!) ہماری یہ بدبختی تمہاری اور تمہاری جماعت کی وجہ سے ہے کہ ہم پر عذاب آیا ہے۔
آپؑ نے فرمایا: یہ بدبختی تمہارے بُرے اعمال کی وجہ سے ہے جو تم پر اللہ نے امتحان کے بطور بھیجی ہے۔ * (تفسیر انوار النجف)

* حضرت صالحؑ کا مقصد یہ تھا کہ تمہارے کافرانہ اعمال کا علم خدا کو خوب اچھی طرح سے ہے۔ اور تمہارے سارے مسائل تمہاری اپنی بدکاریوں کا نتیجہ ہیں۔ یہی بدکاریاں تمہاری اصل نحوست ہیں۔
* ..... (تفسیر کبیر امام رازی)

آیت ۴۸ کی تشریح : حضرت صالحؑ اپنے قبیلے کے سردار تھے، اس لیے اُن کے قبیلے کو اُن کے خون کے دعوے کا حق حاصل تھا۔ یہ وہی صورت تھی جو نبی کریمؐ کے زمانے میں آپؐ کے چچا حضرت ابوطالبؑ کو حاصل تھی کفارِ قریش بھی اسی خوف سے ہاتھ روکے ہوئے تھے کہ اگر وہ جناب رسولِ خداؐ کو قتل کر دیں گے تو بنی ہاشم کے سردار ابوطالبؑ اپنے قبیلے کی طرف سے خون کا دعویٰ لے کر اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ بالآخر یہ سازش اُنھوں نے ہجرت کے وقت اس طرح کی کہ سب قبیلوں کے لوگ مل کر آپؐ پر حملہ کریں تاکہ بنی ہاشم کسی ایک قبیلے کو ملزم نہ ٹھہرا سکیں اور سب قبیلوں سے بیک وقت لڑنا اُن کے لیے ممکن نہیں
* ..... (تفہیم القرآن)

* "تِسْعَةُ رَهْطٍ" "نو آدمی" جو شہر میں فساد برپا کیے ہوئے تھے۔ * حضرت ابن عباسؓ سے اُن کے یہ نام منقول ہیں۔ (۱) قدار بن سالف (۲) مصدع (۳) دہمی (۴) دہیم (۵) دعیم، (۶) دعمی (۷) اسلم (۸) اقبال (۹) صداف۔ ان لوگوں نے مشورہ کیا اور قسم کھائی کہ رات کے اندھیرے میں حضرت صالحؑ اور اُن کے گھر والوں کو قتل کر دیں گے۔ جس شہر میں یہ رہتے تھے اُس کا نام حجر تھا۔ اصحابِ حجر انہی کو کہا گیا ہے۔ یہ مدینہ اور شام کے درمیان واقع تھا، وادیٔ قریٰ میں یہ شہر واقع تھا۔ آپس میں یہ طے ہوا تھا کہ اُن کو قتل کر کے اُن کے وارثوں سے کہیں گے کہ ہمیں علم نہیں کس نے صالح وغیرہ کو قتل کیا ہم موجود نہ تھے۔
* ..... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَمَكَرُوا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا (۵۰) اور اِس طرح اُنھوں نے تو ایک
وَّهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۵۰﴾ چال چلی، اور پھر ہم نے بھی ایک
چال چلی، جس کی اُنھیں خبر تک نہ تھی۔

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ (۵۱) اب دیکھ لو کہ اُن کی چال بازی
مَكْرِهِمْ ۙ أَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ کا کیا انجام ہوا؟ ہم نے تباہ و برباد
وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۵۱﴾ کر کے رکھ دیا، اُن کو بھی، اور اُن کی
پوری کی پوری قوم کو بھی۔

آیت ۵۰ کی تشریح: مَكَرُوا: مطلب یہ ہے کہ اُنھوں نے چال چلی، ہم نے اُن کی چال، منصوبے کا توڑ کیا۔ اب یہ توڑ کیا تھا؟ اس کی تفصیل قرآن میں موجود نہیں ہے۔ روایات بہت سی ہیں مگر کسی کی سند امام معصومؑ سے نہیں ملتی۔ اِس لیے کوئی بات یقینی طور پر نہیں کہی جا سکتی۔ ★ (فصل الخطاب)

★ حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ خداوندِ عالم نے حضرت صالحؑ کو حکم دیا کہ وہ اس بستی سے نکل جائیں۔ پھر خدا نے اُن کی قوم پر عذاب نازل کیا۔ اُس وقت حضرت صالحؑ اور اُن کے ساتھی پہاڑ پر تھے، اور اُس بستی پر خدا کا عذاب اُترتے دیکھ رہے تھے۔ ★ (تفسیر مجمع البیان)

★ تفسیرِ صافی میں ہے کہ حضرت صالحؑ نے پہاڑ کے دامن میں مسجد بنائی تھی جس میں نماز پڑھتے تھے۔ جب آپ نے اپنی قوم کو تین روز میں عذاب کی خبر دی، تو اُنھوں نے مقررہ وقت سے پہلے قتل کرنے کا مشورہ کر لیا اور مسجد کی طرف روانہ ہوئے پہاڑ کی چوٹی سے ایک بڑا پتھر گرا، اور وہ سب کے سب اُس کے نیچے دب گئے۔ باقی لوگوں پر صیحہ کا عذاب آیا۔
★ (تفسیر انوار النجف)

فَتِلۡكَ بُيُوۡتُهُمۡ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوۡا ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ﴿۵۲﴾

(۵۲) پس اب یہ ہیں اُن کے ویران اور سُنسان گھر جو خالی پڑے ہیں اُن کے اُسی ظلم کی وجہ سے۔ حقیقت یہ ہے کہ اِس میں اُن لوگوں کے لیے نشانِ عبرت ہے جو علم رکھتے ہیں۔

وَاَنۡجَيۡنَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَكَانُوۡا يَتَّقُوۡنَ ﴿۵۳﴾

(۵۳) اور ہم نے اُن لوگوں کو نجات دے دی جو ابدی حقیقتوں پر ایمان بھی لائے تھے اور بُرائیوں سے بچتے بھی تھے۔

آیت ۵۲ کی تشریح | **ظلم سے بستیاں تباہ ہوجاتی ہیں** | حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ: "میں نے کتابِ خدا میں دیکھا ہے کہ ظلم کرنا بستیوں کو تباہ کردیا کرتا ہے۔" پھر اِسی آیت کو پڑھا:

★.... (تفسیر مجمع البیان)

★ آیت ۵۳ کی تشریح: تفسیر مجمع البیان میں مروی ہے کہ اُن لوگوں کی تعداد چار ہزار تھی جو ایمان لائے تھے خدا نے اُن کو نجات دی تھی۔ حضرت صالحؑ اُن کو لے کر حضرموت کی طرف گئے تھے اور وہاں پہنچ کر آپؑ کو موت آگئی۔ اِسی بنا پر اُس جگہ کا نام حضرموت ہوگیا۔ (تفسیر انوار النجف)

★ جاہلوں کا معاملہ دوسرا ہے۔ وہ تو یہی کہیں گے کہ قومِ صالحؑ پر عذاب' زلزلہ وغیرہ آنا تھا' اونٹنی پر ظلم کرنے سے اِس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ چیزیں تو طبعی اسباب سے آیا کرتی ہیں۔ لیکن جو علم رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اللہ کے فیصلے اُس کی حکمت سے صادر ہوتے ہیں طبعی اسباب اُس کے ارادہ کے غلام ہیں۔ ظالم کو اُس کے کیفرِ کردار تک پہنچانا عدل ہے۔

★.... (ملخص از تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ (۵۴) اور لوطؑ کو ہم بھیجا، جب انھوں
أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَأَنتُمْ نے اپنی قوم سے کہا: "کیا تم بدکاری
تُبْصِرُونَ ﴿۵۴﴾ کرتے ہو اور اپنی آنکھوں سے دیکھتے
بھی ہو (یعنی ایکدوسرے کے سامنے بدفعلی کرتے ہو)
أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ (۵۵) ارے، کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر
شَهْوَةً مِّن دُونِ النِّسَاءِ ۚ مردوں سے اپنی جنسی خواہش کو پورا
بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿۵۵﴾ کرتے ہو۔ حقیقتاً تم انتہائی جہالت
کا کام کرتے ہو۔"

سب سے بڑی بے حیا قوم

آیت ۵۴ کی تشریح: اِس آیت کا یہ مطلب لکھا گیا ہے کہ "اے لوطؑ کی قوم! تم کو اپنی اِس بدفعلی اور ہم جنس پرستی کے عمل کی بُرائی خوب معلوم ہے مگر اِس کے باوجود تم اتنا بُرا کام کرتے ہو۔ * (مجمع البیان)

* دوسرا مطلب یہ ہے کہ: اے لوطؑ کی قوم! تم لوگوں کی بُرائی اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ تم ایکدوسرے کی آنکھوں کے سامنے ہم جنس پرستی جیسا بُرا کام کرتے ہو اور شرم نہیں کرتے۔ (تفسیر جلالین)

آیت ۵۵ کی تشریح: جہالت کا لفظ یہاں حماقت اور سفاہت کے معنی میں آیا ہے۔ اُردو زبان میں بھی ہم گالی گلوچ اور بیہودہ حرکات کرنے والے کے لیے کہتے ہیں کہ وہ جہالت پر اُتر آیا ہے۔ یعنی یہی مفہوم عربی زبان میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ..... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ (۵۶) مگر اُن کی قوم کا جواب اِس کے سوا

اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ کچھ نہ تھا کہ اُنھوں نے کہا: "نکال دو

لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ لوطؑ کے گھرانے والوں کو اِس بستی سے

اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾ یہ لوگ بڑے پاک صاف بنے پھرتے ہیں"

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا (۵۷) پس ہم نے لوطؑ اور ان کے

امْرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرْنٰهَا مِنَ گھر والوں کو نجات دے دی۔

الْغٰبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ سوا اُن کی بیوی کے* جس کے

لیے ہم نے طے کر دیا کہ وہ یوں ہی پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی۔

★ حضرت لوطؑ کو پہلے ہی سے ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ اپنی بیوی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں، کیوں کہ اُس کو اپنی قوم ہی کے ساتھ تباہ ہونا ہے۔ (تفہیم)

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ (۵۸) پھر برسائی ہم نے اُن کے

فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۵۸﴾ ع اوپر ایک خاص نئی قسم کی برسات ع ۱۴/۹

جو بہت ہی بُری برسات تھی اُن لوگوں کے حق میں جنھیں بُرے کاموں کے بُرے انجام سے ڈرایا جا چکا تھا۔

★ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: "دنیا کی بڑی خوشیوں میں سے یہ ہے کہ خدا کسی ظالم جابر کا تیا پانچہ (برباد) کردے۔" ★..... (جلاء العیون)

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ (۵۹) (اے رسولؐ!) کہہ دیجیے کہ حمد ہے
عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ اللہ ہی کے لیے، اور سلام ہو اُس کے
آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۵۹ اُن نیک بندوں پر جنھیں اُس نے منتخب کیا
کیا اللہ بہتر ہے یا وہ (افراد یا چیزیں) جنھیں وہ لوگ خدا کا شریک ٹھہرا رہے ہیں؟

خداوندِ کریم کے منتخب بندے؟

تفسیر قمی سے منقول ہے کہ اِس سے مرادِ آلِ محمدؐ ہیں اور وہی اللہ کے منتخب، مصطفیٰ، برگزیدہ بندے ہیں۔ (تفسیر انوار النجف)

★ وہ نیک بندے جن کو خداوندِ کریم نے چُن کر اپنا مصطفیٰ بنایا، وہ (اوّلین معنی میں) حضرت محمدؐ اور آپؐ کی آلِ پاک ہے۔ (الحدیث) ★ (تفسیر صافی صفحہ ۳۷۳ بحوالہ الجوامع، تفسیر قمی)

★ اِس آیت میں عبدہٖ کی بجائے عبادہٖ یعنی: بندہ کی بجائے بندوں کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اِس طرح حضرت محمد مصطفیٰؐ کے ساتھ آلِ محمدؐ کو شریک کیا گیا ہے۔ ★ (فصل الخطاب)

★ اَلْحَمْدُ : یہاں ہمیں یہ سبق دیا جا رہا ہے کہ تقریر شروع کرنے کا طریقہ کیا ہونا چاہیے۔ کیوں کہ یہاں سے دوسری تقریر شروع ہو رہی ہے۔ مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ وہ اپنی تقریر اللہ کی حمد سے شروع کریں اور پھر خدا کے نیک بندوں پر سلام کریں، پھر تقریر کریں۔ یہ اور بات ہے کہ آج اِس کو ملائیت سمجھا جاتا ہے، اور کوئی پڑھا لکھا مسلمان حمد و دُرود سے اپنے لیکچر کو شروع کرنا پسند نہیں کرتا۔ ★...... (تفہیم القرآن)

★ آٰللّٰهُ خَيْرٌ : حقیقتاً یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ خدائے برحق کا باطل معبودوں سے کوئی مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ مگر مشرکوں کو سمجھانے کے لیے یہ سوال اُن کے سامنے رکھا گیا ہے تاکہ وہ

www.drhasanrizvi.com

اپنی غلطی کی طرف متوجہ ہوں۔ کیوں کہ اتنے دو ٹوک سوال کا مشرک مقابلہ نہیں کر سکتے تھے، کہ بھلا یہ بُت یا معبودانِ باطل عالمین کے خالق اور مالک کے برابر ہو سکتے ہیں؟ اِس لیے اُن کو دعوت دی جا رہی ہے کہ وہ اُن جھوٹے خداؤں کو چھوڑ کر ربِّ اعلیٰ کی بندگی کی زندگی اختیار کریں۔ اِس لیے کہ عقل کا تقاضا ہی یہ ہے کہ بہتر کو چھوڑ کر بدتر کو اختیار نہ کیا جائے۔

اِس طرح قرآن نے تقریر کے آغاز ہی میں مشرکوں کو بالکل بے بس کر دیا۔ اِس کے بعد پے در پے اللہ تعالیٰ کی قدرت، تخلیق اور حکمت کے ایک ایک کرشمے کی طرف انگلی اُٹھا اُٹھا کر پوچھا جا رہا ہے کہ بتاؤ یہ کام کس کے ہیں؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی اِن کاموں میں شریک ہے؟ اگر شریک نہیں ہیں اور وہ کچھ بنا بھی نہیں سکتے، تو آخر پھر نے اُن کو اپنا خدا کیوں بنا رکھا ہے؟

* روایات میں آتا ہے کہ جناب رسولِ خدا جب اِس آیت کی تلاوت فرماتے تھے، تو اِس کے جواب میں خود ہی فرماتے تھے: " بَلِ اللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى وَاَجَلُّ وَاَكْرَمُ "
یعنی: (نہیں) بلکہ اللہ ہی بہتر ہے اور وہی ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے اور وہی سب سے زیادہ بزرگ اور سب سے زیادہ کریم ہے۔"

*..... (تفہیم القرآن)

(تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا)

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ * وَالصَّلٰوتُ وَالسَّلَامُ
وَالتَّحِيَّةُ وَالْاِكْرَامُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ *

کاتب جعفر

آج مورخہ یکم جولائی ۲۰۰۰ء / ۲۷ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ روز شنبہ ۱۲ بجے دن اِس پارے ۱۹ کی کتابت مکمل ہوئی۔